الجوابُ الباھرُ فی زوّارِ المقابرُ
www.KitaboSunnat.com
عقیدۂ توحید کی روشنی میں
روضۂ رسولؐ کی زیارت
روضۂ رسولؐ، اولیاء اللہ اور عام مسلمانوں کی قبروں کی زیارت کے
آداب، احکام و مسائل
تالیف
شیخُ الاسلام ابنِ تیمیہ رحمہ اللہ
ترجمہ: عطاء اللہ ثاقب
تقدیم محمد احمد غضنفر
دار الابلاغ
DARULIBLAGH

الجوابُ الباھرُ فی زوّارِ المقابرُ

عقیدۂ توحید کی روشنی میں

روضۂ رسولؐ کی زیارت

DARULIBLAGH

کتاب وسنت کی اشاعت کا مثالی ادارہ

نام کتاب .... روضۂ رسول کی زیارت

تالیف .... شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ

ترجمہ .... عطاء اللہ ثاقب

تقدیم .... ابو ضیاء محمود احمد غضنفر

تحقیق وتخریج .... نصیر احمد کاشف

اشاعتِ اول .... اپریل 2006ء

قیمت ....

پاکستان میں ہماری کتب مندرجہ ذیل اداروں سے مل سکتی ہیں

لاہور۔ دارالاندلس۔ مرکز القادسیہ 7230549۔ دارالسلام شوروم 7232400۔ مکتبہ قدوسیہ 7230585۔ مکتبہ سلفیہ 7237184۔ کتاب سرائے 7320318۔
اسلامی اکیڈمی 7357587۔ نعمانی کتب خانہ 7321865۔ مکتبہ رحمانیہ 7224228۔ مکتبہ دارالھدیٰ 7639557۔ الکریم کیسٹ لائبریری 6365526۔
راولپنڈی۔ تعلیمات طیبہ کشمیری بازار۔ 5535168۔ اسلام آباد۔ المسعود اسلامک بکس 2261356۔ فیصل آباد۔ مکتبہ اسلامیہ بیرون امین پورہ بازار، 631204۔
کراچی۔ مکتبہ نور حرم 4965724۔ دی بک ڈسٹری بیوٹرز 7787137، مکتبہ دارالقرآن، 021-2211998 علمی کتب خانہ اردو بازار۔
پشاور۔ معراج کتب خانہ 214720۔ حیدر آباد۔ مکتبہ دعوت السلفیہ 0333-2607264

دارالابلاغ پبلشرز اینڈ ڈسٹری بیوٹرز لاھور۔ پاکستان 0300 4453358

عقیدہ توحید کی روشنی میں

روضہ رسول کی زیارت

روضہ رسول، اولیاء اللہ اور عام مسلمانوں کی قبروں کی زیارت کے

آداب، احکام و مسائل

تالیف

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ

ترجمہ عطاء اللہ ثاقب

تقدیم محمد احمد غضنف

آئینہ

روضۂ رسول کی زیارت

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ الحرانی

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کا دعوتی مراسلہ بنام حاکم مصر

اللہ کے لیے توحید الوہیت

❀❀❀

حرف تمنا

توحید کے پھول کی رکھوالی کیجئے

انسان کی زندگی میں بہت سی ایسی خواہشات ہوتی ہیں کہ جن کا پورا ہونا بظاہر ناممکن یا نہایت مشکل نظر آتا ہے۔ اگر کسی کی مطلوبہ خواہش پوری ہو جائے تو اپنے آپ کو نہایت خوش قسمت خیال کرتا ہے۔ ایسے ہی ہر مسلمان کی یہ خواہش ہوتی ہے کہ وہ دنیا کے بہترین' مقدس ترین اور مبارک ترین شہروں کی زیارت ضرور کرے۔ یہ شہر مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ ہیں۔ ان تک عام آدمی کے سفر کے دو ذریعے ہی ہوتے ہیں' کہ وہ یا تو حج پر جائے یا پھر عمرہ کی سعادت حاصل کرے اور یوں وہ دونوں شہروں کی زیارت کر لے۔ یا پھر کبھی انسان ذریعہ معاش کے لیے بھی خلیجی ممالک خاص طور پر سعودیہ میں پہنچے۔

وہاں رہتے ہوئے اس کی خواہش ہوتی ہے کہ زیادہ سے زیادہ عمرے کر سکے یا پھر سال بعد حج ضرور کرے۔ ایسے مواقع پر جب وہ مدینۃ النبی (یعنی رسول اللہ کے شہر) کی زیارت کے لیے جاتا ہے تو روضہ رسول کی زیارت بھی ہوتی ہے۔ مدینہ منورہ میں حاضری اور پھر خاص طور پر مسجد نبوی میں پہنچنے کی شدید خواہش اسے عقیدے کے بہت سارے مسائل سے دوچار کر دیتی ہے۔ وہ جب روضہ رسول پر زیارت کے لیے جاتا ہے تو قرآن وحدیث کی رہنمائی نہ ہونے کی بنا پر کئی دفعہ محبت کے جوش میں آ کر کئی ایسے کام کر بیٹھتا ہے کہ جو عقیدہ توحید کے منافی ہوتے ہیں۔ یوں اس کا عمرہ یا حج بجائے ثواب کے الٹا

گناہ اور عذاب کا باعث بن جاتا ہے۔

حرمین میں جانے والے ہر اس فرد کے لیے جو چاہتا ہو کہ اس کے حج اور عمرہ میں کسی قسم کا سقم نہ رہ جائے' یا وہ کسی موقع پر رسول اللہ کی سنت کے خلاف کام کر کے گناہ کا باعث نہ بن جائے یا عقیدہ توحید کی مخالفت کر کے اور شرک کا ارتکاب کر کے وہ فائدے کی بجائے اپنی دنیا و آخرت ہی تباہ و برباد نہ کر بیٹھے۔ ایسا چاہنے والوں کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ روضہ رسولؐ کی زیارت کے آداب' احکام اور مسائل سے وہاں حرمین میں جانے سے پہلے ہی حاصل کریں۔ تا کہ اپنی حج وعمرہ کے لیے کی جانے والی کوششوں کو قرآن وسنت کی روشنی میں نہ صرف کامیاب بنا سکیں اور رب کائنات کو راضی کر کے جنت میں ابدی بسیرے کا سامان کر سکیں۔ اور شرک و بدعت کے کانٹوں سے اپنے دامن کو تار تار ہونے سے بچا سکیں۔ ایسا صرف اور صرف محبوب کائنات ﷺ سے محبت کی بنا پر کیا جاتا ہے کیونکہ رسول کریم کی محبت کے حصول کی کوشش دراصل اللہ کی محبت و رضا مندی کے حصول کا باعث بنتی ہے۔

یوں یہ کتاب بھی محبت رسول کے حصول کی ایک کڑی ہے۔ دارالابلاغ اس سے قبل بھی رسول اللہ کی محبت دلوں میں پیدا کرنے کے لیے:

① ادائیں محبوبؐ کی

② خواتین اہل بیت

آپ کی خدمت میں پیش کر چکا ہے۔

③ ایک دن رسول اللہ کے گھر میں (عنقریب منظر عام پر آ رہی ہے)

اور یہ اس سلسلہ کی چوتھی کتاب ہے' اُمید ہے قارئین اسے ضرور پسند کریں گے۔

اور اپنی آراء وتجاویز سے آگاہ کریں گے۔

اس کتاب کے مصنف شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ ہیں' جن کا قلم ہمیشہ عقیدہ توحید کی

آبیاری حفاظت' نشر و اشاعت اور ترویج کے لیے آخر دم تک رواں دواں رہا۔ یہ کتاب ایک عرصہ قبل الجواب الباهر في زوار المقابر کے نام سے مولانا عطاء اللہ ثاقب مرحوم کے ترجمہ واہتمام سے منظر عام پر آ چکی ہے۔ دارالابلاغ کی ٹیم اب اس کو ایک نئے اسلوب نئی تحقیق اور ترتیب وتہذیب اور تسہیل کے ساتھ منظر عام پر لا رہی ہے۔ اس کی تسہیل میں میرے ساتھ مولانا مطیع اللہ ابوالفردوس نے بھی کما حقہ ساتھ دیا۔ اسی طرح اس کی تحقیق وتخریج فاضل باعمل نوجوان محقق جناب نصیر احمد کاشف صاحب نے کی ہے۔ اللہ کریم سے دعا ہے کہ وہ اس کتاب کو لوگوں کے لیے دنیا وآخرت میں نفع کا باعث بنائے اور ہماری اس کاوش کو قبول فرما کر توحید کی محبت ہمارے دلوں میں مزید راسخ وروشن کرے۔ آمین یا رب العالمین۔

خادم کتاب وسنت

محمد طاہر نقاش

۲۹ مارچ ۲۰۰۶ء

لاہور

فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ الحرانی

شجرہ نسب

تقی الدین ابوالعباس احمد بن شہاب الدین ابوالمحاسن عبدالحلیم بن مجد الدین ابوالبرکات عبدالسلام بن ابو محمد عبداللہ بن القاسم الخضر بن علی بن عبداللہ۔ یہ خاندان' خاندان ابن تیمیہ کے نام سے مشہور ہے۔

وجہ تسمیہ

امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی دادی بہت بڑی واعظہ تھیں۔ ان کا نام تیمیہ تھا۔ اسی مناسبت سے اس خاندان کا نام ''خاندان تیمیہ'' پڑ گیا۔

ولادت

امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت ۱۰ ربیع الاول کو حران نامی بستی میں ہوئی۔

ابتدائی حالات

چھ سال کی عمر تک امام صاحب اسی حران بستی میں مقیم رہے۔ ابھی عمر کے ساتویں سال میں تھے کہ تاتاریوں نے اس بستی پر غارت گری کی۔ ان کے ظلم وستم سے تنگ آ کر یہاں کے باشندوں نے سکونت ترک کر کے اِدھر اُدھر پناہ لینا شروع کی۔ خاندان ابن تیمیہ کے کچھ لوگ ہجرت کر کے دمشق کی طرف بڑھے لیکن راستہ انتہائی پُر خطر تھا۔ نہ امن میسر تھا نہ سکون۔ اس ذہنی پریشانی کے ساتھ راستہ کی دشوار گزاری اور زیادہ تکلیف کا

باعث تھی، رات کی تاریکیوں میں سفر جاری رکھنے والے یہ لوگ ایک خانوادۂ علم کے افراد تھے۔ ہر آن یہ دھڑکا لگا رہتا تھا کہ کہیں دشمن سر پر نہ پہنچ جائے، لیکن اللہ نے دستگیری فرمائی اور قافلہ ظالموں اور سفاکوں سے بچتا بچاتا منزل مقصود تک پہنچ گیا۔

تعلیم وتربیت

چونکہ امام تقی الدین ابن تیمیہ رحمہ اللہ کا خاندان علم میں ایک ممتاز مقام رکھتا تھا، اور اسی علمی گہوارہ میں آپ نے آنکھ کھولی۔ اس لیے بچپن ہی سے علم کی طرف راغب ہوگئے۔ چھوٹی عمر میں قرآن مجید حفظ کرلیا۔ شوقِ تلاوت کا یہ عالم تھا کہ جیل کی زندگی میں ۸۰ سے زیادہ قرآنِ مجید ختم کیے۔ قرآنِ مجید حفظ کرلینے کے بعد حدیث اور لغت کی طرف متوجہ ہوئے، احکامِ فقہ کی معرفت حاصل کی اور ان کا بڑا حصہ ازبر کرلیا۔

امام صاحب کے والد شیخ الحدیث کے مقام پر فائز تھے۔ چنانچہ امام صاحب نے صحیح بخاری، صحیح مسلم، مسند امام احمدؒ جامع ترمذی، سنن ابی داؤد، سنن نسائی، سنن ابن ماجہ، سنن دارقطنی کی بار بار سماعت کی۔ حدیث میں سب سے پہلے جو کتاب امام صاحب نے حفظ کی وہ امام حمیدی کی کتاب ''الجمع بين الصحيحين'' ہے۔ امام صاحب رحمہ اللہ کے بعض معاصرین کا بیان ہے کہ آپ نے جن شیوخ سے سماعت کی ان کی تعداد ۲۰۰ سے متجاوز ہے۔ حدیث کے ساتھ ساتھ دوسرے علوم وفنون کے حصول پر بھی توجہ مبذول فرمائی۔ چنانچہ علوم ریاضی میں خاصی دسترس حاصل کی۔ علوم عربیہ کی طرف خاص طور پر زیادہ توجہ کی۔ یہ علوم تو اس طرح حاصل کیے جیسے یہی ان کا منشا اور مقصد تھا۔ چنانچہ عربی زبان کا بہت سا کلام نظم اور نثر زبانی حفظ کرلیا، جنگ و پیکار کی تاریخ پر عبور حاصل کیا، مسلمانوں کے عہد زریں کے حالات وکوائف کا خوب اچھی طرح مطالعہ کیا، عروج و زوال کی داستانیں پڑھیں اور ان کے اسباب وعلل کو گہری نظر سے دیکھا۔

ان کو علم نحو میں بھی خصوصی دسترس حاصل تھی۔ کتاب ''سیبویہ'' آپ کو زبانی یاد تھی۔

ان علوم وفنون کے ساتھ فقہ حنبلی کا درس بھی جاری تھا۔ ایک طرف تو یہ کیفیت تھی کہ امام

صاحب رحمۃ اللہ علیہ علوم وفنون میں غیر معمولی طور پر منہمک تھے اور دوسری طرف یہ عالم تھا کہ دل و جان سے تفسیر قرآن کے اسرار و رموز کی گرہ کشائی میں لگے ہوئے تھے۔ قرآن فہمی کے لیے تمام متعلقہ علوم وکتب کو کھنگال ڈالا' ایک ایک حرف کا پوری توجہ سے مطالعہ کیا۔

امام صاحب کی ہمہ گیر شخصیت

مختصر یہ کہ امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ذہن و دماغ کی تربیت بہت عمدہ طور پر کی' انہوں نے وہ تمام علوم حاصل کیے جو ان کے زمانے میں رائج تھے' علم کا کوئی ایسا مرکز نہ تھا جس کے دروازے پر دستک نہ دی ہو۔ امام صاحب کے ایک ہمعصر علامہ کمال زملکانی نے ان کے بارے میں کیا خوب کہا ہے:

''اللہ تعالیٰ نے امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کے لیے علوم کو اس طرح سہل کردیا جیسے سیدنا داوُدؑ کے لیے لوہے کو نرم کردیا تھا' جب کسی علم وفن کے بارے میں ان سے سوال کیا جاتا' تو دیکھنے سننے والوں کو ان کی رائے سن کر ایسا محسوس ہوتا تھا کہ اس فن کے سوا امام صاحب کچھ اور نہیں جانتے اور یہ کہ اس فن میں امام صاحب کا کوئی حریف و مقابل نہیں۔ ہر مکتب خیال کے فقہائے کرام جب آپ کے دربار علم میں حاضر ہوتے تو خود اپنے مسلک کے بارے میں ان کے ہاں ایسی باتیں حاصل کرتے تھے' جن سے اب تک وہ خود ناواقف تھے اور یہ کبھی نہیں ہوا کہ کسی شخص سے وہ مناظرہ کریں اور لاجواب ہوکر رہ جائیں۔ وہ ہر علم پر ماہرانہ گفتگو کرتے تھے خواہ وہ شرع و دین سے تعلق رکھتا ہو یا دنیاوی فنون سے متعلق ہو۔ جس علم پر بھی گفتگو کرتے تھے' اپنی معلومات سے اس علم کے ماہرین کو بھونچکا کردیتے تھے۔''

کیا امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ عرب تھے؟

مؤرخین نے کسی ایسے عرب قبیلے کا ذکر نہیں کیا جسے خاندانِ ابنِ تیمیہ کی اصل قرار دیا جا سکے۔ وہ حران شہر کے رہنے والے تھے' اسی نسبت سے امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ حرانی

کہلائے۔ مؤرخین نے قبائل عرب میں سے کسی قبیلہ کی طرف امام صاحب رحمہ اللہ کو منسوب نہیں کیا۔ اس سے ثابت ہوا کہ امام موصوف عربی نہیں تھے۔ غالب قیاس یہ ہے کہ وہ کرد تھے۔ کرد قوم بڑی بہادر' باحوصلہ اور عالی ہمت قوم ہے۔ اس قوم کے کردار و سیرت میں قوت کا رنگ بھی جھلکتا ہے اور حلم و بردباری کا بھی اور یہ تمام صفات امام صاحب میں واضح اور نمایاں طور پر موجود تھیں' اگرچہ ان کی نشوونما ایسے لوگوں میں ہوئی تھی جو علم و فضل' دانش و بینش' تحقیق و تدقیق اور غور و فکر کے مرد میدان تھے۔

محرابِ علم سے میدان جہاد کی طرف

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ سکون سے اپنے فرائض کی بجا آوری میں مصروف تھے۔ وہ مدرسہ میں درس دیتے اور تحقیق و تدقیق کے جوہر دکھاتے' مسجد میں وعظ و ارشاد کی مجلس میں ان کا بیان آب کوثر کی طرح پاک اور صاف ہوتا۔ لوگوں کے سامنے وہی دین پیش کرتے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا تھا' لیکن اس درس و تدریس کے ساتھ ساتھ جذبہ جہاد اس طرح قائم رہا کہ حق و صداقت کے لیے سینہ سپر رہتے۔ جو بات خلاف حق نظر آتی اس کے خلاف ڈٹ جاتے' حکام و عمال کے پاس پہنچتے اور فریضہ تبلیغ حق سے عہدہ برآ ہوتے۔ امام صاحب موصوف رحمہ اللہ بیک وقت صاحب علم و قلم اور صاحبِ سیف مجدد تھے۔

محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی چنگاری

۶۹۳ھ میں باوثوق ذرائع سے امام صاحب رحمہ اللہ تک یہ خبر پہنچی کہ ایک نصرانی نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دی ہے' پھر وہ رائے عامہ کے اشتعال سے خوفزدہ ہو کر ایک بدوی کے گھر پناہ گزیں ہو گیا ہے۔ اس نے عوام کے جوش و غضب سے اس کی حفاظت کی۔ امام صاحب کے لیے یہ بات ناقابل برداشت تھی' جس پر کسی طرح بھی سکوت اختیار نہ کیا جا سکتا تھا۔ چنانچہ وہ دمشق کے نائب السلطنت کے پاس پہنچے اور اس سے ماجرا بیان کیا۔ اس نے نصرانی کو حاضر کرنے کا حکم دیا۔ وہ حاضر ہوا' اس کے ساتھ بدوی بھی تھا جس نے اسے پناہ دے رکھی تھی۔ بدوی نے مظاہرہ کرنے والوں کے خلاف دشنام طرازی

شروع کر دی۔ لوگ مشتعل تو تھے ہی' انہوں نے نصرانی اور بدوی اور اس کے ساتھیوں پر سنگباری شروع کر دی۔ حاکم دمشق نے امام صاحب سے' اس الزام میں کہ انہوں نے لوگوں کو بھڑکا کر نصرانی کے خلاف امن عامہ کو درہم برہم کیا تھا' تشدد کا برتاؤ کیا۔

اس واقعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ درس و تدریس کی پابندیوں نے بھی اس مرد جلیل کو دین و مذہب کے مسائل عامہ سے مستغنی اور بے پروا نہیں کر رکھا تھا' وہ دین کی حمایت و نصرت کے لیے کسی سے ٹکر لینے میں جھجک محسوس نہیں کرتے تھے۔ وہ درس کے حلقہ سے اٹھ کر میدان میں آتے اور شاتم رسول ﷺ کے مجرموں کے خلاف عوام کی رہنمائی کرتے اور اس سلسلہ میں جو تکلیف' پریشانی یا مصیبت آتی اس کا مردانہ وار مقابلہ کرتے۔

تصنیفات

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی عمر سترہ سال کی تھی' جب انہوں نے قلم سنبھالا اور پینتالیس سال کی عمر تک یہ قلم پورے زور سے رواں دواں رہا۔ اللہ تعالیٰ نے غیر معمولی حافظہ' محیر العقول ذہانت اور ندرت افزا فہم سے نوازا تھا۔ سرعت قلم کا یہ عالم تھا کہ بعض اوقات ایک ہی دن میں علمی اور تحقیقی رسالہ مرتب کر دیتے۔ لوگ مشکل مسئلے لے کر آجاتے اور امام موصوف جواب میں کئی کئی صفحات لکھ دیتے۔ ان حالات میں کیسے صحیح اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ زندگی میں آپ نے کیا کچھ لکھا؟ اور اگر آپ کی تمام کتب کو مرتب کیا جائے تو کتنے ہی ہزار صفحات بن جائیں۔

یہی اور اس قسم کی دوسری ممتاز خصوصیات تھیں جن کی بنا پر آپ اپنے عہد میں مرجع عالم شخصیت قرار پائے تھے اور اگرچہ آج ان کی وفات پر نویں صدی گزر رہی ہے تاہم آپ کی ہر تحریر کو آج جو بلند مقام حاصل ہے' اس کی مثال نہ پہلے ملتی ہے نہ اب۔ حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے امام موصوف کی زندگی ہی میں ایک مرتبہ تحریر فرمایا کہ "آپ کی تصانیف کی تعداد پانچ سو تک جا پہنچی ہو تو بعید نہیں۔" اس کے بعد غالبًا بعد از وفات لکھا کہ "ہزار سے اوپر تعداد ہوگی ہے۔"

تصنیفات کے نام اگر دیکھنا مقصود ہوں تو ''حیات شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ مصنفہ ابوزہرہ کی طرف مراجعت فرمائیں۔ بلاشبہ ان رحمہ اللہ کی زندگی پر یہ ایک مبسوط کتاب ہے۔ میں نے بھی اسی کی خوشہ چینی کر کے امام صاحب رحمہ اللہ کی زندگی کی چند جھلکیاں قارئین کی خدمت میں پیش کی ہیں۔

تلامذہ

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے دور میں ہمیں کوئی شخص ایسا نظر نہیں آتا جو شاگردوں کی کثرت میں شیخ تقی الدین ابن تیمیہ رحمہ اللہ کا ہم پایہ ہو۔ مصر و شام میں اور پھر مصر کے اندر اسکندریہ اور قاہرہ کے مابین ان کے شاگردوں کی تعداد حد شمار سے باہر تھی' لیکن وہ مخصوص شاگرد جنہوں نے صحیح معنوں میں آپ کی جانشینی کے فرائض سرانجام دیئے ان کے نام درج ذیل ہیں:

نمبر شمار	نام	وفات
۱	حافظ ابن قیم الجوزی رحمہ اللہ	۷۵۱ھ
۲	حافظ ابن الھادی رحمہ اللہ	۷۴۴ھ
۳	حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ	۷۷۴ھ
۴	حافظ علامہ ذہبی رحمہ اللہ	۷۴۸ھ
۵	محمد بن مفلح رحمہ اللہ	۷۶۳ھ
۶	ابن قاضی الجبل رحمہ اللہ	۷۷۱ھ
۷	ابوحفص بزار رحمہ اللہ	۷۴۹ھ
۸	ابوسعد اللہ حرانی رحمہ اللہ	۷۴۹ھ
۹	ابن الوردی رحمہ اللہ	۷۴۹ھ
۱۰	الدباقی الزاہد رحمہ اللہ	۷۱۱ھ
۱۱	قاضی بن فضل اللہ رحمہ اللہ	۷۴۹ھ

یہ وہ کبار شاگرد ہیں جنہوں نے امام ابن تیمیہ ؒ سے فیض علم حاصل کیا اور صحیح معنوں میں آپ کے جانشین بنے۔

سفر آخرت

ہنگامہ خیز زندگی گزارتے ہوئے بالآخر وہ وقت آ ہی گیا جو ہر ذی روح کی انتہا کہلاتا ہے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے امام صاحب ؒ کی روح کو اپنے حضور طلب کر کے اپنی خوشنودی اور رضاء کی نعمت سے سرفراز فرمایا۔ (ان شاء اللہ)

۱۰ ذوالقعدہ ۷۲۸ھ/۱۳۲۷ء کو امام صاحب ؒ اس دنیائے فانی سے رخصت ہو گئے۔ امام صاحب ؒ کے بھائی زین الدین عبدالرحیم کا کہنا ہے کہ پانچ ماہ کی مدت میں ہم دونوں نے اسی ۸۰ قرآن مجید بطور دور ختم کیے۔ ۸۱ ویں مرتبہ شروع کر کے سورۃ القمر کی آیت ﴿اِنَّ الْمُتَّقِیْنَ فِیْ جَنّٰتٍ وَّ نَهَرٍ فِیْ مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِیْكٍ مُّقْتَدِرٍ﴾ تلاوت کر رہے تھے کہ روح قفس عنصری سے پرواز کر کے خالق حقیقی سے جا ملی۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ۔

کم وبیش بیس دن بیمار رہے لیکن جیل سے باہر عام طور پر بیماری کی اطلاع نہیں ہوتی۔ سوموار کی رات ۲۰ ذوالقعدہ کو سحری کے وقت انتقال ہوا۔ خبر وفات کا اعلان قلعہ (جس میں آپ محبوس تھے) کے مینار سے علی الصباح کر دیا گیا۔ اس ناگہانی خبر سے کہرام مچ گیا۔ سارے شہر میں صف ماتم بچھ گئی' بازار بند ہو گئے۔ دکانوں پر اس دن کھانا تک نہیں پکا۔ قلعہ کے پاس زیارت کرنے والے لوگوں کا ہجوم ہو گیا۔ آخر قلعے کا دروازہ کھول کر داخلے کی عام اجازت دے دی گئی۔ علماء' وزراء' امراء' عوام' اقارب' سب امام صاحب ؒ کے پاس آتے تھے اور زار و قطار روتے تھے۔ زیارت کے لیے پہلے مرد آئے پھر عورتیں آئیں۔ غسل کے وقت سب لوگ چلے گئے' صرف غسل دینے والے علماء و اعیان کی ایک جماعت رہ گئی' جس میں مشہور جلیل القدر محدث اور آپ کے خاص معتقد ابوالحجاج بھی تھے۔

غسل کے بعد جنازہ اٹھایا گیا' ہجوم بہت زیادہ ہوگیا۔ قلعہ میں پہلی نماز جنازہ شیخ محمد بن تمام نے پڑھائی۔ اس کے بعد جنازہ جامع اموی میں لایا گیا۔ نماز ظہر کے بعد دوسری دفعہ جنازہ کی نماز پڑھی گئی' جس کی امامت نائب خطیب شیخ علاء الدین بن الحراط نے کرائی۔ پھر وہاں سے جنازہ اٹھا' ہجوم اس قدر تھا کہ شہر کا شہر الٹ کر آ گیا تھا۔ عینی شاہدوں کا بیان ہے کہ معذوروں کے سوا سب ہی اہل شہر جنازہ کے ساتھ شامل تھے۔ آنکھیں اشکبار تھیں' مدحیہ و دعائیہ کلمات زبان پر تھے۔ ہر ایک فرط عقیدت سے جنازہ سے مس کرنا چاہتا تھا۔ شدت اژدہام کی وجہ سے جنازہ کی حفاظت و انتظام کے لیے فوج کو جنازہ گھیرے میں لینا پڑا۔ ہجوم لحہ بہ لحہ بڑھتا ہی گیا۔ دمشق سے باہر ایک وسیع میدان میں جنازہ رکھ دیا گیا۔ تیسری نماز جنازہ علامہ زین الدین عبدالرحمٰن نے پڑھائی اور عصر کے قریب اس آفتاب علم اور مجدد ملت کو اپنے بھائی شرف الدین عبداللہ کے پہلو میں سپرد خاک کر دیا گیا۔

دمشق کی تاریخ میں اس قسم کے جنازہ کی مثال نہیں ملتی۔

أَمْطَرَهُ اللّٰهُ غَيْثَ رَحْمَتِهِ وَأَنْزَلَه مَنْزِلَةَ الصِّدِّيْقِيْنَ فِيْ فَسِيْحِ جَنَّتِهِ

العربية السعودية

ابوضیاء محمود احمد غفنفر

وَحَسْبُنَا اللّٰهِ وَنِعْمَ الْوَكِيْل

امام ابن تیمیہؒ کا دعوتی مراسلہ بنام حاکم مصر ملک ناصر

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّاٰتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا اَمَّا بَعْد

احمد ابن تیمیہ فرماتے ہیں کہ: جب مجھے اس بات کا علم ہوا کہ سلطان معظم ملک ناصر ایدہ اللہ وسددہ (اللہ ان کی مدد فرمائے اور انہیں صراط مستقیم پر چلائے) نے مجھ سے تحریری طور پر چند سوالات کا جواب طلب کیا ہے تو میں نے اختصار سے جواب دیا تھا کیونکہ جواب جلدی طلب کیا گیا تھا۔

اب ہم اسی جواب کو ذرا تفصیل سے عرض کرتے ہیں' تاہم اس میں بھی اختصار پیش نگاہ رہے گا۔ اس سلسلے میں ہم اہل اسلام کی کتب کی عبارات نقل کریں گے جن میں اکثر قدیم اور چند ایک جدید شائع ہوئی ہیں۔ ان میں رسول ﷺ کی احادیث مبارکہ اور صحابہ کرامؓ تابعین' ائمہ اربعہ رحمہم اللہ اور ان کی اتباع کرنے والوں کے اقوال پیش کریں گے جو ہمارے فتویٰ کے موافق اور تائید میں ہیں' کیونکہ سابقہ فتویٰ تشریح کا متحمل نہ تھا۔ تحریر کردہ روایات اور اقوال صحابہ و تابعین اور ائمہ اربعہ رحمہم اللہ وغیرہ ایسے ٹھوس اور مدلل ہیں جو ناقابل تردید ہیں۔

بعض لوگوں نے اس کا جواب دینے کی ناکام کوشش کی ہے جس کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ مخالفین کے پاس نہ تو علم ہے اور نہ کوئی صحیح نقل۔ انہوں نے نہ تو رسول

اکرم ﷺ کی حدیث پیش کی نہ صحابہ رضی اللہ عنہم و تابعین رحمہم اللہ کا قول نقل کیا نہ ائمہ اربعہ رحمہم اللہ کی کوئی صحیح بات لکھی اور وہ معتمد علیہ کتب میں سے کوئی کتاب بھی پیش نہ کر سکے جس میں ائمہ اسلام کا کوئی قول درج ہو' ان بے چاروں کو یہ بھی علم نہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین رحمہم اللہ قبر مکرم اور دیگر مقابر کی زیارت کیسے کیا کرتے تھے؟

میرا تحریر شدہ فتویٰ موجود ہے اور اسی طرح میری کئی تحریریں موجود ہیں جنہیں مشرق و مغرب کے تمام اہل علم کے سامنے پیش کیا جا سکتا ہے۔ جو شخص یہ سمجھتا ہے کہ اس کے پاس ہمارے تحریر کردہ فتویٰ کے خلاف کچھ معلومات ہیں تو اسے چاہیے کہ ان کو وضاحت سے پیش کرے' تاکہ ان کی صحتِ دلیل کا علم ہو سکے۔

سلطانِ معظم جب ہماری تحریر کردہ احادیث اور اقوال ائمہ اور مخالف فریق کے دلائل سامنے رکھیں گے تو ہمیں یقین ہے کہ حق ایسے سورج کی طرح واضح ہو جائے گا جسے سلطان کا ادنیٰ خادم بھی پہچان سکتا ہو۔ سلطان موجودہ دور کی بے مثال شخصیت ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے علم و عمل میں برکت عطاء فرمائے۔

معیارِ حق

حق بات ہر شخص سمجھ سکتا ہے' کیونکہ حق وہی ہے جسے انبیاءؑ نے پیش کیا۔ عقلمند اور عارف انسان حق و باطل میں اسی طرح فرق کر لیتا ہے جس طرح سنار کھرے اور کھوٹے سونے میں امتیاز کر لیتا ہے۔ رب کریم نے رسول اللہ ﷺ کے ذریعہ دلائل و براہین کو روز روشن کی طرح واضح کر دیا ہے۔ رسول اکرم ﷺ پوری کائنات سے بہتر اور تمام انبیائے کرامؑ سے افضل ترین انسان ہیں۔ اور علمائے امت انبیاء کے وارث ہیں' ان کا فرض ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے ارشادات و فرامین کو دنیا کے سامنے بیان کریں اور خلافِ شرع امور کی تردید کریں۔

سب سے پہلے اس بات کا جاننا ضروری ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے کون کون سے ارشادات فرمائے ہیں۔ کیونکہ جھوٹی روایات بکثرت پائی جاتی ہیں جو آپ ﷺ پر بہتان

ہیں۔ بعض افراد نے ان مسائل پر کچھ کتب بھی لکھی ہیں' جن میں رسول اکرم ﷺ اور صحابہ پر کذب و افتراء سے کام لیا گیا ہے' جس کی وجہ سے بعض جاہل لوگ دھوکا کھا گئے ہیں۔ ہوسکتا ہے کہ لکھنے والوں کی نیت صاف ہو اور وہ محبِ رسول ﷺ اور آپ ﷺ کی عظمت کے قائل بھی ہوں' لیکن حقیقت یہ ہے کہ وہ صدق و کذب میں فرق نہیں کر سکے۔

بعض مصنفین نے جب دیکھا کہ کچھ روایات اور اقوالِ صحابہ کسی خاص جگہ کی فضیلت کے بارے میں ہیں تو انہوں نے ان کو صحیح سمجھ کر ان پر اعتماد کرلیا' حالانکہ وہ محدثین کے نزدیک ضعیف ہی نہ تھے بلکہ موضوع تھے۔

جب ایک عالم شخص فرمان رسول ﷺ اور عام آدمی کی بات میں امتیاز کرے گا تو پھر وہ اس بات کا محتاج ہوگا کہ فرمان رسول ﷺ اور آپ کی مراد کو سمجھے اور تمام احادیث کو سامنے رکھ کر ہر ایک حدیث کو اپنی جگہ پر رکھے اور پھر ان امور کا اثبات کرے جن کا اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ نے اثبات کیا۔ اور ان امور کی نفی کرے جن کی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول نے نفی کی ہے۔

یہی وہ علم ہے جس سے مسلمان فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ یہی وہ ذخیرہ ہے جسے مسلمانوں کو قبول کرنا چاہئے اور اسی جوہر بے مثل کی روشنی میں علمائے اسلام اور ائمہ اربعہ رحمہم اللہ نے امت کی سیادت و رہنمائی کی۔

مسلمان حاکم کا فریضہ

حاکم وقت کا حق ہے کہ وہ دینِ اسلام اور شریعتِ محمدیہ کی مدد و نصرت کے لیے اپنی طاقت استعمال کریں اور جو شخص بغیر علم کے فتویٰ دیتا اور دین اسلام کی مخالفت کرتا ہو اور ایسے امور کی اجازت دیتا ہو جن سے رسول اکرم ﷺ نے منع فرمایا ہے اور دین کی شمع کو بجھانے کی سعی بے سود کرتا ہو' وہ جہالت کی بناء پر کرتا ہو یا ہوائے نفس کی وجہ سے اسے روکے اور اسے بزور روکے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو ان دونوں برائیوں "جہالت اور خواہشاتِ نفسانی کی پیروی" سے محفوظ رکھا ہے۔

ارشاد الٰہی ہے:

﴿ وَالنَّجْمِ إِذَا هَوٰى ○ مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوٰى ○ وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ○ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُّوحٰى ○﴾ (النجم: ۵۳/ ۴)

"قسم ہے تارے کی! جب کہ وہ غروب ہوا' تمہارا رفیق نہ بھٹکا ہے نہ بہکا ہے۔ وہ اپنی خواہش نفس سے نہیں بولتا۔ یہ تو ایک وحی ہے جو اس پر نازل کی جاتی ہے۔"

جو لوگ اللہ جل وعلاٗ کی کتاب اور رسول اللہ کی سنت صحابہ کرامؓ، تابعین، ائمہ اسلام ؒ اور ان لوگوں کی مخالفت کرتے ہیں جو سنت اور اس کے مقاصد کی مقدور بھر معرفت رکھتے ہیں ان کے بارے میں ارشاد ربانی ہے:

﴿ إِنْ يَتَّبِعُونَ إِلَّا الظَّنَّ وَمَا تَهْوَى الْأَنْفُسُ ۖ وَلَقَدْ جَاءَهُمْ مِنْ رَبِّهِمُ الْهُدٰى ○﴾ (سورة النجم: ۵۳/ ۲۳)

"حقیقت یہ ہے کہ وہ لوگ محض وہم و گمان کی پیروی کر رہے ہیں۔ اور خواہشات نفس کے مرید بنے ہوئے ہیں۔ حالانکہ ان کے رب کی طرف سے ان کے پاس ہدایت آ چکی ہے۔"

پس سلطانِ معظم کے سامنے جب حقیقت حال اور مسئلہ کی حقانیت واضح ہو جائے تو وہ صاحب قوت و اقتدار ہے' اس پر واجب ہے کہ وہ اللہ کے راستے میں جہاد کرے تاکہ اللہ کا دین اور اس کا کلمہ بلند ہو' توحید کی حقیقت واضح ہو اور افضل الرسل ﷺ اور خاتم النبیین ﷺ کی رسالت و نبوت نکھر کر لوگوں کے سامنے آ جائے' ہدایت اور دین حق اور نور الٰہی جو آپ ﷺ کی طرف وحی کیا گیا ہے' اس کا اظہار ہو۔ جاہلوں کی جہالت اور جھوٹوں کے کذب و افتراء سے شریعت مطہرہ پاک و صاف ہو۔ نیز:

- جاہلوں کی جہالت دور ہو۔
- جھوٹوں کے کذب و افتراء کا پردہ چاک ہو۔

- بدعتیوں کی بدعات کا خاتمہ ہو جو مشرکین کی سی بدعات کرتے اور رسول اللہ ﷺ کی شریعت اور سنت کی تنقیص کرتے اور توحید الٰہی میں رخنہ اندازی کرتے ہیں۔
- رسول اللہ ﷺ کی سنت مطہرہ کی تنقیص، اس میں حیل و حجت اور طعن کرنے والوں کو اسی کے مطابق سزا دی جا سکے۔

پس مسلمانوں کے حکمران کا فرض اولین ہے کہ وہ کتاب وسنت کی حمایت و نصرت اور جہاد فی سبیل اللہ کا اعلان کرے، تاکہ اللہ تعالیٰ کا دین بلند اور اس کے افضل ترین نبی، وہ جو خاتم المرسلین ہیں، کی شریعت کا دور دورہ ہو۔ اللہ کی توحید اور اس کی عبادت کا ڈنکا بجے ایسے طریقے سے اللہ کی عبادت ہو جس میں خواہشِ نفس اور بدعت کا دخل نہ ہو، کوئی سربراہِ مملکت اللہ تعالیٰ کے انعام و اکرام کا اس وقت تک حقدار نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ اتباعِ رسول ﷺ اور دین حق کی نصرت کے لیے کمر بستہ نہ ہو۔

دعوتی مراسلہ کا مقصد

سلطان معظم نے چند سوالات کی تشریح و توضیح کا مطالبہ کیا، ہمارے جواب کا مقصود و مطلوب صرف یہ ہے کہ:

- اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول مکرم ﷺ کی اطاعت ہو۔
- ہم اسی اللہ کریم کی عبادت کریں۔
- اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں۔ کیونکہ شریعت مطہرہ کی ہدایات کے بغیر اللہ کی عبادت ممکن نہیں۔

جیسے: پانچ وقت کی نماز۔ رمضان المبارک کے روزے۔ اور بیت اللہ کا حج۔ یا جن امور کے انجام دینے کی دعوت دی، جیسے قیام اللیل، مسجد نبوی ﷺ اور مسجد اقصیٰ کی طرف سفر کرنا تاکہ وہاں جا کر نماز ادا کی جائے، قرآن کریم کی تلاوت ہو، ذکر و اذکار اور اعتکاف وغیرہ جیسے اعمال صالحہ انجام دیئے جائیں۔

ان اعمال کے علاوہ مسجد میں داخل ہوتے اور نکلتے وقت اور نماز کے اندر رسول

اللہ ﷺ پر درود و سلام کہنا' مساجد کے اندر ایسے طریقے سے اعمال انجام دینا جس میں رسول اکرم ﷺ کی اقتداء ہو۔ نیز سنت کے مطابق زیارت قبور کا فریضہ۔

سنت نہ کہ بدعت

حقیقت یہ ہے کہ سنت کے مطابق اعمال انجام دینا ہی دین اسلام ہے۔ ہم پر واجب ہے کہ تمام عبادات میں رسول اللہ ﷺ کی سنت سے تجاوز نہ کریں۔ جیسے مسجد قباء کی زیارت اور اس میں نماز کی ادائیگی۔ شہدائے احد اور جنت البقیع کی زیارت۔

ایسے اعمال کو عبادت نہیں کہا جا سکتا جو اللہ تعالیٰ اور رسول اکرم ﷺ کو ناپسند تھے۔ اور ہی ایسے اعمال ان سے تقرب الی اللہ حاصل ہی ہو سکتا ہے۔ جیسے مشرکین اہل کتاب اور اہل بدعت کی عبادات۔ یہ لوگ ایسے اعمال کرتے ہیں جن کا نہ اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا اور نہ ان کی تبلیغ کے لیے کوئی رسول ہی بھیجا' جیسے:

- مخلوقات کی بندگی کرنا۔
- ستاروں' ملائکہ اور انبیاء کی پرستش۔
- انبیاء و صلحاء کی تصاویر کی پوجا کرنا۔ جیسے نصاریٰ اپنے گرجوں میں کرتے ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ ہم ان کے ذریعے شفاعت طلب کرتے ہیں۔ اس سلسلے میں رسول اللہ صلی ﷺ کا ارشاد گرامی ہمیشہ سامنے رکھنا چاہیے' جو آپ اپنے خطبات میں ہمیشہ دہرایا کرتے تھے:

((خَیْرُ الْکَلَامِ کَلَامُ اللّٰہِ وَ خَیْرُ الْھُدٰی ھُدٰی مُحَمَّدٍ ﷺ وَشَرُّالْاُمُوْرِ مُحْدَثَاتُھَا وَکُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ))[1]

''کہ بہترین کلام اللہ کا کلام ہے اور بہترین راستہ رسول اللہ ﷺ کا طریقہ ہے اور بدترین امور میں سے بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔''

[1] صحیح مسلم۔ کتاب الجمعة : باب تخفیف الصلاة والخطبة (حدیث : ۸۶۷)۔ سنن نسائی۔ کتاب السھو۔ باب نوع آخر من الذکر بعد التشھد (حدیث : ۱۳۱۲)

بدعت اس کام کو کہتے ہیں' جو شریعت میں نیا ہو۔ بعض اوقات کوئی کام سنت سے ثابت ہوتا ہے' لیکن جب وہ آپ ﷺ کے بعد (دوسری صورت میں) انجام دیا جاتا ہے تو اسے بدعت کا نام دیا جاتا ہے' جیسے سیدنا عمر بن خطابؓ کا وہ قول جو انہوں نے رمضان المبارک میں لوگوں کو ایک قاری کے پیچھے جمع کر کے فرمایا تھا:

((نِعْمَتِ الْبِدْعَةُ هٰذِهٖ وَالَّتِیْ یَنَامُوْنَ عَنْهَا اَفْضَلُ))[1]

"یہ اچھی بدعت ہے اور لوگوں کے سو جانے سے افضل ہے۔"

حالانکہ رسول اکرم ﷺ نے قیام رمضان کو سنت قرار دیتے ہوئے فرمایا تھا:

((اِنَّ اللّٰهَ قَدْ فَرَضَ عَلَیْكُمْ صِیَامَ رَمَضَانَ وَ سَنَنْتُ لَكُمْ قِیَامَهٗ))[2]

"اللہ تعالیٰ نے تم پر روزے فرض کیے ہیں اور میں نے قیام رمضان کو سنت قرار دیا ہے۔"

رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں لوگ متفرق دو دو چار چار جمع ہو کر قیام رمضان کیا کرتے تھے اور آپ ﷺ نے جماعت بھی کرائی اور فرمایا تھا:

((اِنَّ الرَّجُلَ اِذَا صَلّٰی مَعَ الْاِمَامِ حَتّٰی یَنْصَرِفَ كُتِبَ لَهٗ قِیَامُ لَیْلَةٍ))[3]

"جب کوئی شخص امام کے ساتھ باجماعت نماز پڑھتا ہے تو اس کے اعمال نامہ میں پوری رات کا قیام لکھا جاتا ہے۔"

لیکن رسول اللہ ﷺ نے پانچ وقت فرضی نمازوں کی طرح قیام رمضان کی جماعت

---

[1] صحیح بخاری۔ کتاب صلاۃ التراویح۔ باب فضل من قام رمضان (حدیث : ۲۰۱۰)

[2] سنن نسائی۔ کتاب الصیام : باب ذکر اختلاف یحیی بن ابی کثیر...... (حدیث : ۲۲۱۲) و اسنادہ ضعیف۔ النضر بن شیبان ضعیف راوی ہے۔

[3] سنن ابی داؤد۔ کتاب شہر رمضان۔ باب فی قیام شہر رمضان (حدیث : ۱۳۷۵)۔ سنن ترمذی۔ کتاب الصوم۔ باب ماجاء فی قیام شہر رمضان (حدیث : ۸۰۶)' سنن نسائی۔ کتاب قیام اللیل۔ باب قیام شہر رمضان (حدیث : ۱۶۰۴)' سنن ابن ماجہ۔ کتاب اقامۃ الصلوٰت۔ باب ماجاء فی قیام شہر رمضان (حدیث : ۱۳۲۷)

پر مداومت نہیں کی تا کہ قیام رمضان فرض قرار نہ پا جائے۔ اور جب آپ ﷺ اس دنیا سے تشریف لے گئے اور اب فرض کے اضافے کا خدشہ نہ رہا تو سیدنا عمر بن خطابؓ نے ابی بن کعبؓ کی اقتداء میں جماعت نماز تراویح کا التزام فرمایا۔[1]

رسول اللہ سے محبت فرض ہے

ہم پر فرض ہے کہ رحمت دو عالم ﷺ سے اسقدر محبت کریں کہ:

- آپ کی ذات گرامی ہمیں اپنی جانوں' اپنے آباؤ اجداد' اولاد' اپنے اہل خانہ' اپنے مال و متاع سے بھی زیادہ محبوب ہو جائے۔
- ہم آپ کی عزت و توقیر کریں۔
- ظاہر و باطن میں آپ کی اطاعت کریں۔
- جو شخص آپ سے دوستی رکھے اس سے دوستی رکھیں۔
- اور جو شخص آپ سے دشمنی رکھے اسے اپنا دشمن سمجھیں۔

اتباع رسول کی اہمیت

ہمیں علم ہونا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کا راستہ صرف آپ کی اتباع ہے اور آپ کی اطاعت کے بغیر کوئی شخص:

- اللہ کا ولی نہیں ہو سکتا بلکہ:
- نہ مومن بن سکتا ہے۔
- نہ سعادت و خوش بختی کا مقام حاصل کر سکتا ہے۔
- اور نہ اس کے لیے اللہ کے عذاب سے نجات ہی کی کوئی صورت ہے۔ سوائے اس کے کہ وہ رسول اللہ ﷺ پر ایمان لائے اور ظاہر و باطن میں آپ ﷺ کی پیروی کرے۔

---

[1] صحیح بخاری۔ کتاب صلاۃ التراویح۔ باب فضل من قام رمضان (حدیث : ۲۰۱۰)

رسول اللہ کے فضائل

- رب کریم تک پہنچنے کا وسیلہ بھی رسول اکرم ﷺ پر ایمان اور آپ ﷺ کی اطاعت ہے اس لیے کہ:
- آپ اولین و آخرین سے افضل و اعلیٰ ہیں۔
- آپ خاتم النبیین کے رتبہ عالی پر فائز ہیں۔
- آپ ہی کے لیے قیامت کے دن شفاعت عظمیٰ مخصوص ہے۔
- آپ ہی کو تمام انبیاء کرام کے مقابلے میں اس خصوصی امتیاز سے نوازا گیا ہے۔
- مقام محمود آپ ہی کا حصہ ہے۔
- لواء الحمد آپ ہی کے دست مبارک میں ہوگا۔
- سیدنا آدم علیہ السلام سے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام تک تمام انبیاء آپ ہی کے جھنڈے تلے جمع ہوں گے۔
- آپ سب سے پہلے جنت کا دروازہ کھٹکھٹائیں گے' جب آپ دروازے پر تشریف لے جائیں گے تو دربان عرض کرے گا:

((مَنْ اَنْتَ؟))

''آپ کون ہیں؟''

((فَيَقُوْلُ "اَنَا مُحَمَّدٌ فَيَقُوْلُ "بِكَ اُمِرْتُ اَنْ لَّا اَفْتَحَ لِاَحَدٍ قَبْلَكَ))[1]

آپ فرمائیں گے ''میں محمد (ﷺ) ہوں۔'' دربان عرض کرے گا: ''مجھے حکم تھا کہ آپ سے پہلے کسی کے لیے دروازہ نہ کھولوں۔''

رب کریم نے امت محمدیہ کے لیے کچھ اعمال کو فرض قرار دیا کچھ کو سنت اور مستحب ٹھہرایا۔ چنانچہ ان میں سے ایک حج بیت اللہ ہے کہ اس کا بجا لانا امت مسلمہ پر فرض

---

[1] صحیح مسلم۔ کتاب الایمان : باب فی قول النبی ﷺ "انا اول الناس یشفع فی الجنة (حدیث : ۱۹۷)

ہے۔

رسول پر درود وسلام کی فضیلت اور طریقہ

مسجد نبوی اور مسجد اقصی میں نماز' تلاوت قرآنِ کریم' دعاء اور اعتکاف وغیرہ عبادات انجام دینے کے لیے رخت سفر باندھنا' بالاتفاق مستحب ہے۔ جب کوئی شخص مسجد نبوی میں داخل ہوتو اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ رسول اکرم پر درود وسلام بھیجے اور نماز کے دوران بھی آپ پر درود وسلام پڑھے' کیونکہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

﴿ إِنَّ اللَّهَ وَمَلَٰٓئِكَتَهُۥ يُصَلُّونَ عَلَى ٱلنَّبِيِّ ۚ يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ صَلُّوا۟ عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا۟ تَسْلِيمًا ۝﴾ (الاحزاب : ۳۳/ ۵۶)

''بے شک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے نبی ﷺ پر درود پڑھتے ہیں۔ اس لیے اے ایمان والو! تم بھی اس پر درود وسلام پڑھو۔''

جو شخص رسول اللہ پر ایک دفعہ درود و سلام پڑھتا ہے رب کریم اس پر دس مرتبہ رحمت بھیجتا ہے۔[1]

ایک سچے مؤمن کو چاہئے کہ وہ رحمت دو عالم ﷺ کے لیے مقام وسیلہ کے حصول کی دعاء کرے۔ صحیح مسلم میں مروی ہے آپ ﷺ نے فرمایا:

((اِذَا سَمِعْتُمُ الْمُؤَذِّنَ فَقُوْلُوْا مِثْلَ مَا يَقُوْلُ ثُمَّ صَلُّوْا عَلَيَّ فَاِنَّه مَنْ صَلّٰى عَلَيَّ مَرَّةً صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ عَشْرًا ثُمَّ سَلُوْا اللّٰهَ لِيَ الْوَسِيْلَةَ فَاِنَّهَا دَرَجَةٌ فِي الْجَنَّةِ لَا تَنْبَغِي اِلَّا لِعَبْدٍ مِّنْ عِبَادِ اللّٰهِ۔ وَاَرْجُوْ اَنْ اَكُوْنَ اَنَا ذٰلِكَ الْعَبْدُ' مَنْ سَاَلَ اللّٰهَ لِيَ الْوَسِيْلَةَ حَلَّتْ عَلَيْهِ شَفَاعَتِيْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ))[2]

''جب تم مؤذن کو اذان کہتے ہوئے سنو تو جو الفاظ وہ کہتا ہے تم بھی وہی کہو۔

---

[1] صحیح مسلم۔ کتاب الصلاۃ : باب الصلاۃ علی النبی ﷺ بعد التشہد (حدیث : ۴۰۸)

[2] صحیح مسلم۔ کتاب الصلاۃ : باب القول مثل قول المؤذن (حدیث : ۳۸۴)

پھر مجھ پر درود پڑھو' کیونکہ جو شخص مجھ پر ایک مرتبہ درود پڑھتا ہے۔ اللہ اس پر دس رحمتیں بھیجتا ہے' پھر میرے لیے وسیلہ کی دعاء کرو۔ کیونکہ وسیلہ جنت کے درجات میں سے ایک درجہ ہے' جو اللہ کے بندوں میں سے صرف ایک کے لیے خاص ہے اور مجھے امید ہے کہ وہ بندہ میں ہی ہوں۔ پس جو میرے لیے وسیلہ کی دعاء کرتا ہے تو قیامت کے دن اس کی شفاعت مجھ پر حلال ہو جائے گی۔"

صحیح بخاری میں مروی ہے آپ ﷺ فرماتے ہیں:

((مَنْ قَالَ حِيْنَ يَسْمَعُ النِّدَاءَ "اَللّٰهُمَّ رَبَّ هٰذِهِ الدَّعْوَةِ التَّآمَّةِ وَالصَّلٰوةِ الْقَائِمَةِ اٰتِ مُحَمَّدَ نِ الْوَسِيْلَةَ وَالْفَضِيْلَةَ وَابْعَثْهُ مَقَامًا مَّحْمُوْدَا نِ الَّذِيْ وَعَدْتَّه اِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِيْعَادَ۔ حَلَّتْ لَهُ شَفَاعَتِيْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ))[۱]

"جو شخص اذان سننے کے بعد یہ دعاء پڑھتا ہے کہ "اے اس پوری ندا اور قائم کی گئی نماز کے مالک! تو محمد ﷺ کو وسیلہ اور فضیلت اور مقام محمود عطاء فرما۔ جس کا تو نے ان سے وعدہ کیا ہے' کیونکہ تو اپنے وعدے کے خلاف نہیں کرتا۔" تو قیامت کے دن اس کے لیے میری شفاعت حلال ہو جائے گی۔"

مندرجہ بالا دعاء مانگنے کا حکم ہے:

نیز قبر مکرم کے پاس سلام کہنا جائز ہے کیونکہ سنن میں آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

((مَا مِنْ اَحَدٍ يُسَلِّمُ عَلَيَّ اِلَّا رَدَّ اللّٰهُ عَلَيَّ رُوْحِيْ حَتّٰى اَرُدَّ عَلَيْهِ السَّلَامَ))[۲]

"اگر کوئی شخص مجھ پر سلام بھیجے گا تو اللہ تعالیٰ میرے جسم میں روح کو واپس کر دے گا' یہاں تک کہ میں اس کے سلام کا جواب دوں گا۔"

---

۱ صحیح بخاری۔ کتاب الاذان: باب الدعاء عند النداء (حدیث: ۶۱۴)

۲ سنن ابی داؤد۔ کتاب المناسك: باب زيارة القبور (حدیث: ۲۰۴۱)

گویا مشرق و مغرب، شمال و جنوب دنیا کے کسی بھی خطے سے جب کوئی شخص رسول اللہ ﷺ پر درود و سلام کہتا ہے، تو رب کریم اس درود و سلام کو رسول کریم ﷺ تک پہنچا دیتا ہے۔ چنانچہ سنن میں اوس بن اوس بیان کرتے ہیں آپ ﷺ نے فرمایا:

((اَكْثِرُوْا عَلَيَّ مِنَ الصَّلٰوةِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَلَيْلَةَ الْجُمُعَةِ فَاِنَّ صَلَاتَكُمْ مَعْرُوْضَةٌ عَلَيَّ قَالُوْا: وَكَيْفَ تُعْرَضُ صَلَاتُنَا عَلَيْكَ وَقَدْ اَرِمْتَ؟ اَيْ صِرْتَ رَمِيْمًا قَالَ: اِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ عَلَى الْاَرْضِ اَنْ تَاْكُلَ لُحُوْمَ الْاَنْبِيَاءِ))[1]

''جمعرات اور جمعہ کی درمیانی شب نیز جمعہ کے دن مجھ پر کثرت سے درود بھیجا کرو، کیونکہ اس دن تمہارا درود میرے سامنے پیش کیا جاتا ہے۔'' صحابہ نے عرض کیا: ''ہمارا درود آپ کی خدمت میں کیسے پیش کیا جائے گا، جب کہ آپ مٹی میں مل چکے ہوں گے؟'' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام کردیا ہے کہ وہ انبیاء کے جسموں کو کھائے۔''

اسی لیے رسول اکرم ﷺ نے فرمایا تھا کہ:

((لَا تَتَّخِذُوْا قَبْرِيْ عِيْدًا وَصَلُّوْا عَلَيَّ حَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَاِنَّ صَلَاتَكُمْ تُبَلِّغُنِيْ))[2]

''میری قبر کو میلہ کی جگہ نہ بنا لینا۔ تم جہاں بھی ہو مجھ پر درود بھیجتے رہنا، کیونکہ تمہارا درود مجھ تک پہنچا دیا جائے گا۔''

رسول اللہ ﷺ پر درود و سلام دور سے بھی اسی طرح پہنچتا ہے جس طرح قریب سے، سنن نسائی میں مروی ہے آپ نے فرمایا:

---

[1] سنن ابی داؤد۔ کتاب الصلاۃ : باب فضل یوم الجمعۃ و لیلۃ الجمعۃ (حدیث : ۱۰۴۷)، سنن نسائی۔ کتاب الجمعۃ۔ باب اکثار الصلاۃ علی النبی ﷺ یوم الجمعۃ (حدیث : ۱۳۷۴)، سنن ابن ماجہ، کتاب اقامۃ الصلوٰت۔ باب فی فضل یوم الجمعۃ (حدیث : ۱۰۸۵)

[2] سنن ابی داؤد۔ کتاب المناسک۔ باب زیارۃ القبور (حدیث : ۲۰۴۲)

((اِنَّ لِلّٰهِ مَلٰئِكَةً سَيَّاحِيْنَ يُبَلِّغُوْنِيْ عَنْ اُمَّتِيَ السَّلَامَ))[1]

"اللہ تعالیٰ نے کچھ خاص فرشتے مقرر کر رکھے ہیں جو زمین میں گھومتے رہتے ہیں اور میری امت کا سلام مجھ تک پہنچاتے ہیں۔"

رب کریم نے ہمیں حکم دیا کہ ہم رسول اللہ ﷺ پر درود وسلام بھیجیں نیز ہر نماز میں اللہ تعالیٰ کی ثنا بیان کرنے کے بعد حکم ہے کہ یہ دعاء پڑھیں:

((اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُه))[2]

"اے نبی ﷺ آپ پر اللہ تعالیٰ کا سلام' اس کی رحمتیں اور برکتیں نازل ہوں۔"

یہ درود وسلام رسول اللہ ﷺ پر مشرق ومغرب سے بھی پہنچ جاتا ہے جب ہم رسول اللہ ﷺ پر درود وسلام بھیجنا چاہیں تو ہمیں یوں کہنا چاہیے:

((اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرٰاهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ اِبْرٰاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ۔ مَجِيْدٌ اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى اِبْرٰهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ اِبْرٰاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَجِيْدٌ))[3]

"اے اللہ! محمد ﷺ اور آپ کی آل پر رحمتیں نازل فرما۔ جیسے تو نے ابراہیم اور ان کی آل پر رحمتیں نازل کیں۔ بے شک تو حمید ومجید ہے اور محمد اور آپ کی آل پر برکتیں نازل فرما جیسے تو نے ابراہیم اور انکی آل پر برکتیں نازل کیں۔ بے شک تو حمید ومجید ہے۔"

---

[1] سنن نسائی۔ کتاب السهو : باب التسليم على النبی ﷺ (حديث : ۱۲۸۳)

[2] صحيح بخاری۔ كتاب الاذان : باب التشهد فی الآخرة (حديث : ۸۳۱) صحيح مسلم۔ كتاب الصلاة۔ باب التشهد فی الصلاة (حديث : ۴۰۲)

[3] صحيح بخاری۔ كتاب احاديث الانبياء : باب ۱۰ (حديث : ۳۳۷۰) صحيح مسلم۔ كتاب الصلاة : باب الصلاة على النبی ﷺ بعد التشهد (حديث : ۴۰۸)

مسجد نبوی اور قبر مکرم کا احترام

رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں اور ابوبکر و عمر اور عثمان و علی رضی اللہ عنہم کے دور خلافت میں تمام مسلمان مسجد نبوی میں نماز پڑھتے اور دوران نماز رسول اللہ ﷺ پر درود و سلام بھیجتے تھے۔ اسی طرح مسجد میں داخل ہوتے اور نکلتے وقت بھی آپ پر صلوۃ و سلام کہا کرتے تھے۔ اور وہ اس بات کی ضرورت نہ سمجھتے تھے کہ قبر مکرم کے نزدیک جائیں یا قبر مکرم کی طرف منہ کریں یا مسجد میں بلند آواز سے سلام کہیں۔ بلکہ وہ مسجد نبوی میں آواز کو بلند کرنا مکروہ سمجھتے تھے جیسا کہ آج کل بعض حجاج مسجد نبوی میں آواز بلند کرتے ہیں علمائے کرام نے اسے بدعت کہا ہے۔

ایک دفعہ سیدنا عمر بن خطابؓ نے مسجد نبوی میں دو مسافروں کو دیکھا کہ ان کی آوازیں بلند ہیں۔ آپ نے ان کو بلا کر کہا: تمہیں معلوم نہیں کہ مسجد نبوی میں آواز کو بلند کرنا صحیح نہیں؟ اگر تم مدینے کے رہنے والے ہوتے تو میں تمہیں ضرور سزا دیتا۔ چنانچہ ان کو ان کی لاعلمی کی بنا پر چھوڑ دیا۔[1]

حجرہ مبارک کی تاریخ

رسول اکرم ﷺ جب دنیا سے تشریف لے گئے تو آپ کو ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ میں دفن کیا گیا۔ امہات المومنین رضی اللہ عنہن کے مکانات مسجد کے مشرقی جانب بطرف قبلہ تھے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم کے آخری دور تک ان میں سے ایک مکان بھی مسجد نبوی کی توسیع کے پیش نظر تصرف میں نہ لایا گیا۔ ولید بن عبدالملک کی تخت نشینی کے تقریباً ایک سال بعد مسجد نبوی کی توسیع کے پیش نظر اس نے اپنے نائب عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کو لکھا کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے تمام مکانات کو خرید کر مسجد نبوی میں داخل کر دے۔ اس وقت امہات المومنین میں سے ایک بھی بقید حیات نہ تھیں۔ چنانچہ تمام مکانات کو خرید کر مسجد نبوی میں داخل کر دیا گیا۔ لیکن ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا حجرہ اپنی اصل شکل میں قائم

[1] صحیح بخاری۔ کتاب الصلاۃ: باب رفع الصوت فی المسجد (حدیث: ۴۷۰)

رہا' اس کا دروازہ ہمیشہ بند رہتا تھا۔ کسی شخص کے لیے ممکن نہ تھا کہ وہ درود وسلام یا دعاء وغیرہ کے لیے اندر جا سکے' ہاں ام المومنین رضی اللہ عنہا کی زندگی میں ممکن تھا۔

حجرات مبارک کو مسجد نبوی میں داخل کرنے سے تقریباً بیس تیس سال پہلے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت میں سیدۃ صدیقہ رضی اللہ عنہا وفات پا چکی تھیں۔

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بعد ان کے بیٹے یزید' ان کے بعد ابن زبیرؓ کا دور آیا' پھر عبدالملک بن مروان کی حکومت قائم ہوئی اور ان کی وفات کے بعد ان کے بیٹے ولید نے عنان حکومت سنبھالی۔ ان کی خلافت ۸۰ھ میں قائم ہوئی' اس وقت تک جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کے علاوہ تمام صحابہ وفات پا چکے تھے' حجرہ مبارک کو مسجد نبوی میں داخل کرنے سے دس سال پہلے ۷۸ھ میں جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی۔

ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہؓ کی زندگی میں بعض صحابہ کسی مسئلہ یا کسی حدیث کی تشریح کے لیے حجرہ مبارک میں چلے جایا کرتے تھے۔ اس وقت بھی وہ لوگ قبر مکرم کے پاس جانے کی ضرورت محسوس نہ کرتے اور نہ ہی کوئی شخص سلام و دعاء کے لیے داخل ہوتا۔

قبر مبارک کی ساخت

بعض افراد کی خواہش پر سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا قبروں کی زیارت کی اجازت دے دیتی تھیں۔ قبریں نہ تو بہت بلند تھیں اور نہ زمین سے ملی ہوئی تھیں' قبروں پر چھوٹی چھوٹی کنکریاں ڈالی ہوئی تھیں...... قبریں مسنم (کوہان نما) تھیں یا مسطح (زمین سے ملی ہوئی) تھیں؟...... اس میں اختلاف ہے البتہ بخاری کی روایت کے مطابق مسنم تھیں۔ چنانچہ سفیان التمار کا بیان ہے کہ انہوں نے قبر مکرم کو مسنم دیکھا ہے۔[1]

رسول اللہ پر سلام کا جواب اور ثواب

جس شخص کو حجرہ مبارک میں داخل ہونے کی سعادت حاصل ہو جاتی وہ آپ پر

[1] صحیح بخاری۔ کتاب الجنائز : باب ماجاء فی قبر النبی ﷺ و ابی بکر و عمر رضی اللہ عنہما (حدیث : ۱۳۹۰)

درود وسلام ضرور بھیجتا کیونکہ آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

((مَا مِنْ اَحَدٍ يُسَلِّمُ عَلَيَّ اِلَّا رَدَّ اللّٰهُ عَلَيَّ رُوْحِيْ حَتّٰى اَرُدَّ عَلَيْهِ السَّلَامَ))[1]

''اگر کوئی شخص مجھ پر سلام بھیجے گا تو اللہ تعالیٰ میرے جسم میں روح کو واپس کر دے گا[2] یہاں تک کہ میں اس کے سلام کا جواب دوں گا۔''

حجرہ مبارک میں داخل ہونے والے کے لیے ضروری ہے' کہ وہ آپ ﷺ پر سلام

---

[1] سنن ابی داؤد۔ کتاب المناسک : باب زیارۃ القبور (حدیث : ۲۰۴۱)

[2] مرنے کے بعد قبر کی زندگی کا دنیاوی زندگی سے کوئی تعلق نہیں یہ اخروی زندگی کی پہلی منزل ہے جیسا کہ ترمذی شریف میں رسول اللہ ﷺ کا فرمان ذی شان ہے۔

"ان القبر اول منزل من منازل الآخرة فان نجامنه فما بعد ايسر منه وان لم ينج منه فما بعده اشد منه ما رأيت منظرا قط الا والقبر افظع منه"

[ترمذی (۲۳۰۸) ابن ماجه (۴۲۶۷) زوائد مسند احمد ۱/ ۶۳ المستدرك على الصحيحين ۱/ ۳۷۱ السنن الكبرى بيهقى ۴/ ۵۶ تهذيب الكمال ۳/ ۱۴۸۔

بلا شبہ قبر آخرت کی منزلوں میں سے پہلی منزل ہے اگر اس سے نجات پا گیا تو اس کے بعد والی منزل اس سے آسان ہوگی اور اگر اس سے نجات نہ پائی تو اس کے بعد والی منزل اس سے زیادہ سخت ہوگی۔ اور میں نے قبر سے زیادہ خوفناک منظر کوئی نہیں دیکھا۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں ہے کہ "فجمع الله بين ريقى و ريقه فى آخر يوم من الدنيا و اول يوم من الآخرة" [صحيح البخارى : ۴۴۵۱]

اللہ تعالیٰ نے میرا لعاب دہن اور رسول اللہ ﷺ کا لعاب دہن جمع کر دیا جس دن آپ کی دنیاوی زندگی کا آخری دن اور اخروی زندگی کا پہلا دن تھا۔

ان ہر دو احادیث صحیحہ سے معلوم ہوا کہ مرنے کے بعد انسان کی آخرت کی منزل شروع ہو جاتی ہے۔ لہٰذا قبر کی زندگی اخروی زندگی کا پہلا زینہ ہے اس کا دنیوی زندگی کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے۔

اور اخروی معاملات پر ہمارا عقیدہ ہے اور جن کی کیفیت ہم سے مبہم ہے ہم اس پر اسی طرح ہی ایمان رکھتے ہیں۔ بعض لوگوں نے اس حدیث کی مختلف توجیہات اور مفاہیم بیان کیے ہیں جن کی قطعاً کوئی ضرورت نہیں ہے۔ (مبشر احمد ربانی)

کہے اور یہی وہ قریب والا سلام ہے جس کا جواب رسول اللہ دیتے ہیں' لیکن وہ سلام جو حجرہ کے باہر نماز کے اندر' یا کسی دور دراز مقام سے کہا جائے تو ایسے درود و سلام کے بارے میں آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

''جو شخص مجھ پر ایک مرتبہ درود و سلام کہتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر دس دفعہ رحمت بھیجتا ہے۔''[1]

اور یہی وہ سلام ہے جس کا ہر مسلمان مکلّف ہے۔ رہا قبر کے پاس جا کر سلام کہنا' تو یہ ہر مؤمن کی قبر پر کہا جاتا ہے اور یہ رسول اکرم ﷺ کے لیے ہی خاص نہیں۔ البتہ ہر جگہ اور ہر مقام سے سلام کہنا صرف رسول اللہ ﷺ کا خاصہ ہے جس کے بارے میں رب کریم نے اپنے مؤمن بندوں سے کہا ہے کہ وہ آپؐ پر دورد و سلام بھیجیں:

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَسَلَّمَ تَسْلِيْمًا

امہات المومنین رضی اللہ عنہن کے تمام مکانات مسجد کے مشرقی جانب قبلہ رخ واقع تھے۔

آپ کا ارشاد ہے:

((مَا بَيْنَ بَيْتِي وَمِنْبَرِي رَوْضَةٌ مِنْ رِيَاضِ الْجَنَّةِ))[2]

''میرے گھر اور منبر کے درمیان والی جگہ جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے۔''

بعض روایات میں قبری کا لفظ مروی ہے جو صحیحین میں نہیں ہے اور اس لحاظ سے بھی یہ لفظ صحیح معلوم نہیں ہوتا کہ اس وقت تو قبر مکرم کا وجود ہی نہ تھا۔

مسجد الحرام اور مسجد نبوی میں نماز پڑھنے کی فضیلت

مسجد مدینہ کی فضیلت خود رسول اکرم ﷺ کی وجہ سے ہے' کیونکہ آپ ہی نے

---

[1] صحيح مسلم۔ كتاب الصلاة : باب الصلاة على النبي ﷺ بعد التشهد (حديث : ۴۰۸)

[2] صحيح بخاري۔ كتاب الرقاق : باب في الحوض (حديث : ۶۵۸۸) صحيح مسلم۔ كتاب الحج : باب فضل ما بين قبره ﷺ و منبره (حديث : ۱۳۹۰)

اسے تعمیر فرمایا اور تقویٰ پر اس کی بنیاد رکھی۔ صحیحین کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ فرماتے ہیں:

((صَلٰوةٌ فِی مَسْجِدِیْ هٰذَا خَیْرٌ مِّنْ اَلْفِ صَلٰوةٍ فِیْمَا سِوَاهُ مِنَ الْمَسَاجِدِ اِلَّا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ))[1]

"میری اس مسجد میں نماز ادا کرنا دوسری مساجد سے ایک ہزار درجہ زیادہ ثواب رکھتا ہے سوائے مسجد الحرام کے۔"

اور جمہور علماء کا مسلک یہ ہے کہ مسجد الحرام تمام مساجد سے افضل ہے' اس میں ایک نماز کا ثواب ایک لاکھ نماز کے برابر ہے۔

جیسے کہ امام احمد اور امام نسائی وغیرہما نے جید سند سے روایت کیا ہے۔[2]

فرضیت حج کی تاریخ

مسجد الحرام کو آپ ﷺ اور ابراہیم علیہ السلام کی وجہ سے فضیلت حاصل ہوئی' کیونکہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے بیت اللہ کی تعمیر کی اور پھر اللہ تعالیٰ کے حکم سے لوگوں کو حج کی دعوت دی۔ البتہ حج کو فرض قرار نہ دیا اسی بنا پر ابتدائے اسلام میں حج فرض نہ تھا۔ بلکہ حج کی فرضیت اسلام کے آخری احکام میں ہوئی۔ صحیح بات یہ ہے کہ جس سال سورۃ آل عمران نازل ہوئی اور اہل نجران کا وفد آیا اسی سال حج فرض ہوا' اور یہ واقعہ ۹ھ یا ۱۰ھ کا ہے۔

جن علماء نے حج کی فرضیت ۶ھ میں لکھی ہے انہوں نے سورۃ البقرہ کی آیت وَاَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلّٰهِ سے استدلال کیا ہے۔ لیکن مفسرین کے نزدیک یہ آیت صلح

---

[1] صحیح بخاری۔ کتاب فضل الصلاۃ فی مسجد مکۃ والمدینۃ : باب فضل الصلاۃ فی مسجد مکۃ والمدینۃ (حدیث : ۱۱۹۰)۔ صحیح مسلم۔ کتاب الحج۔ باب فضل الصلاۃ بمسجدی مکۃ والمدینۃ (حدیث : ۱۳۹۴)

[2] مسند احمد (۳/ ۳۴۳) سنن ابن ماجہ۔ کتاب اقامۃ الصلوات باب ماجاء فی فضل الصلاۃ فی المسجد الحرام و مسجد النبی ﷺ (حدیث : ۱۴۰۶)

حدیبیہ والے سال نازل ہوئی تھی۔ اس آیت کریمہ میں اتمامِ حج کا حکم ہے فرضیتِ حج ثابت نہیں ہوتی۔

بیت اللہ کو سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے تعمیر کیا اور پھر لوگوں کو اس کا حج کرنے کی دعوت دی۔ اور رسول اکرم ﷺ نے بیت اللہ کو مشرکین کے قبضہ سے آزاد کرایا اور پھر ہر صاحب استطاعت پر حج فرض قرار دیا۔ ان ہی وجوہات کی بنا پر بیت اللہ کو دوہری فضیلت حاصل ہوئی۔

چنانچہ اطراف عالم سے لوگ جوق در جوق حج کرنے کی نیت سے بیت اللہ آنا شروع ہوئے۔ پس رسول اللہ ﷺ کی وجہ سے بیت اللہ میں اللہ کی عبادت اس قدر زیادہ شروع ہوئی کہ اس سے پہلے اس کا عشر عشیر بھی نہ تھی۔ اور انتہائی پروقار، عظمت اور پراخلاص طریقے سے اللہ کی عبادت جاری ہوئی۔

قبر پرستوں پر اللہ کی لعنت

ام المومنین سیدہ عائشہ ؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے مرض الموت میں فرمایا:

((لَعَنَ اللّٰهُ الْيَهُوْدَ وَالنَّصَارٰى اتَّخَذُوْا قُبُوْرَ اَنْبِيَائِهِمْ مَسَاجِدَ يُحَذِّرُ مَا صنعوا))[1]

"اللہ تعالیٰ نے یہود و نصاریٰ پر اس لیے لعنت کی کہ انہوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو عبادت گاہ بنا لیا تھا۔ رسول اللہ ﷺ ان کے اس عمل بد سے ڈرا رہے تھے۔

حجرہ مبارک میں قبر کی حکمت

آپ ؓ مزید فرماتی ہیں:

---

[1] صحیح بخاری، کتاب الجنائز : باب ما یکرہ من اتخاذ المساجد علی القبور (حدیث : ۱۳۳۰) صحیح مسلم۔ کتاب المساجد : باب النھی عن بناء المساجد علی القبور (حدیث : ۵۲۹)

((وَلَوْ لَا ذٰلِكَ لَأُبْرِزَ قَبْرُه وَلٰكِنْ كَرِهَ اَنْ يَّتَّخِذَ مَسْجِدًا))[1]

”اگر یہ خدشہ نہ ہوتا تو آپ کی قبر مکرم ظاہر کر دی جاتی لیکن آپ نے اسے پسند نہیں کیا کہ آپ کی قبر عبادت گاہ بنے۔“

قبروں کے پاس عبادت سے ممانعت

صحیح مسلم کی روایت کے مطابق آپ ﷺ نے اپنی وفات سے پانچ روز قبل فرمایا تھا:

((اِنَّ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ كَانُوْا يَتَّخِذُوْنَ الْقُبُوْرَ مَسَاجِدَ اَلَا فَلَا تَتَّخِذُوا الْقُبُوْرَ مَسَاجِدَ فَاِنِّيْ اَنْهَاكُمْ عَنْ ذٰلِكَ))[2]

”تم سے پہلے لوگ قبروں کو عبادت گاہ بنا لیا کرتے تھے خبردار! تم قبروں کو مساجد نہ بنا لینا' میں تم کو اس سے منع کر رہا ہوں۔“

صحیح مسلم میں مندرجہ ذیل الفاظ بھی مروی ہیں:

((لَا تَجْلِسُوْا عَلَى الْقُبُوْرِ وَلَا تُصَلُّوْا اِلَيْهَا))[3]

”نہ تو قبر کے پاس مجاور بن کر بیٹھنا۔ اور نہ قبر کی طرف منہ کر کے نماز ہی پڑھنا۔

قبر پرستی اور شرک کی تاریخ

ان روایات سے معلوم ہوا کہ قبور کو عبادت گاہ بنانے اور ان کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے سے منع کیا گیا ہے اور یہود و نصارٰی پر اس لیے لعنت کی گئی کہ انہوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو عبادت گاہ بنا لیا تھا۔ اور اسی وجہ سے قوم نوح میں شرک کی وبا پھیلی۔ قوم

[1] صحیح بخاری و صحیح مسلم (حوالہ سابق)

[2] صحیح مسلم۔ کتاب المساجد۔ باب النھی عن بناء المسجد علی القبور (حدیث : ۵۳۲)

[3] صحیح مسلم۔ کتاب الجنائز : باب النھی عن الجلوس علی القبور والصلاۃ الیھا (حدیث : ۹۷۲)

نوح کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَدًّا وَّلَا سُوَاعًا ۙ وَّلَا يَغُوثَ وَيَعُوقَ وَنَسْرًا ۝ وَقَدْ أَضَلُّوا كَثِيرًا ۝﴾

(نوح: ۷۱/ ۲۳)

"انہوں نے کہا "ہرگز نہ چھوڑو اپنے معبودوں کو اور نہ چھوڑو ود اور سواع کو اور نہ یغوث اور یعوق اور نسر کو' اور وہ بہت سے لوگوں کو گمراہ کر چکے ہیں۔"

سلف امت میں سے سیدنا ابن عباسؓ اور بعض دیگر اکابر علماء کا قول ہے کہ: "ود' سواع' یغوث' یعوق اور نسر وغیرہ قوم نوح میں صالح اور دیندار افراد تھے' جب وہ فوت ہوگئے تو لوگ ان کی قبروں پر مجاور بن کر بیٹھ گئے پھر کچھ عرصہ بعد ان کی تصاویر بنا لیں۔ اور پھر کچھ عرصہ گذر جانے کے بعد ان کی پرستش شروع ہوگئی۔"[1]

اپنی قبر کے بارہ رسول اللہ کی دعاء

رسول اللہ ﷺ نے نصیحت کرتے ہوئے امت کو آگاہ فرمایا کہ کہیں وہ بھی مشرکین اور اہل کتاب کی طرح شرک میں گرفتار نہ ہو جائیں۔ چنانچہ قبور کو عبادت گاہ بنانے سے منع فرمایا۔ قبروں کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے سے روکا۔ نیز طلوع اور غروب آفتاب کے وقت نماز ادا کرنے سے بھی منع فرمایا' تاکہ کفار سے مشابہت پیدا نہ ہو۔ چنانچہ ولید بن عبدالملک کی خلافت میں جب حجرہ مبارک مسجد نبوی میں داخل کیا گیا تو حجرہ کے گرد ایک دیوار چن دی گئی تاکہ قبر مکرم تک کوئی شخص نہ پہنچ سکے۔ موطا امام مالک کی روایت کے مطابق رسول اللہ ﷺ نے دعاء فرمائی تھی کہ:

((اَللّٰهُمَّ لَا تَجْعَلْ قَبْرِيْ وَثَنًا يُّعْبَدُ اشْتَدَّ غَضَبُ اللّٰهِ عَلٰى قَوْمٍ اتَّخَذُوْا قُبُوْرَ اَنْبِيَائِهِمْ مَّسَاجِدَ))[2]

"اے اللہ! میری قبر کو وثن معبود نہ بننے دینا کہ اس کی پوجا ہونے لگے' اس قوم پر اللہ

---

[1] صحیح بخاری۔ کتاب التفسیر: سورۃ نوح (حدیث: ۴۹۲۰)

[2] موطا امام مالک (۱/ ۱۷۲) کتاب قصر الصلاۃ فی السفر۔ مسند احمد (۲/ ۲۴۶)

تعالیٰ کا غضب سخت ہو جاتا ہے جو اپنے انبیاء کی قبروں کو عبادت گاہ بنا لیتی ہے۔"

الحمد للہ کہ رب کریم نے آپ ﷺ کو شرف قبولیت بخشا اور آپ کی قبر کو وثن بننے سے محفوظ رکھا۔ جیسا کہ عام قبور کو وثن بنا لیا گیا ہے۔ اگر یہ کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا کہ جب سے حجرہ کے گرد چار دیواری تعمیر ہوئی کسی کے لیے ممکن نہیں رہا کہ وہ اندر داخل ہو سکے۔ اگرچہ حجرہ کے گرد چار دیواری سے پہلے بھی اندر داخل ہو کر اس طریقے سے درود وسلام کہنا ممکن نہ تھا جیسا کہ عام قبور پر بدعات کا دور دورہ ہے۔ اسی طرح جاہل لوگ حجرہ مبارک کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے ہیں' اپنی آوازوں کو بلند کرتے ہیں اور غیر شرعی اور ممنوع کلام کرتے ہیں۔ مگر یہ سب کچھ قبر مکرم کے نزدیک نہیں بلکہ حجرہ کے باہر ہو رہا ہے۔ کیونکہ رب کریم نے رسول کریم کی دعاء کو ایسا شرف قبولیت بخشا ہے کہ اب کوئی شخص قبر مکرم تک پہنچ ہی نہیں سکتا کہ وہاں جا کر درود وسلام یا شرکیہ اعمال کر سکے۔ جیسا کہ دوسرے انبیاء وصلحاء کی قبور کو وثن بنا لیا گیا ہے۔

ام المومنین کی زندگی میں کسی کو جرأت نہ تھی کہ بجز آپ سے (علمی استفادے کے) اندر داخل ہو سکے اور نہ ہی کسی کے لیے ممکن تھا کہ وہ قبر مکرم کے پاس جا کر غیر شرعی عمل کر سکے' جب سیدہؓ کی وفات ہوگئی تو حجرہ مبارک کا دروازہ بند کر دیا گیا اور حجرہ کے چاروں طرف ایک دیوار چن دی گئی' تاکہ آپ کا گھر میلہ گاہ اور قبر وثن یعنی عبادت گاہ نہ بن جائے۔

یہ بھی معلوم رہے کہ اہل مدینہ مسلمان تھے اور مدینہ منورہ میں غیر مسلم داخل نہیں ہو سکتا تھا اور سب کے سب رسول اکرم ﷺ کی عزت وتوقیر کرتے تھے۔ قبر مکرم کے پاس نماز' دعاء اور درود وسلام سے اس لیے منع کر دیا گیا کہ قبر مکرم کی اہانت نہ ہو۔ بلکہ یوں کہنا چاہئے کہ قبر مکرم کو وثن اور حجرہ مبارک کو عید گاہ بننے سے محفوظ کر دیا گیا ہے۔ جیسا کہ اہل کتاب یہود ونصاریٰ نے اپنے انبیاء کی قبروں کے ساتھ کیا تھا۔ قبر مکرم پر موٹی موٹی ریت ڈال دی گئی ہے۔ قبر مکرم پر نہ تو کوئی پتھر ہے اور نہ لکڑی وغیرہ اور نہ ہی وہ مٹی وغیرہ

سے لپی ہوئی ہے۔ جیسا کہ دوسری عام قبور کے ساتھ جاہل عقیدت مند کرتے ہیں۔

چونکہ رسول کریم ﷺ نے رب کریم سے دعاء کی تھی کہ ان کی قبر کو وثن (معبود و عبادت گاہ) نہ بننے دینا۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی دعاء کو ایسا قبول فرمایا کہ آپ کی قبر مکرم تک پہنچنا ناممکن بنا دیا گیا ہے اور قبر مکرم ایسی قبور کی طرح نہیں ہے جن کو عبادت گاہ بنا لیا گیا ہو یا بنایا جا سکتا ہو۔

مذکورہ دعاء کی اہمیت وضرورت [1]

پہلی امتوں میں سے کوئی امت اگر بدعت و گمراہی میں ڈوب جاتی تو اللہ تعالیٰ کسی نئے نبی کو مبعوث فرما دیتا جو ان کو راہ راست پر لے آتا' لیکن رسول اکرم خاتم الانبیاء ہیں' آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آ سکتا' اس لیے اللہ نے امت محمدیہ کو اجتماعی طور پر گمراہ ہونے سے محفوظ کر رکھا ہے اور اسی طرح قبر مکرم وثن بننے سے محفوظ ہے۔ اگر اللہ نہ کرے آپ کی قبر (معبود) بن جاتی تو آپ کے بعد کوئی نبی نہیں جو امت کو اس سے روک سکتا۔ پہلی امتوں میں عام طور پر ایسے ہی لوگ غالب آئے تھے جو مشرکانہ رسوم و آداب کی پیروی کرتے تھے۔ اسی لیے آپ نے پیش گوئی فرما دی کہ ''آپ کی امت میں سے ایک گروہ ہمیشہ حق پر قائم رہے گا جو شخص ان کی مخالفت یا ان کی توہین کا ارادہ کرے گا وہ انہیں تکلیف نہیں پہنچا سکے گا۔''[1] چنانچہ اہل بدعت کے لیے یہ ممکن ہی نہیں کہ وہ قبر مکرم پر ایسی بدعات کر سکیں جو دوسرے انبیاء کی قبروں پر روا رکھی گئی ہیں۔

قبر مبارک پر درود وسلام پڑھنے کا طریقہ

ہم نے کسی دوسرے رسالے میں مناسک حج کی تفصیلات بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ مسجد نبوی کی طرف سفر کرنا اور قبر مکرم کی زیارت ایک مستحب عمل ہے جسے تمام ائمہ اسلام تسلیم کرتے ہیں لیکن جہاں تک اس مسئلے کا تعلق ہے کہ درود و سلام پڑھتے وقت

---

[1] صحیح بخاری۔ کتاب المناقب : باب (۲۸) (حدیث : ۳۶۴۱) صحیح مسلم۔ کتاب الامارۃ : باب قولہ ﷺ ''لا تزال طائفۃ من امتی ظاہرین'' (حدیث : ۱۹۲۰۔ ۱۹۲۲)

انسان کو قبلہ رخ ہونا چاہئے یا وہ اپنا چہرہ حجرہ مبارک کی طرف رکھے؟ اس میں ائمہ کرام دو صورتیں نقل کرتے ہیں:

پہلی صورت: یہ کہ حجرہ مبارک کی طرف منہ کر کے درود و سلام پڑھنا چاہئے۔ اکثر علماء کا قول یہی ہے سیدنا امام مالک رحمہ اللہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا ایک قول تو یہ ہے کہ قبلہ رخ ہو کر اس حالت میں سلام کرے کہ حجرہ مبارک بائیں ہاتھ ہو۔

دوسری صورت: دوسرا قول یہ ہے کہ حجرہ مبارک پیچھے ہو۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جب تک حجرہ مبارک مسجد نبوی ﷺ سے باہر رہا اور صحابہ کرام وہاں درود و سلام پڑھتے رہے۔ اس وقت کسی کے لیے ممکن ہی نہیں تھا کہ وہ حجرہ مبارک کی طرف رخ کرے اور کعبہ کی طرف پشت ہو جیسا کہ حجرہ مبارک کے مسجد میں شامل ہونے کے بعد ممکن ہوا۔ بلکہ اس وقت صورت یہ تھی کہ اگر منہ قبلے کی طرف کرتے تھے تو حجرہ مبارک انسان کے بائیں ہاتھ ہوتا تھا۔ چنانچہ اس وقت صحابہ کرام حجرہ مبارک کی طرف منہ اور مغرب کی جانب پشت کر کے درود و سلام پڑھتے تھے۔ تو اس صورت میں پہلا قول راجح ہے۔ اور اگر دوسری صورت پر عمل کرے تو دوسرا قول راجح ہوگا۔

مسجد نبوی اور قبر مبارک کی زیارت

مسجد نبوی کی زیارت کے لیے جو سفر کیا جائے وہ مستحب ہے۔ چنانچہ اس سفر میں تمام ائمہ کرام کے نزدیک نماز قصر کرنا ضروری ہے۔ کسی امام سے پوری نماز پڑھنا منقول نہیں اور نہ ہی کسی امام سے منقول ہے کہ مسجد نبوی کی زیارت کے لیے سفر کرنا ممنوع ہے۔ مسجد نبوی کی زیارت کرنے والے کو قبر مکرم کی زیارت بھی ہو جائے گی۔ اگر ہم یہ کہیں تو بے جا نہ ہوگا کہ قبر مکرم کی زیارت افضل ترین عمل ہے۔ اس بارے میں میری یا کسی دوسرے عالم کی تحریر سے اس کی نفی ثابت نہیں ہے۔ انبیاء کرام صالحین امت رحمہم

اللہ اور دیگر افراد کی قبروں کی زیارت کی شرعی حیثیت مسلم ہے بلکہ ہم نے زیارت قبور کو مستحب قرار دیا ہے۔ اور خود رسول اللہ ﷺ جنت البقیع اور شہدائے احد کی قبروں کی زیارت کے لیے تشریف لے جاتے تھے۔

زیارت القبور کی دعاء

نیز صحابہ کو قبرستان میں جا کر مندرجہ ذیل دعاء پڑھنے کی تلقین فرماتے تھے:

((اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ اَهْلَ الدِّيَارِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُسْلِمِيْنَ وَاِنَّا اِنْ شَآءَ اللّٰهُ بِكُمْ لَاحِقُوْنَ۔ وَيَرْحَمُ اللّٰهُ الْمُسْتَقْدِمِيْنَ مِنَّا وَمِنْكُمْ وَالْمُسْتَاْخِرِيْنَ وَنَسْاَلُ اللّٰهَ لَنَا وَلَكُمُ الْعَافِيَةَ۔ اَللّٰهُمَّ لَا تَحْرِمْنَا اَجْرَهُمْ وَلَا تَفْتِنَّا بَعْدَهُمْ وَاغْفِرْلَنَا وَلَهُمْ))[1]

"اے مسلمانو اور مومنو!...... تم پر اللہ کی طرف سے سلامتی ہو' ہم بھی ان شاء اللہ تم سے ملنے والے ہیں' اللہ تم پر اور ہم سب پر رحم فرمائے۔ ہم اپنے اور تمہارے لیے اللہ سے عافیت کی دعاء کرتے ہیں۔ اے اللہ کریم!...... ان کے اجر سے ہمیں محروم نہ کرنا اور ان کے بعد ہمیں کسی آزمائش میں مبتلا نہ کر دینا۔ اے اللہ!...... ان کو اور ہم سب کو معاف فرما۔"

قبر مبارک کی زیارت اور درود وسلام

جب عام لوگوں کی قبروں کی زیارت شریعت اسلامیہ میں مُسلّم ہے تو انبیاء اور صالحین امت رحمہم اللہ کی قبروں کی زیارت بالاولیٰ ثابت ہوگی۔ لیکن رسول اللہ ﷺ کے بارے میں ہمیں حکم ہے کہ ہم نماز' اذان مسجد نبوی اور دیگر تمام مساجد میں داخل ہوتے اور نکلتے وقت نیز ہر دعاء مانگتے ہوئے رسول اللہ ﷺ پر درود وسلام کہیں۔ پس ہر وہ شخص جو مسجد نبوی میں داخل ہو اس پر لازم ہے کہ رسول اللہ ﷺ پر درود وسلام بھیجے۔

---

[1] صحیح مسلم۔ کتاب الجنائز : باب ما یقال عند دخول القبور والدعاء لاھلھا (حدیث : ۹۷۴۔ ۹۷۵)

مسجد نبوی ﷺ کی زیارت کے لیے سفر کرنا مشروع ہے' لیکن علماء نے آپ کی مسجد اور دیگر مقامات کے درمیان فرق کو ملحوظ رکھا ہے حتیٰ کہ امام مالک رحمہ اللہ سے "زرت قبر النبی" کہنے کی کراہت منقول ہے۔ کیونکہ قبرستان کی زیارت کا مقصد وحید یہ ہے کہ انسان اہل قبور کے لیے دعاء اور سلام کہے اور یہ وظیفہ نماز پڑھتے ہوئے' مسجد میں داخل ہوتے اور نکلتے وقت' اذان اور دعاء کرتے وقت رسول اللہ ﷺ پر درود و سلام بھیج کر پورا ہو جاتا ہے۔ پس ہر شخص کو دعاء کرتے وقت رسول اللہ ﷺ پر درود و سلام کہنا مسنون و مستحب ہے' کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مؤمنوں کی جانوں سے بھی زیادہ مؤمنوں کو عزیز ہیں۔ چنانچہ ہر نمازی اپنے اور تمام صالحین بندوں پر سلام کہنے سے پہلے رسول اللہ ﷺ پر درود و سلام کہتا ہے کہ:

((اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُه۔ اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِيْنَ))

"اے نبی آپ پر سلام ہو۔ اللہ کی رحمتیں اور اس کی برکتیں نازل ہوں' اللہ کا سلام ہم پر اور اللہ کے تمام صالح بندوں پر ہو۔"

قبر مکرم کے سوا کسی بھی قبر کے نزدیک کوئی ایسی مسجد نہیں جس کی زیارت کے لیے رخت سفر باندھنا مستحب ہو۔ البتہ قبر مکرم کی زیارت کرنا درست ہے جیسے عام قبرستان میں جانا جائز ہے۔

سفر زیارت کی محدودیت

مسجد نبوی' مسجد الحرام اور مسجد اقصیٰ یہ تین مساجد ایسی ہیں جن کی زیارت کے لیے (خاص طور پر نیت کر کے سپیشل) سفر کرنا مسنون ہے' ان کے علاوہ کسی بھی مسجد کی زیارت کے لیے سفر کرنا ممنوع ہے۔

مقابر کی شرعی اور غیر شرعی زیارت میں جو اہم فرق ہے اسے ہمیشہ ملحوظ خاطر رکھنا ضروری ہے۔ جیسے انبیاء اور صالحین کی قبروں کو سجدہ گاہ بنالینا یا قبر کی طرف منہ کر کے نماز

پڑھنا' یا کسی قبر کو معبود بنا لینا اور پوجا پاٹ کے لیے خاص کر لینا۔ صحیحین میں مروی حدیث میں ارشاد نبوی ہے کہ:

((لَا تُشَدُّ الرِّحَالُ اِلَّا اِلٰی ثَلَاثَةِ مَسَاجِدَ الْمَسْجِدُ الْحَرَامُ وَ مَسْجِدِیْ هٰذَا وَالْمَسْجِدُ الْاَقْصٰی))[1]

''تین مساجد کے علاوہ کسی مسجد کی زیارت کے لیے رخت سفر نہ باندھا جائے یعنی ① مسجد الحرام ② مسجد نبوی اور ③ مسجد اقصیٰ۔''

ایک دفعہ کا ذکر ہے سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کوہِ طور پر تشریف لے گئے' جہاں سیدنا موسیٰ بن عمران علیہ السلام سے اللہ تعالیٰ ہم کلام ہوتے تھے۔ واپسی پر بصرہ بن ابوبصرہ الغفاریؓ سے ملاقات ہوئی' تو آپ نے کہا: ''اگر مجھے پہلے علم ہو جاتا تو آپ وہاں ہرگز نہ جا سکتے۔ کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ:

((لَا تُعْمَلُ الْمَطِیُّ اِلَّا اِلٰی ثَلَاثَةِ مَسَاجِدَ۔ الْمَسْجِدُ الْحَرَامُ وَ مَسْجِدِیْ هٰذَا وَ مَسْجِدُ بَيْتِ الْمَقْدِسِ))[2]

''تین مساجد کے علاوہ کسی مسجد کے لیے سواری کو نہ چلایا جائے۔ یعنی ① مسجد الحرام ② میری یہ مسجد (یعنی مسجد نبوی) اور ③ مسجد بیت المقدس۔''

یہ تین مساجد ایسی ہیں جن کی طرف عبادت کے لیے خصوصی سفر زیارت و تبرک کرنا مسنون ہے۔ جیسے نماز پڑھنا' قرآن کریم کی تلاوت کرنا' ذکر و اذکار میں مشغول رہنا' دعاء و اعتکاف کرنا' ان مساجد ثلاثہ میں سے صرف مسجد الحرام کا طواف مسنون ہے۔ جو شخص ان تین مساجد کے علاوہ کسی اور مسجد میں (بغیر اس کے کہ وہ خاص طور پر اسی مسجد میں

---

[1] صحیح بخاری۔ کتاب فضل الصلاۃ فی مسجد مکۃ والمدینۃ : باب فضل الصلاۃ فی مسجد مکۃ والمدینۃ (حدیث : ۱۱۸۹)۔ صحیح مسلم۔ کتاب الحج : باب فضل المساجد الثلاثۃ (حدیث : ۱۳۹۷)

[2] سنن نسائی۔ کتاب الجمعۃ : باب ذکر الساعۃ التی یستجاب فیها الدعاء یوم الجمعۃ (حدیث : ۱۴۳۱)

عبادت کے لیے سفر کر کے آیا ہو) نماز پڑھے تو اس کا یہ عمل بھی صحیح احادیث کی روشنی میں تمام اعمال سے افضل ترین عمل شمار ہوگا۔ جیسے کہ صحیحین میں رسول اللہ ﷺ کا ارشاد منقول ہے:

((مَنْ تَطَهَّرَ فِی بَیْتِه ثُمَّ خَرَجَ اِلَی الْمَسْجِدِ كَانَتْ خُطُوَاتُه اِحْدَاهَا تَحُطُّ خَطِیْئَةً وَالْاُخْرٰی تَرْفَعُ دَرَجَةً[1] وَالْعَبْدُ فِی صَلٰوةٍ مَا دَامَ یَنْتَظِرُ الصَّلَاةَ وَالْمَلَائِكَةُ تُصَلِّیْ عَلٰی اَحَدِكُمْ مَا دَامَ یحدث))[2]

”جو شخص اپنے گھر میں پاکیزگی حاصل کر کے مسجد کی طرف جائے تو اس کے ایک قدم پر ایک گناہ مٹ جاتا ہے اور دوسرے قدم پر ایک درجہ بلند ہوتا ہے۔ اور جب تک بندہ نماز کے انتظار میں رہتا ہے اسے نماز ادا کرنے کا ثواب ملتا رہتا ہے۔ اور جب تک بندہ جائے نماز پر بیٹھا رہتا ہے فرشتے اس کے لیے رحمت کی یوں دعاء کرتے رہتے ہیں۔ کہ ”اے اللہ!..... اسے بخش دے اس پر رحم فرما۔“ (وہ یہ دعائیں اس وقت تک کرتے رہتے ہیں) جب تک وہ بے وضوء نہ ہو۔“

لیکن اگر کوئی شخص ایک شہر سے دوسرے شہر اس نیت سے سفر کرے کہ وہاں کوئی مسجد ہے۔ جیسے دمشق سے مصر یا کسی دور دراز شہر سے مسجد قباء کی زیارت کے لیے رخت سفر باندھے تو ایسا سفر باتفاق ائمہ اربعہ غیر مشروع ہے۔ اور اگر ایسے سفر کی نذر مان لے تو اس کا پورا کرنا باتفاق ائمہ اربعہ لازم نہ ہوگا۔ صرف لیث بن سعد کا ایک ضعیف سا قول منقول ہے کہ ایسی نذر کو پورا کرنا چاہیے۔ امام مالک رحمہ اللہ کے اصحاب میں سے صرف ابن

[1] صحیح مسلم۔ کتاب المساجد : باب المشی الی الصلاۃ تمحی به الخطایا و ترفع به الدرجات (حدیث : ۶۶۶) وانظر الحدیث الآتی

[2] صحیح بخاری۔ کتاب الاذان : باب فضل صلاۃ الجماعۃ (حدیث : ۶۴۷) صحیح مسلم۔ کتاب المساجد : باب فضل الصلاۃ المکتوبة فی جماعة (حدیث : ۶۴۹)

مسلمہ ؒ مسجد قباء کی طرف سفر کرنے کی نذر کو پورا کرنا ضروری خیال کرتے ہیں۔ البتہ جو شخص مدینہ منورہ جائے تو اس کے لیے مسجد قباء میں جا کر نماز پڑھنا مستحب ہے۔ کیونکہ مدینہ منورہ سے مسجد قباء جانے کو سفر شمار نہیں کیا جاسکتا۔ اس لیے کہ رسول اللہ ﷺ کا معمول تھا کہ آپ ہمیشہ ہفتہ کے دن کبھی پیدل اور کبھی سواری پر مسجد قباء تشریف لے جاتے اور وہاں دو رکعت نماز پڑھتے[1] اس سلسلے میں آپ کا ارشاد بھی ہے کہ:

((مَنْ تَطَهَّرَ فِي بَيْتِهِ ثُمَّ أَتَى مَسْجِدَ قُبَاءَ كَانَ لَهُ كَعُمْرَةٍ))[2]

''جو شخص اپنے گھر سے پاکیزگی حاصل کر کے مسجد قبا جائے تو اسے ایک عمرہ ادا کرنے کا ثواب ملتا ہے۔''

اسی طرح سعد بن ابی وقاصؓ اور عبداللہ بن عمرؓ فرمایا کرتے تھے کہ:

''مسجد قباء میں نماز پڑھنے کا اجر عمرہ کرنے کے برابر ہے۔''[3]

اگر کوئی شخص حج یا عمرہ کرنے کی نذر مان لے تو تمام علمائے امت کا اتفاق ہے کہ اسے یہ نذر پوری کرنی چاہیے۔

اگر کوئی شخص مسجد نبوی یا بیت المقدس جانے کی نذر مان لے تو ایسی نذر کے بارے میں علماء کے دو قول ہیں:

1. امام ابو حنیفہ ؒ اور امام شافعی ؒ کے ایک قول کے مطابق اس نذر کا پورا کرنا ضروری نہیں کیونکہ شریعت نے اسے واجب قرار نہیں دیا۔
2. امام مالک ؒ، امام احمد بن حنبل ؒ اور امام شافعی ؒ کے دوسرے قول کے

---

[1] صحیح بخاری۔ کتاب فضل الصلاۃ فی مسجد مکۃ والمدینۃ: باب اتیان مسجد قباء ماشیا و راکبا (حدیث: ۱۱۹۳) صحیح مسلم۔ کتاب الحج۔ باب فضل مسجد قباء و فضل الصلاۃ فیہ (حدیث: ۱۳۹۹)

[2] سنن نسائی۔ کتاب المساجد۔ باب فضل مسجد قباء والصلاۃ فیہ (حدیث: ۷۰۰) سنن ابن ماجہ۔ کتاب اقامۃ الصلوٰۃ: باب ماجاء فی الصلاۃ فی مسجد قباء (حدیث: ۱۴۱۲)

[3] مصنف ابن ابی شیبہ (۲/ ۳۷۳)

مطابق ایسی نذر کا پورا کرنا ضروری ہے کیونکہ یہ اللہ کی اطاعت ہے اور اطاعت الٰہی کے بارے میں صحیح بخاری میں رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ:

((مَنْ نَذَرَ اَنْ يُطِيعَ اللّٰهَ فَلْيُطِعه وَمَنْ نَذَر اَنْ يَعْصِىَ اللّٰهَ فَلَا يَعْصِه))[1]

''جس شخص نے اللہ کی اطاعت کی نذر مانی اسے اللہ کی اطاعت کرنی چاہئے۔ اور جس نے اللہ کی نافرمانی کی نذر مانی تو اسے اللہ کی نافرمانی نہیں کرنی چاہئے۔''

اگر کسی نے ان تین مساجد کے علاوہ کسی اور مسجد کی طرف سفر کرنے کی نذر مانی یا محض رسول اللہ ﷺ کی قبر مکرم یا کسی اور نبی ولی یا صالح انسان کی قبر کی زیارت کی نذر مانی تو باتفاق ائمہ اس نذر کا پورا کرنا لازم نہیں کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے اس قسم کے سفر کا حکم نہیں دیا۔ بلکہ فرمایا:

((لَا تُشَدُّ الرِّحَالُ اِلَّا اِلٰى ثَلَاثَةِ مَسَاجِدَ اَلْمَسْجِدُ الْحَرَامُ وَ مَسْجِدِىْ هٰذَا وَالْمَسْجِدُ الْاَقْصٰى))[2]

''تین مساجد کے علاوہ کسی مسجد کی طرف رخت سفر نہ باندھنا چاہئے یعنی مسجد الحرام، میری یہ مسجد اور مسجد اقصیٰ۔''

ہاں اس نذر کا پورا کرنا واجب ہے جس میں اطاعت رسول ﷺ ہو۔ امام مالک رحمہ اللہ اور کئی دوسرے ائمہ نے اس بات کی تصریح کی ہے کہ جو شخص مدینہ منورہ کا سفر کرنے کی نذر مانے اور اس کی نیت یہ ہو کہ وہ مسجد نبوی میں نماز ادا کرے گا تو وہ اپنی نذر کو پورا کرے اور اگر اس کی نیت مسجد میں نماز ادا کرنے کی بجائے صرف قبر مکرم کی زیارت ہے

[1] صحیح بخاری۔ کتاب الایمان والنذور : باب النذر فی الطاعة (حدیث : ۶۶۹۶، ۶۷۰۰)

[2] صحیح بخاری۔ کتاب فضل الصلاة فی مسجد مکة والمدینة : باب فضل الصلاة فی مسجد مکة والمدینة (حدیث : ۱۱۸۹)۔ صحیح مسلم۔ کتاب الحج : باب فضل المساجد الثلاثة (حدیث : ۱۳۹۷)

تو اسے اپنی نذر کا پورا کرنا ضروری نہ ہوگا۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ:

((لَا تَعْمَلُ الْمَطِيُّ اِلَّا اِلٰى ثَلَاثَةِ مَسْجِدَ))[1]

"تین مساجد کے علاوہ سواری کو نہ چلایا جائے۔"

المدونہ اور الجلاب[2] وغیرہ کتب سے بھی اس مسئلہ کی تائید ہوتی ہے۔ قاضی اسماعیل ابن اسحاق مبسوط میں اس پر بحث کرتے ہوئے امام مالک رحمہ اللہ کا قول نقل کرتے ہیں کہ

"جو مسجد نبوی میں جانے کی نذر مانے اسے اپنی نذر کو پورا کرنا چاہئے کیونکہ مسجد میں جانے کا مقصد نماز ادا کرنا ہی ہوتا ہے۔ اور جو شخص مدینہ منورہ جانے کی نذر مانے اور نیت یہ ہو کہ وہ مسجد نبوی میں نماز ادا کرے گا تو اسے اپنی نذر کو پورا کرنا چاہئے۔ اور اگر جنت البقیع یا شہدائے احد کی قبور کی زیارت مقصود ہے تو ایسے شخص کو اپنی نذر کا پورا کرنا ضروری نہیں کیونکہ مذکورہ تین مساجد کے علاوہ رخت سفر باندھنا مشروع نہیں ہے۔"

امام مالک رحمہ اللہ کے مندرجہ بالا قول کے بارے میں ائمہ اسلام میں سے کسی ایک نے بھی مخالفت نہیں کی بلکہ دوسرے ائمہ کی تحریرات سے امام موصوف کی تائید ہوتی ہے قبرستان کی زیارت کے لیے رخت سفر باندھنے کے بارے میں امام شافعی رحمہ اللہ اور امام احمد رحمہ اللہ کے اصحاب سے دو قول منقول ہیں ① یہ سفر حرام ہے ② جائز ہے۔

امام شافعی رحمہ اللہ اور امام احمد رحمہ اللہ کے متقدمین اصحاب کا کہنا یہ ہے کہ یہ سفر حرام ہے البتہ متاخرین اصحاب میں اختلاف پیدا ہوگیا تھا۔ اختلاف کی وجہ یہ تھی کہ حدیث "لا تُشَدُّ الرِّجَالُ" میں صیغہ خبر ہے جس کا معنی نہی کا ہے جس سے ثابت ہوا کہ یہ سفر حرام ہے۔

---

[1] سنن نسائي۔ كتاب الجمعة : باب ذكر الساعة التي يستجاب فيها الدعاء يوم الجمعة (حديث: ۱۴۳۱)

[2] المدونہ اور الجلاب فقہ مالکی کی مشہور کتب ہیں۔ (مترجم)

بعض نے کہا کہ: اس حدیث میں صیغہ نہی ہے جس کا معنی یہ ہوا کہ یہ سفر نہ مسنون ہے نہ واجب نہ مستحب بلکہ مباح ہے۔ یہ سفر ایسا ہی ہوگا جیسے بغرض تجارت کسی شہر کا سفر کیا جائے۔

ان کے جواب میں ہم یہ کہیں گے کہ بغرض تجارت سفر کرنے سے عبادت مقصود نہیں ہوتی بلکہ دینوی اغراض مدنظر ہوتے ہیں جو مباح ہیں بخلاف زیارت قبور کے۔ کہ زیارت قبور کا مقصد ہی عبادت ہوتا ہے۔ اور عبادت واجب یا مستحب عمل کے ذریعے ہی ہوسکتی ہے۔

جب یہ بات بالاتفاق ثابت ہوگئی کہ قبور کی زیارت کے لیے رخت سفر باندھنا واجب ہے نہ مستحب' تو جو شخص عبادت کے طور پر زیارت قبور کے لیے سفر کرتا ہے اسے مبتدع اور مخالف اجماع کہا جائے گا کیونکہ عبادت میں نئی باتیں پیدا کرنا جائز نہیں' ہاں! جس شخص کو علم نہ ہو اسے معذور سمجھا جائے گا۔ لیکن سنت طریقہ معلوم ہو جانے کے بعد اسے چاہیے کہ وہ سنت کی مخالفت نہ کرے اور نہ ہی کوئی ایسا عمل کرے جس سے آپ نے منع فرمایا ہے' جیسے طلوع اور غروب آفتاب کے وقت نماز پڑھنا یا عیدین کے دن روزہ رکھنا وغیرہ حالانکہ نماز اور روزہ افضل ترین اعمال میں سے ہیں۔ اگر علم ہونے سے پہلے کر لے تو گناہ گار نہ ہوگا۔ مسلمانوں کے تمام مکاتب فکر متفق ہیں کہ قبور کی زیارت کے لیے سفر کرنا مستحب نہیں ہے۔ نیز ائمہ اسلام میں سے کسی ایک سے بھی قبرستان کی طرف سفر کرنا مستحب منقول نہیں۔ ائمہ کے مقلدین میں سے اگر کسی نے ایسا کہا ہو تو بعید از قیاس نہیں۔ لیکن مجتہد ائمہ میں سے ایک نے بھی اسے مستحب نہیں کہا اور اگر بالفرض محال کسی امام سے یہ منقول بھی ہو تو اس سلسلے میں یہ تیسرا قول سمجھا جائے گا لیکن یاد رہے کہ یہ قول سنت اور اجماع صحابہ کے خلاف ہوگا۔

شام میں ابراہیم اور یوسف علیہما السلام کی قبریں اور صحابہ کا طرز عمل

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے دور خلافت اور اس

کے کافی عرصہ بعد تک کسی بھی صحابی سے ثابت نہیں کہ انہوں نے کسی نبی یا کسی صالح انسان کی قبر کی طرف رخت سفر باندھا ہو۔ شام میں ابراہیم علیہ السلام کی قبر معروف تھی لیکن کسی صحابی نے قبر خلیل کی زیارت کے لیے سفر نہیں کیا۔ صحابہ کرام بیت المقدس تشریف لے جاتے' وہاں نماز پڑھتے لیکن قبر خلیل کے نزدیک نہ جاتے۔ قبر خلیل اس وقت تو ظاہر بھی نہ تھی کیونکہ وہ اس مکان کے اندر تھی جسے سلیمان بن داودؑ نے بنایا تھا۔ اور نہ ہی قبر یوسف معروف تھی بلکہ اسے سن ہجری سے تین سو سال سے زیادہ عرصہ کے بعد ظاہر کیا گیا۔ اسی وجہ سے اس میں اختلاف واقع ہوا۔ اکثر اہل علم اس (قبر) کا انکار کرتے ہیں اور ان میں امام مالک رحمہ اللہ سرفہرست ہیں۔ صحابہ کرام نے کبھی بھی قبر خلیل کو معروف کرنے کی نیت سے سفر نہیں کیا۔ جب نصاریٰ نے شام پر قبضہ کیا تو انہوں نے اس مکان کو جس میں قبر خلیل تھی گرا کر وہاں کنیسہ بنا دیا۔ اور پھر جب مسلمانوں نے شام کو دوبارہ فتح کیا تو انہوں نے قبر خلیل کو کھلا رہنے دیا صحابہ کے دور میں قبر خلیل بالکل اسی طرح تھی جیسے قبر مکرم حجرہ میں تھی۔

قبر مبارک اور صحابہ کرام

صحابہ کرام میں ایک صحابی بھی ایسا نہیں ملتا جس نے مدینہ منورہ کا سفر اس نیت سے کیا ہو کہ وہاں قبر مکرم ہے' بلکہ صحابہ کرام کا معمول یہ تھا کہ وہ مسجد نبوی میں تشریف لاتے' نماز پڑھتے' تشہد میں' مسجد میں داخل ہوتے اور نکلتے وقت آپ پر درود وسلام پڑھتے۔ درآں حالیکہ رسول اکرم ﷺ سیدہ عائشہ صدیقہؓ کے حجرہ مبارک میں مدفون تھے۔ صحابہ کرام نہ تو حجرہ کے اندر داخل ہوتے اور نہ ہی باہر کھڑے ہوتے۔

قبر مبارک اور اہل یمن

سیدنا صدیق اکبر اور سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہما کے دور خلافت میں جب شام وعراق فتح ہوئے اور اور یمن کے وفود مدینہ منورہ آنے شروع ہوئے تو وہ بھی مسجد نبوی میں نماز پڑھتے اور ان میں ایک شخص بھی ایسا نہ تھا جو قبر مکرم کے قریب جاتا یا حجرہ مبارک کے اندر

داخل ہوتا یا حجرہ کے باہر مسجد میں کھڑا ہوتا بلکہ ہر آنے والا حجرے کے باہر ہی سے درود و سلام پڑھتا۔ انہی کے بارے میں رب ذوالجلال ارشاد فرماتا ہے:

﴿فَسَوْفَ يَأْتِي اللَّهُ بِقَوْمٍ يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّونَهُ﴾ (المائدہ: ۵/ ۵۴)

''عنقریب اللہ تعالیٰ ایسی قوم لائے گا جس سے وہ محبت کرے گا اور وہ قوم بھی اللہ سے محبت کرے گی۔''

فتویٰ کفر میں احتیاط کیجیے

اس مسئلہ میں سیدنا امام مالک رحمہ اللہ وغیرہ کا اعتماد ابن عمر رضی اللہ عنہما کا عمل ہے۔ بہر کیف کسی مسئلہ میں نصف مسلمان بھی ایک رائے رکھتے ہوں تو اس کی حیثیت دیگر نزاعی مسائل کی طرح ہوگی۔ کسی کی ذاتی رائے کو دین قرار دیا جائے اور اس کے مخالفین کو مستوجب سزا سمجھا جائے۔ اور ان کی تکفیر کی جائے' تو یہ بات مسلمانوں کے اجماع کے خلاف ہے۔

اب اس مسئلہ مذکورہ میں رسول اکرم ﷺ کی مخالفت کرنے والا اگر (دوسروں پر) کفر کا فتویٰ لگائے تو حق تو یہ ہے کہ آپ ﷺ کی سنت' اجماع صحابہ اور علماء امت کا مخالف دراصل کافر ہے۔ ہم اس میں' یا دیگر مسائل میں غلطی کی وجہ سے کسی مسلمان کو کافر قرار نہیں دیتے' لیکن اگر بالفرض خطاء کار کی تکفیر کی بھی جائے تو کتاب و سنت اور اجماع صحابہ و اجماع علماء امت کا مخالف...... کتاب و سنت و صحابہ کرام امت کے سلف صالحین ائمہ عظام کی پیروی کرنے والے کی نسبت کفر کا زیادہ حقدار ہے۔ ائمہ کرام ہی نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زیر نظر و دیگر مسائل میں امر و نواہی کا فرق بیان کیا ہے۔

قبروں کا حج

ائمہ کرام ہی ایک ایسی جماعت ہے جنہوں نے فرمان رسول اور دیگر اقوال میں فرق واضح کیا۔ پس رسول اللہ ﷺ جس کام کا حکم فرما دیں وہ عبادت' اطاعت اور قرب الٰہی کا ذریعہ ہوگا۔ اور جس کام سے منع فرما دیں وہ بسا اوقات شرک تک لے جاتا ہے اور

جیسے گمراہ فرقے مشرکین اور اہل کتاب وغیرہ کررہے ہیں۔ جیسے انبیاء کرام اور صالحین امت کی قبور پر مساجد تعمیر کرتے ہیں' وہاں نماز پڑھتے اور نذریں مانتے ہیں اور بعض قبروں کا حج کرتے ہیں۔ بلکہ بعض تو قبروں کے حج کو بیت اللہ کے حج سے زیادہ افضل خیال کرتے ہیں' قبر کے حج کا نام "حج اکبر" رکھتے ہیں۔ ان کے بزرگوں نے اس موضوع پر کتب بھی لکھی ہیں۔ جیسے مفید بن نعمان نے ایک کتاب لکھی ہے جس کا نام "مناسك حج المشاهد" رکھا ہے۔ اس مصنف نے مخلوق کے گھر کو اللہ تعالیٰ کے برابر قرار دیا ہے حالانکہ اسلام یہ ہے کہ ہم صرف ایک اللہ کی عبادت کریں اور اس کی مخلوق میں سے کسی کو بھی اس کا ہمسر مدمقابل اور ہم نام قرار نہ دیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

﴿ فَاعْبُدْهُ وَاصْطَبِرْ لِعِبَادَتِهِ ۚ هَلْ تَعْلَمُ لَهُ سَمِيًّا ۝﴾ (مریم: ۱۹/ ۶۵)

"پس تم اس کی بندگی کرو۔ اور اسی کی بندگی پر ثابت قدم رہو۔ کیا ہے کوئی ہستی تمہارے علم میں اس کی ہم پایہ؟"

﴿ وَلَمْ يَكُن لَّهُ كُفُوًا أَحَدٌ ۝﴾ (الاخلاص ۱۱۲/ ۴)

"اور کوئی اس کا ہمسر نہیں ہے۔"

﴿ لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ ۖ وَهُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ ۝﴾ (الشوری: ۴۲/ ۱۱)

"کائنات کی کوئی چیز اس کے مشابہ نہیں۔ وہ سب کچھ سننے اور دیکھنے والا ہے۔"

﴿ فَلَا تَجْعَلُوا لِلَّهِ أَندَادًا وَأَنتُمْ تَعْلَمُونَ ۝﴾ (البقرہ: ۲/ ۲۲)

"پس جب تم جانتے ہو تو دوسروں کو اللہ کا مدمقابل نہ ٹھہراؤ۔"

شرک سب سے بڑا گناہ

صحیحین میں عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا کہ سب سے بڑا گناہ کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا:

((أَنْ تَجْعَلَ لِلّٰهِ نِدًّا وَهُوَ خَلَقَكَ قُلْتُ: ثُمَّ أَيٌّ قَالَ: أَنْ تَقْتُلَ

وَلَدَكَ خَشْيَةَ اَنْ يَّطْعَمَ مَعَكَ۔ قُلْتُ: ثُمَّ اَيٌّ؟ قَالَ: اَنْ تُزَانِيَ بِحَلِيْلَةِ جَارِكَ))[1]

کہ تو اللہ کا شریک قرار دے حالانکہ اس نے تجھے پیدا کیا ہے۔ میں نے عرض کیا "اس کے بعد کون سا بڑا گناہ ہے؟" آپ نے فرمایا "یہ کہ تو اپنی اولاد کو اس ڈر سے قتل کرے کہ وہ تیرے ساتھ کھانے میں حصہ بٹائے گی۔" میں نے عرض کیا "کہ اس کے بعد بڑا گناہ کون سا ہے؟" آپؐ نے فرمایا "یہ کہ تو اپنے پڑوسی کی بیوی سے زنا کرے۔"

اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کی تصدیق کرتے ہوئے مندرجہ ذیل آیات نازل فرمائیں:

﴿ وَالَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ وَلَا يَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُوْنَ ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ يَلْقَ اَثَامًا ۝ ﴾ (الفرقان: ۲۵/ ۶۸)

"جو لوگ اللہ کے ساتھ کسی اور معبود کو نہیں پکارتے، اللہ کی حرام کی ہوئی کسی جان کو ناحق ہلاک نہیں کرتے اور نہ زنا کے مرتکب ہوتے ہیں۔ یہ کام جو کوئی کرے وہ اپنے گناہ کا بدلہ پائے گا۔"

ایک دوسرے مقام پر فرمایا:

﴿ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّتَّخِذُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَنْدَادًا يُّحِبُّوْنَهُمْ كَحُبِّ اللّٰهِ ۭ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ ۝ ﴾ (البقرہ: ۲/ ۱۶۵)

"کچھ لوگ ایسے ہیں جو اللہ کے سوا دوسروں کو اس کا ہمسر اور مدمقابل ٹھہراتے ہیں اور ان کے ایسے گرویدہ ہیں جیسی اللہ کے ساتھ گرویدگی ہونی چاہئے حالانکہ ایمان رکھنے والے لوگ سب سے بڑھ کر اللہ کو محبوب رکھتے ہیں۔"

---

[1] صحیح بخاری۔ کتاب التفسیر: سورۃ البقرہ۔ باب قولہ تعالیٰ (فلا تجعلوا للہ اندادًا و انتم تعلمون) (حدیث: ...) صحیح مسلم۔ کتاب الایمان: باب بیان کون الشرک اقبح الذنوب (حدیث: ۸۶)

اگر کوئی مخلوق سے بھی ایسی ہی محبت رکھتا ہے جیسی خالق سے رکھنی چاہئے' یا بندے سے بھی اسی طرح ڈرتا ہے جیسے مالک حقیقی سے ڈرنا چاہئے' یا انسانوں سے بھی امید کا دامن اسی طرح وابستہ کئے ہوئے ہے جیسے اللہ تعالیٰ سے ہونا چاہئے تو وہ مشرک ہے۔ رسول اکرم ﷺ نے اپنی امت کو چھوٹے سے چھوٹے اور بڑے سے بڑے شرک سے منع فرمایا ہے حتی کہ ایک موقع پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ:

((مَنْ حَلَفَ بِغَيْرِ اللّٰهِ فَقَدْ اَشْرَكَ)) [1]

جس نے غیر اللہ کی قسم کھائی اس نے شرک کیا۔

ایک صحابی نے رسول اللہ ﷺ سے کہا:

((مَا شَآءَ اللّٰهُ وَشِئْتَ فَقَالَ اَجَعَلْتَنِيْ لِلّٰهِ نِدًّا؟ بَلْ مَاشَآءَ اللّٰهُ وَحْدَه [2] وَقَالَ: لَا تَقُوْلُوْا مَا شَآءَ اللّٰهُ وشَآءَ مُحَمَّدٌ ﷺ وَلٰكِنْ قُوْلُوْا مَا شَآءَ اللّٰهُ ثُمَّ شَآءَ مُحَمَّدٌ)) [3]

"جو اللہ تعالیٰ اور آپ چاہیں۔" آپ نے فرمایا: "کیا تو نے مجھے اللہ کا مد مقابل ٹھہرا دیا ہے؟ بلکہ صرف یہ کہہ جو اللہ تعالیٰ چاہے (وہی ہوگا") اور آپ نے فرمایا یہ نہ کہہ کہ "جو اللہ تعالیٰ اور محمد چاہیں۔" بلکہ کہا کرو۔ جو اللہ چاہے پھر جو محمد چاہیں۔"

سجدہ صرف اللہ تعالیٰ کا حق ہے

سیدنا معاذ بن جبلؓ ایک دفعہ شام سے مدینہ منورہ آئے تو آپ کو سجدہ کیا' رسول اللہ ﷺ نے پوچھا:

---

[1] سنن ابی داؤد۔ کتاب الایمان والنذور : باب فی کراھیة الحلف بالآباء (حدیث : ۳۲۵۱) سنن ترمذی۔ کتاب النذور والأیمان : باب ماجاء فی کراھیة الحلف بغیر اللہ (حدیث : ۱۵۳۵)

[2] مسند احمد (۱/ ۲۱۴) عمل الیوم واللیلة للنسائی (۹۸۷' ۹۸۸) الادب المفرد للبخاری (۸۰۲)

[3] سنن ابی داؤد۔ کتاب الادب : باب لایقال خبثت نفسی (حدیث : ۴۹۸۰)

معاذ! یہ کیا!

معاذؓ کہنے لگے: یا رسول اللہ ﷺ! میں نے شام میں یہود ونصاریٰ کو دیکھا کہ وہ اپنے پوپ پادریوں وغیرہ کو سجدہ کرتے ہیں چنانچہ میں نے بھی تعظیماً ایسا ہی کیا۔"

آپ ﷺ نے فرمایا: اے معاذ!

((اِنَّه لَا يَصْلُحُ السُّجُوْدُ اِلَّا لِلّٰهِ وَلَوْ كُنْتُ اٰمِرًا اَحَدًا اَنْ يُّسْجُدَ لِاَحَدٍ لَاَمَرْتُ الْمَرْاَةَ اَنْ تَسْجُدَ لِزَوْجِهَا مِنْ عِظَمِ حَقِّه عَلَيْهَا))[1]

اللہ کے سوا کسی کو سجدہ کرنا جائز نہیں ہے' اگر میں کسی کو سجدہ کرنے کی اجازت دیتا تو صرف عورت کو حکم دیتا' کہ وہ اپنے خاوند کو سجدہ کرے' کیونکہ خاوند کا مرتبہ زیادہ ہے۔

موحد اور مشرک کی زیارت قبور میں فرق

رسول اللہ ﷺ نے اہل توحید اور مشرکین کے طریقہ ہائے زیارت قبور کے بارے میں فرق بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ اہل توحید جب زیارت قبور کے لیے جاتے ہیں تو میت کے لیے دعاء وسلام اور بخشش کی دعاء کرتے ہیں جیسے نماز جنازہ میں دعاء کی جاتی ہے۔ لیکن جب کوئی مشرک قبرستان میں جاتا ہے تو وہ مخلوق کو خالق سے مشابہ ٹھہراتا ہے' میت کے نام کی نذر و نیاز دیتا' اسے سجدہ کرتا اور اسے مشکل کشا سمجھ کر پکارتا ہے اور اس سے اس طرح محبت کا اظہار کرتا ہے جیسے اللہ تعالیٰ سے محبت کی جاتی ہے۔ پس اس طرح وہ اپنے عمل سے اہل قبور کو اللہ تعالیٰ کا ساجھی اور اس کے برابر قرار دیتا ہے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو بڑی سختی سے اس بات سے روکا ہے کہ وہ انبیاء یا ملائکہ وغیرہ کو اس کا شریک ٹھہرائیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ مَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّؤْتِيَهُ اللّٰهُ الْكِتٰبَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ ثُمَّ يَقُوْلَ

[1] مسند احمد (۴/ ۳۸۱) سنن ابن ماجه۔ کتاب النکاح۔ باب حق الزوج علی المراۃ (حدیث: ۱۸۵۳)

لِلنَّاسِ كُونُوا عِبَادًا لِّي مِن دُونِ اللَّهِ وَلَٰكِن كُونُوا رَبَّانِيِّينَ بِمَا كُنتُمْ تُعَلِّمُونَ الْكِتَابَ وَبِمَا كُنتُمْ تَدْرُسُونَ ○ وَلَا يَأْمُرَكُمْ أَن تَتَّخِذُوا الْمَلَائِكَةَ وَالنَّبِيِّينَ أَرْبَابًا ۗ أَيَأْمُرُكُم بِالْكُفْرِ بَعْدَ إِذْ أَنتُم مُّسْلِمُونَ ○﴾

(آل عمران : ۳/ ۷۹ تا ۸۰)

"کسی انسان کا یہ کام نہیں ہے کہ اللہ تو اس کو کتاب اور حکم اور نبوت عطاء فرمائے اور وہ لوگوں سے کہے کہ اللہ کے بجائے تم میرے بندے بن جاؤ۔ وہ تو یہی کہے گا کہ سچے ربانی بنو جیسا کہ اس کتاب کی تعلیم کا تقاضا ہے جسے تم پڑھتے اور پڑھاتے ہو۔ وہ تم سے ہرگز یہ نہ کہے گا کہ فرشتوں کو یا پیغمبروں کو اپنا رب بنا لو۔ کیا یہ ممکن ہے کہ ایک نبی تمہیں کفر کا حکم دے جب کہ تم مسلم ہو؟"

وہ تو خود امیدوار ہیں

دوسرے مقام پر ارشاد الٰہی ہے کہ:

﴿قُلِ ادْعُوا الَّذِينَ زَعَمْتُم مِّن دُونِهِ فَلَا يَمْلِكُونَ كَشْفَ الضُّرِّ عَنكُمْ وَلَا تَحْوِيلًا ○ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ يَدْعُونَ يَبْتَغُونَ إِلَىٰ رَبِّهِمُ الْوَسِيلَةَ أَيُّهُمْ أَقْرَبُ وَيَرْجُونَ رَحْمَتَهُ وَيَخَافُونَ عَذَابَهُ ۚ إِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ كَانَ مَحْذُورًا ○﴾ (بنی اسرائیل : ۱۷/ ۵۶ تا ۵۷)

"ان سے کہو پکار دیکھو ان معبودوں کو جن کو تم اللہ کے سوا (اپنا کارساز) سمجھتے ہو وہ کسی تکلیف کو تم سے نہ ہٹا سکتے ہیں نہ بدل سکتے ہیں۔ جن کو یہ لوگ پکارتے ہیں وہ تو خود اپنے رب کے حضور رسائی حاصل کرنے کا وسیلہ تلاش کر رہے ہیں کہ کون اس سے قریب تر ہو جائے اور وہ اس کی رحمت کے امیدوار اور اس کے عذاب سے خائف ہیں حقیقت یہ ہے کہ تیرے رب کا عذاب ہے ہی ڈرنے کے لائق۔"

اس آیت کے بارے میں سلف کی ایک جماعت کا ایک خیال ہے کہ سابقہ عوام و ملل میں سے کئی قومیں مصائب و مشکلات اور ابتلاء کے وقت اپنے انبیاء مثلاً : سیدنا عیسی

علیہ السلام سیدنا عزیر علیہ السلام اور اسی طرح فرشتوں کو پکارا کرتی تھیں: تاکہ مشکلات و مصائب سے نجات مل جائے۔ ایسی اقوام کو اللہ تعالیٰ نے خبردار کیا کہ یہ تو میرے بندے تھے جو خود میری رحمت کے طلب گار رہتے' میرے عذاب سے ڈرتے اور اعمال صالح سے میرا قرب حاصل کرنے کی کوشش کیا کرتے تھے۔

اللہ کے لیے مخلوق سے مثالیں نہ دی جائیں

حق سبحانہ و تعالیٰ نے اس بات سے بھی منع فرمایا ہے کہ اسے مخلوق کا مثیل ٹھہرایا جائے یا کسی مخلوق کو اس کے ساتھ تشبیہ دی جائے کیونکہ کوئی مخلوق ایسی نہیں جو اپنے اعمال و فرائض کی انجام دہی کے لیے اعوان و انصار و حاجب اور دربان وغیرہ کی محتاج نہ ہو۔ اسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَإِنِّي قَرِيبٌ ۖ أُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ ۖ فَلْيَسْتَجِيبُوا لِي وَلْيُؤْمِنُوا بِي لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُونَ ۝﴾ (البقرہ ۲/ ۱۸۶)

''اور اے نبی ﷺ! میرے بندے اگر تم سے میرے متعلق پوچھیں' تو انہیں بتا دو کہ میں ان سے قریب ہی ہوں۔ پکارنے والا جب مجھے پکارتا ہے میں اس کی پکار سنتا اور جواب دیتا ہوں۔ لہٰذا انہیں چاہئے کہ میری دعوت پر لبیک کہیں اور مجھ پر ایمان لائیں شاید کہ وہ راہ راست پا لیں۔''

پکار کر دیکھ لو!

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ قُلِ ادْعُوا الَّذِينَ زَعَمْتُمْ مِنْ دُونِ اللَّهِ ۖ لَا يَمْلِكُونَ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ فِي السَّمَاوَاتِ وَلَا فِي الْأَرْضِ وَمَا لَهُمْ فِيهِمَا مِنْ شِرْكٍ وَمَا لَهُ مِنْهُمْ مِنْ ظَهِيرٍ ۝ وَلَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ عِنْدَهُ إِلَّا لِمَنْ أَذِنَ لَهُ ۝﴾ (السبا: ۳۴/ ۲۲ تا ۲۳)

''اے نبی ﷺ ...... ان سے کہو کہ پکار دیکھو اپنے ان معبودوں کو جنہیں تم اللہ کے سوا اپنا معبود سمجھے بیٹھے ہو۔ وہ نہ صرف آسمانوں میں کسی ذرہ برابر چیز کے

مالک ہیں نہ زمین میں۔ وہ آسمان و زمین کی ملکیت میں شریک بھی نہیں ہیں ان میں سے کوئی اللہ کا مددگار بھی نہیں ہے اور اللہ کے حضور کوئی شفاعت بھی کسی کے لیے نافع نہیں ہوسکتی بجز اس شخص کے جس کے لیے اللہ نے سفارش کی اجازت دے دی ہو۔"

شفاعت مگر اجازت سے!

رسول اکرم ﷺ سید الشفعاء ہیں آپ ﷺ کی شفاعت دیگر تمام شفاعتوں سے اعظم و اکبر ہے اور آپ کا مرتبہ اللہ کے ہاں تمام مخلوق سے بلند و بالا ہے۔ مخلوق خدا قیامت کے دن جب سیدنا آدم نوح ابراہیم اور موسیٰ علیہم السلام سے طالب شفاعت ہوگی، تو ہر نبی اس ذمہ داری کو دوسرے پر ڈالے گا حتی کہ جب معاملہ عیسیٰ علیہ السلام کے پاس آئے گا، تو وہ ارشاد فرمائیں گے: تم سب محمد ﷺ کی خدمت اقدس میں جاؤ، وہ ایسے نبی ہیں جن کی اگلی پچھلی تمام خطائیں اللہ نے معاف فرما دی ہیں۔ آپ ﷺ فرماتے ہیں جب مخلوق میرے پاس آئے گی تو میں اٹھوں گا اور فرمایا:

((فَاَذْهَبُ فَاِذَا رَاَيْتُ رَبِّي خَرَرْتُ لَهُ سَاجِدًا وَاَحْمَدُ رَبِّي بِمَحَامِدَ يَفْتَحُهَا عَلَيَّ لَا اُحْسِنُهَا الْاٰنَ. فَيُقَالُ: اَيْ مُحَمَّدُ (ﷺ) اِرْفَعْ رَاْسَكَ وَقُلْ يُسْمَعْ وَسَلْ تُعْطَهُ وَاشْفَعْ تُشَفَّعْ. قَالَ فَيُحَدُّلِي حَدًّا فَاُخْرِجُهُمْ فَاُدْخِلُهُمُ الْجَنَّةَ)) الخ [1]

"میں جاؤں گا۔ پس جب میں اپنے رب کو دیکھوں گا تو سجدے میں گر پڑوں گا اور اپنے رب کی ایسی تعریفیں بیان کروں گا اور اب انہیں میں اچھی طرح نہیں جانتا پس کہا جائے گا: محمد! سر اٹھاؤ اور کہو سنا جائے گا اور مانگ دیا جائے گا اور شفاعت کرو قبول ہوگی۔ آپ نے فرمایا: میرے لیے ایک حد مقرر کر دی

---

[1] صحیح بخاری۔ کتاب الرقاق : باب صفة الجنة والنار (حدیث : ۶۵۶۵) صحیح مسلم۔ کتاب الایمان : باب ادنی اهل الجنة منزلة فیها (حدیث : ۱۹۳)

جائے گی اسی حد کے اندر میں لوگوں کو جہنم سے نکال کر جنت میں داخل کروں گا۔"

پس جو شخص اہل کبائر کے بارے میں رسول اللہ ﷺ کی شفاعت کا انکار کرتا ہے وہ بدعتی اور گمراہ ہے۔ جیسے خارجی اور معتزلہ وغیرہ۔

اور جو شخص یہ عقیدہ رکھے کہ مخلوق میں سے کچھ ایسے افراد بھی ہوں گے جو اللہ کی اجازت کے بغیر شفاعت کریں گے تو اس نے قرآن کریم اور اجماع امت کی تکذیب اور مخالفت کی۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

﴿مَنْ ذَا الَّذِيْ يَشْفَعُ عِنْدَهٗٓ اِلَّا بِاِذْنِهٖ﴾ (البقرہ: ۲/ ۲۵۵)

"کون ہے جو اس کی جناب میں اس کی اجازت کے بغیر سفارش کر سکے؟"

﴿وَلَا يَشْفَعُوْنَ ۙ اِلَّا لِمَنِ ارْتَضٰى﴾ (الانبیاء: ۲۱/ ۲۸)

"وہ کسی کی سفارش نہیں کرتے بجز اس کے جس کے حق میں سفارش سننے پر اللہ راضی ہو۔"

﴿وَكَمْ مِّنْ مَّلَكٍ فِي السَّمٰوٰتِ لَا تُغْنِيْ شَفَاعَتُهُمْ شَيْـًٔا اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ اَنْ يَّاْذَنَ اللّٰهُ لِمَنْ يَّشَاۗءُ وَيَرْضٰى﴾ (النجم: ۵۳/ ۲۶)

"آسمانوں میں کتنے ہی فرشتے موجود ہیں۔ ان کی شفاعت کچھ بھی کام نہیں آسکتی جب تک کہ اللہ کسی ایسے شخص کے حق میں اس کی اجازت نہ دے جس کے لیے وہ کوئی عرضداشت سننا چاہے اور اس کو پسند کرے۔"

﴿وَخَشَعَتِ الْاَصْوَاتُ لِلرَّحْمٰنِ فَلَا تَسْمَعُ اِلَّا هَمْسًا ۝ يَوْمَىِٕذٍ لَّا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ وَرَضِيَ لَهٗ قَوْلًا﴾

(طٰہٰ: ۲۰/ ۱۰۸ تا ۱۰۹)

"اور آوازیں رحمان کے آگے دب جائیں گی ایک سرسراہٹ کے سوا تم کچھ نہ سنو گے۔ اس دن شفاعت کارگر نہ ہوگی، الا یہ کہ کسی کو رحمان اس کی اجازت دے اور اس کی بات سننا پسند کرے۔"

﴿مَا مِنْ شَفِيعٍ إِلَّا مِنْ بَعْدِ إِذْنِهِ﴾ (یونس : ۱۰/۳)

''کوئی شفاعت کرنے والا نہیں ہے الا یہ کہ اس کی اجازت کے بعد شفاعت کرے۔''

﴿مَا لَكُمْ مِنْ دُونِهِ مِنْ وَلِيٍّ وَلَا شَفِيعٍ﴾ (السجدۃ : ۳۲/۴)

اس کے سوا نہ تمہارا کوئی حامی و مددگار ہے اور نہ کوئی اس کے آگے شفارش کرنے والا۔

اس موضوع پر قرآن کریم میں بے شمار آیات ہیں۔

حق و باطل میں فرق کیا جائے!

پس دین' رسول اللہ ﷺ کی تابعداری کا نام ہے۔ جس کا حکم دیں اس پر عمل کیا جائے اور جس سے منع فرما دیں اسے ترک کر دیا جائے۔ اور جن اعمال و اشخاص سے اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول محبت رکھیں ان سے محبت کی جائے اور جن سے بغض رکھیں ان سے عداوت کی جائے۔ رب ذوالجلال نے رسول اکرم ﷺ کو فرقان (قرآن) سے نوازا۔ لہٰذا آپ ﷺ نے حق و باطل میں فرق واضح کر دیا۔ اب کسی شخص کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ جن دو چیزوں میں رسول اللہ ﷺ نے تفریق کی ہے ان کو جمع کرے۔

پس جس شخص نے مسجد الحرام یا مسجد اقصیٰ یا مسجد نبوی کی زیارت کی نیت سے سفر کیا اور مسجد نبوی اور مسجد قباء میں جا کر نماز ادا کی اور سنت نبوی کے مطابق قبرستان کی زیارت بھی کی تو اس نے اچھا عمل کیا۔ اور جو شخص ایسے سفر کا انکار کرے وہ کافر ہے اگر توبہ نہ کرے تو اسے قتل کر دیا جائے۔

صرف قبر مبارک کی زیارت کا حکم

البتہ وہ شخص جس سے صرف قبر مکرم کی زیارت کے لیے سفر (قبر پرستوں کی طرح) کیا اور مسجد نبوی میں نہ نماز ادا کی اور نہ رسول اللہ ﷺ کی ذات پاک پر درود و سلام

بھیجا۔ بلکہ صرف قبر مکرم کے پاس آیا اور واپس چلا گیا۔ تو ایسا شخص بدعتی اور گمراہ ہے' سنت رسول اجماع صحابہ اور علماء امت کا مخالف ہے ایسے شخص کے بارے میں دو قول ہیں۔

① ایک یہ کہ وہ فعل حرام کا مرتکب ہوا ہے۔

② دوسرا قول یہ ہے کہ ایسے شخص کے لیے نہ کوئی سزا ہے اور نہ اجر و ثواب۔

رہی زیارت شرعی جس پر علمائے امت کا عمل ہے تو وہ یہ ہے کہ مسجد نبوی میں نماز پڑھی جائے' نماز کے دوران میں اور مسجد میں داخل ہوتے اور نکلتے وقت رسول اللہ ﷺ پر درود و سلام بھیجا جائے۔ یہ عمل تمام مسلمانوں کے نزدیک باتفاق مسنون ہے۔

ہم نے مناسک اور اپنے فتاویٰ میں اس بحث کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے' کہ جب کوئی شخص قبر مکرم کے پاس آئے تو آپ ﷺ پر اور آپ کے دونوں ساتھیوں ابوبکرؓ عمرؓ پر سلام کہے۔ لیکن میں نے اپنے فتاویٰ میں اختلاف کا ذکر نہیں کیا تھا حالانکہ ان میں علماء کا اختلاف ہے۔

بعض علماء کا کہنا ہے کہ زیارت قبور مطلقاً مستحب نہیں۔ اور بعض کا کہنا ہے کہ مطلقاً مکروہ ہے۔ مکروہ کہنے والوں میں ابراہیم نخعی' شعبی اور محمد بن سیرین رحمہم اللہ کے اسمائے گرامی لائق تذکرہ ہیں۔ ان کا شمار اجلہ تابعین میں ہوتا ہے۔ امام مالک رحمہ اللہ سے بھی یہی منقول ہے۔ لیکن ان کا ایک قول یہ ہے کہ زیارت قبور مباح ہے' مستحب نہیں۔ امام احمد رحمہ اللہ کے ایک قول سے بھی اسی کی تائید ہوتی ہے۔ لیکن ان کا اور جمہور علماء کا ظاہر مسلک یہ ہے کہ زیارت شرعیہ مستحب ہے۔ زیارت شرعیہ یہ ہے کہ دعاء کی غرض سے مومنین کے قبرستان کی زیارت کے لیے جائے ان کے لیے دعاء کرے اور ان پر سلام کہے۔ کفار کی قبروں پر بھی جانا چاہئے کیونکہ اس سے آخرت کی یاد تازہ ہوتی ہے۔

رہے رسول اکرم ﷺ تو آپ کو تمام مخلوق پر ایسی فوقیت حاصل ہے جس کی مثال نہیں ملتی' اور وہ یہ کہ عام قبر کی زیارت کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ صاحب قبر کے لیے دعاء کی جائے۔ لیکن رسول اللہ ﷺ کے لیے تو حکم ہے کہ پانچ وقت نماز میں' مسجد میں داخل

ہوتے اور نکلتے وقت' اذان کے اختتام پر' نیز دعاء کرتے وقت رسول اللہ ﷺ پر درود و سلام بھیجا جائے۔ رسول اللہ ﷺ نے قبروں کو عبادت گاہ بنانے سے منع فرمایا۔ خاص طور پر آپ نے اپنی قبر کو میلہ کی جگہ بنانے سے سختی سے روکا۔ نیز اللہ تعالیٰ سے دعاء بھی کی کہ "اے اللہ! میری قبر کو وثن (معبود) نہ بننے دینا۔" لہٰذا قبر مکرم کے پاس جانے سے ہر شخص کو روک دیا گیا حالانکہ عام قبروں پر جانے کی اجازت ہے۔

مسجد نبوی اور دوسری مساجد میں رسول اللہ ﷺ کے لیے درود و سلام جس کثرت سے پڑھا جاتا ہے یہ ایسی خصوصیت اور فضیلت ہے' جو کسی دوسرے نبی کو حاصل نہیں۔ عام قبروں پر جو جائز اعمال ہوتے ہیں قبر مکرم کو ان سے بھی مستغنی کر دیا گیا ہے۔ رہا قبروں کو سجدہ گاہ بنانا ہو تو قبر کے بارے میں حکم ہے کہ اسے سجدہ گاہ نہ بنایا جائے اگرچہ وہاں نمازی اللہ ہی کے لیے نماز پڑھے اور اسی کو پکارے۔ لہٰذا ایسی صورت میں لوگوں کو یہ اجازت نہیں دی جا سکتی کہ وہ قبروں پر جا کر سجدے کریں' خالق کو چھوڑ کر مخلوق کو پکاریں اور مردوں کے نام کی نماز نیاز دیں' یا ایسے اعمال بجا لائیں جو مشرک' بدعتی اور گمراہ فرقے بجا لاتے ہیں۔

جو شخص مسجد نبوی میں آتا ہے لیکن نماز نہیں پڑھتا بلکہ سیدھا قبر مکرم کے پاس جاتا ہے' اور وہیں سے بغیر نماز پڑھے نکل جاتا ہے تو یہ ایسا فعل ہے جس کو امام مالک رحمہ اللہ اور دیگر ائمہ اسلام نے معیوب قرار دیا ہے اور علمائے امت میں ایک شخص بھی ایسا نہیں جس نے اس فعل کو مستحب قرار دیا ہو۔ البتہ اس بارے میں علماء کے درمیان اختلاف ہے کہ آیا یہ فعل حرام ہے یا مباح؟

علمائے امت میں سے ایک شخص بھی ایسا نہیں جس نے اس فعل کو مستحب کہا ہو بلکہ انہوں نے ایسے سفر کو معیوب قرار دیا ہے جس کا مقصد صرف قبر پاک کی زیارت ہو اور مسجد نبوی میں نماز پڑھنا پیش نظر نہ ہو۔ ان کی رائے میں یہ سفر ایسا ہے جس سے رسول مکرم ﷺ نے منع فرمایا ہے۔ چنانچہ سلف امت میں ایک شخص بھی ایسا نہیں ملتا جس نے

اس قسم کا سفر کیا ہو۔ بلکہ صحابہ کرامؓ مسجد نبوی میں زیارت کے لیے جب سفر کر کے مدینہ منورہ پہنچتے تو مسجد نبوی میں نماز پڑھتے' اور دوران نماز مسجد میں داخل ہوتے اور مسجد سے نکلتے وقت رسول اللہ ﷺ پر درود و سلام پڑھتے اور پھر خلیفہ وقت کی خدمت میں حاضر ہوکر اہم امور پر تبادلہ خیال کرتے۔ لیکن قبر مکرم کے قریب جانے کی کوشش نہ کرتے۔ صحابہ کرامؓ سے یہ عمل حد تواتر کو پہنچا ہوا ہے۔ کوئی شخص یہ ثابت نہیں کر سکتا کہ کسی ایک صحابی نے خلفائے راشدینؓ میں سے کسی ایک کے پیچھے نماز پڑھی ہو اور پھر اسی وقت یا کچھ دیر ٹھہر کر یا کسی اور وقت حجرہ مبارک کے پاس بھی گیا ہو۔ باقی حجرہ مبارک میں داخلے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

تمام صحابہ کرام کا یہ طریقہ تھا کہ اگر وہ سفر کر کے مسجد نبوی میں تشریف لاتے تو وہاں پہنچ کر وہی اعمال کرتے جو رسول اللہ ﷺ نے انہیں سکھلائے اور سمجھائے تھے اور وہ قبر مکرم کے پاس ہرگز نہ جاتے تھے۔ ایسے نفوس قدسیہ کے بارے میں بھلا یہ خیال کیا جاسکتا ہے کہ انہوں نے کبھی صرف زیارت قبر مکرم کی نیت سے سفر کیا ہوگا۔

اب جو شخص ایسے سفر کو مستحب سمجھتا ہے' اسے چاہئے کہ ائمہ کرام میں سے کسی کا قول بطور دلیل پیش کرے۔ اور اگر بفرض محال کسی امام سے یہ منقول بھی ہو تو اس کا قول سنت نبوی' اجماع صحابہؓ اور علمائے امت کے خلاف سمجھا جائے گا۔ جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

﴿وَمَنْ يُشَاقِقِ الرَّسُولَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدَىٰ وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ نُوَلِّهِ مَا تَوَلَّىٰ وَنُصْلِهِ جَهَنَّمَ ۖ وَسَاءَتْ مَصِيرًا﴾

(النساء: ۴/ ۱۱۵)

"اور جو شخص رسول اللہ ﷺ کی مخالفت پر کمر بستہ ہو اور اہل ایمان کی روش کے سوا کسی اور روش پر چلے' درآں حالیکہ اس پر راہ راست واضح ہو چکی ہو' تو اس کو ہم اسی طرف چلائیں گے جدھر وہ خود پھر گیا اور اسے جہنم میں جھونکیں گے جو بدترین جائے قرار ہے۔

اور رسول اللہ ﷺ ارشاد فرماتے ہیں:

((اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَاتِ وَاِنَّمَا لِکُلِّ امْرِیٍٔ مَا نَوٰی))[1]

"اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے جس نے جو نیت کی اسے اسی کے مطابق بدلہ ملے گا۔"

مسجد نبوی کی زیارت کے ساتھ قبر مبارک کی زیارت

تمام علمائے اسلام نے اپنی کتب مناسک میں مسجد نبوی کی طرف سفر کرنے کو مستحب لکھا ہے۔ اور یہ بھی لکھا ہے کہ جس شخص کو مسجد نبوی میں حاضری دینے کا موقع ملے اسے قبر مکرم کی زیارت کرنی چاہیے۔ ان میں ایک شخص بھی ایسا نظر نہیں آتا جس نے یہ لکھا ہو کہ محض زیارت قبر مکرم کی نیت سے سفر کرنا مستحب ہے۔ لہٰذا اس کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کہ انہوں نے کسی اور بزرگ کی قبر کی زیارت کے لیے سفر کو مستحب ٹھہرایا ہو بلاشبہ گذشتہ زمانے میں بعض لوگ ایسے موجود رہے ہیں اور اب بھی ہیں' جو صرف زیارت قبر مکرم کی نیت سے مدینے آتے ہیں۔ لیکن وہ ایسے افراد ہیں جن کو شریعت مطہرہ کے علم کی ہوا تک نہیں لگی' یہاں تک کہ انہیں اوامر و نواہی کا بھی پتہ نہیں۔ ہم ایسے افراد کو جہالت کی وجہ سے معذور سمجھتے ہیں' شاید اللہ تعالیٰ انہیں معاف فرما دے' لیکن جو لوگ شریعت کا علم رکھتے ہیں' حدود اللہ اور وامر نواہی پر ان کی نگاہ ہے ایسے علماء میں سے ایک بھی ایسا نہیں جس نے یہ لکھا ہو کہ محض زیارت قبر مکرم یا کسی اور قبر کے لیے رخصت سفر باندھنا جائز ہے۔ بلکہ علماء کرام نے ایسے سفر کو حرام قرار دیا ہے۔ ان میں امام مالک رحمہ اللہ امام شافعی رحمہ اللہ اور امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے اصحاب قابل ذکر ہیں۔ البتہ بعض متاخرین اصحاب شافعی واحمد رحمہما اللہ نے ایسے سفر کے متعلق صرف یہ لکھا ہے کہ یہ حرام نہیں ہے۔

---

[1] صحیح بخاری۔ کتاب بدء الوحی : باب کیف کان بدء الوحی الی رسول اللہ ﷺ (حدیث : ۱) صحیح مسلم۔ کتاب الأیمان : باب قولہ ﷺ "انما الاعمال بالنیۃ" (حدیث : ۱۹۰۷)

سفر زیارت قبور اور نماز قصر

جو لوگ عدم حرمت کے قائل ہیں ان میں بھی اس بات پر اختلاف ہے کہ جو شخص صرف کسی نبی یا ولی کی قبر کی زیارت کے لیے رخت سفر باندھے آیا وہ نماز قصر کرے یا پوری پڑھے؟ اس مسئلے میں دو قول مشہور ہیں جن کو ہم نے ایک سوال کے جواب میں الگ اور مستقلاً نقل کیا ہے۔

بعض لوگوں نے انبیاء اور عام لوگوں کی قبور میں فرق کیا ہے اور کہا ہے کہ صرف زیارت قبور کی نیت سے سفر کرنا حرام ہے۔ امام مالک اور ان کے اصحاب' نیز امام شافعی اور امام احمد کے متقدمین اصحاب کا یہی مسلک ہے' ان کا کہنا یہ ہے کہ جس کا سفر ہی مبنی بر گناہ ہو وہ نماز میں قصر کیسے کرسکتا ہے!! پس ایسا شخص قصر نہ کرے۔

رہے وہ لوگ جن کو ایسے سفر کی حرمت کا علم نہیں ہے اگر ایسے لوگ قصر کر لیں تو ان کی نماز جائز ہوگی اور علم کے بعد نماز کو لوٹانے کی ضرورت نہیں۔ جیسا کہ کوئی طالب علم سماع حدیث کے لیے سفر کرتا ہے اور منزل مقصود پر پہنچ کر اسے پتہ چلتا ہے کہ وہ جس کے پاس آیا ہے وہ تو کذاب یا جاہل ہے' تو ایسے سفر میں قصر جائز ہے اور جس شخص کو علم ہے کہ ایسا سفر حرام ہے تو وہ سفر ہی نہیں کرے گا۔ کیونکہ ایک سچا مسلمان فعل حرام سے تقرب الی اللہ کی کوشش ہی نہیں کرتا۔

انبیاء اور صالحین کی قبروں کی زیارت کے سفر میں نماز قصر کے متعلق امام احمد کے اصحاب میں چار اقوال مشہور ہیں:

1. مطلقاً قصر نہیں۔
2. مطلقاً قصر ہے۔
3. صرف قبر مکرم کی زیارت والا سفر میں قصر کرسکتا ہے۔
4. قبر مکرم اور دیگر انبیاء کی قبور کی زیارت کے سفر میں قصر کو جائز کہا ہے۔ انہوں نے اس کی دو وجوہ نقل کی ہیں۔

① اس کی پہلی وجہ یہ ہے۔ اور یہ صحیح ہے...... کہ زیارت قبر مکرم کے لیے سفر درحقیقت مسجد نبوی کی طرف سفر ہے اور مسجد نبوی کے سفر میں قصر با جماع امت جائز ہے۔
ان علماء نے مطلق سفر کو پیش نظر رکھا ہے۔ زیارت قبر مکرم اور زیارت مسجد نبوی کی نیت میں فرق نہیں کیا۔ کیونکہ جو مسلمان قبر مکرم کی زیارت کے لیے مدینہ منورہ کے لیے سفر کرے گا تو وہ مسجد نبوی میں نماز ضرور پڑھے گا۔ پس جس شخص نے قبر مکرم کی زیارت کے لیے سفر کیا اس نے گویا مسجد نبوی میں ادائے نماز کے لیے بھی سفر کیا۔ اسی لیے بعض شافعی علماء کا قول ہے کہ جو شخص زیارت قبر مکرم کی نذر مانے اسے اپنی نذر پوری کرنی چاہئے اور جو شخص کسی اور قبر کی زیارت کی نذر مانے تو اس کی دو صورتیں ہیں۔

اکثر علماء نے قبر مکرم کی طرف سفر کو مطلق خیال کیا ہے۔ ان کے نزدیک قبر مکرم کی طرف سفر کی نیت میں مسجد نبوی کی طرف سفر کی نیت بھی شامل ہے کیونکہ جو مسلمان حجرہ مبارک کا کے پاس آئے گا تو وہ مسجد نبوی میں نماز ضرور ادا کرے گا۔ پس یہ دونوں باتیں لازم وملزوم ہیں۔

پھر ان علماء میں سے جو یہ کہتے ہیں کہ مسلمان کے لیے لازم ہے کہ وہ ابتدائے سفر ہی سے مسجد نبوی میں ادائے نماز کی نیت رکھے۔ ان کے نزدیک اس سفر کا پورا کرنا لازم ہے۔ ان میں سے کسی نے بھی صرف قبر مکرم کی زیارت کی نیت سے سفر کرنا جائز قرار نہیں دیا۔

بعض علماء کا خیال ہے کہ صرف قبر مکرم کی زیارت کی نیت کرنا بھی جائز ہے۔ ان کے خیال میں قبر مکرم کو جو استثنائی خصوصیت حاصل ہے وہ صرف نبی ﷺ کی قبر ہونے کے باعث ہے۔ چنانچہ ان کے نزدیک تمام قبور انبیاء کی زیارت کے سفر میں نماز قصر جائز ہے۔ لیکن صلحاء کی قبروں کی طرف سفر میں قصر جائز نہیں۔

درحقیقت زیارت قبر مکرم کے سفر میں یہ بات لازمی ہے کہ انسان مسجد نبوی میں نماز

پڑھنے کی نیت کرے۔ پس جو شخص قبر مکرم کی زیارت کے لیے سفر کرتا ہے' وہ لازماً مسجد نبوی میں نماز پڑھے گا' اس طرح اسے لازماً اطاعت' عبادت اور قربت الی اللہ کا ثواب حاصل ہوگا۔ اور جہاں تک نفس سفر کا تعلق ہے تو حدیث کا علم رکھنے والے تو مسجد نبوی ہی کی طرف سفر کی نیت کرتے ہیں۔ اگر کبھی کسی نے صرف قبر مکرم کی زیارت کی نیت کی ہے' جو ممنوع ہے' تو ایسا صرف اس لیے ہوا کہ اسے علم نہ تھا۔ اور جو شخص لاعلمی کی وجہ سے قبر مکرم کی زیارت کی نیت سے سفر کرے وہ بھی مسجد نبوی میں نماز ضرور پڑھے' جس کا اسے اجر ملے گا' لیکن اس کی لاعلمی کی وجہ سے اسے سزا نہیں ملے گی۔

رہا وہ شخص جو قبر مکرم کے علاوہ کسی دوسری قبر کی زیارت کی نیت سے سفر کرتا ہے' حالانکہ شریعت میں اس کی قطعاً اجازت نہیں ہے تو ایسے شخص کو لاعلمی کی وجہ سے اجر بھی ملے گا اور جہالت کی وجہ سے معاف بھی کر دیا جائے گا۔

قبر پر مسجد میں نماز جائز نہیں

ایسی مساجد میں نماز پڑھنا مطلقاً ممنوع ہے جو قبروں پر بنائی گئی ہوں۔ بخلاف مسجد نبوی کے کہ اس میں ایک نماز کا ثواب ہزار نمازوں کے برابر ملتا ہے۔ کیونکہ اس کی بنیاد تقویٰ پر رکھی گئی ہے۔ مسجد نبوی کو فضیلت و عظمت کا یہ بلند درجہ رسول مکرم ﷺ کی حیات طیبہ میں بھی حاصل تھا۔ اور حجرہ مبارک کے اس میں شامل ہونے سے پہلے خلفاء راشدین کے دور میں بھی جب کہ خود رحمت عالم ﷺ اور مہاجرین و انصار صحابہ ؓ اس میں نماز ادا کرتے تھے۔ اور اس میں نماز ادا کرنے کی جو فضیلت و عظمت اس دور میں تھی وہ اس میں حجرہ مبارک کے شامل ہو جانے کے بعد بھی باقی رہی۔ اور یہ تو ہم پہلے لکھ آئے ہیں کہ حجرہ مبارک ولید بن عبدالملک کے دور میں اس وقت مسجد نبوی میں شامل ہوا جب عہد صحابہ ختم ہو چکا تھا۔ ولید ۸۰ھ کے قریب تخت خلافت پر متمکن ہوا۔

بشمول رسول اللہ کے غیر اللہ کی قسم حرام ہے

بعض علماء کا خیال ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے نبی ہونے کی وجہ سے آپ کی قبر مکرم

کو مستثنیٰ قرار دیا گیا ہے۔ اسی توجیہ کے پیش نظر وہ دوسرے انبیاء کرام کی قبروں کی طرف سفر کو بھی جائز سمجھتے ہیں۔ اور اسی توجیہہ کو مدنظر رکھتے ہوئے لوگوں میں اختلاف پیدا ہوا ہے کہ آیا رسول اللہ ﷺ کی قسم کھائی جاسکتی ہے یا نہیں؟ حالانکہ اس بات میں سب کا اتفاق ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق جیسے عرش' کرسی' بیت اللہ اور ملائکہ وغیرہ کی قسم کھانا ممنوع ہے۔ (ایسے ہی رسول اللہ کی قسم کھانا بھی ممنوع و ناجائز ہے)

جمہور علماء جیسے امام مالک' امام شافعی' امام ابوحنیفہ' اور امام احمد رحمہم اللہ کے ایک قول کے مطابق نبی کی قسم نہیں اٹھائی جاسکتی۔ اگر کوئی شخص قسم اٹھا بھی لے تو وہ منعقد نہ ہوگی جیسے عام مخلوق کی قسم اٹھانے سے قسم منعقد نہیں ہوتی۔ اور ایسے شخص پر کسی قسم کا کفارہ بھی واجب نہ ہوگا۔ جو غیر اللہ کی قسم اٹھا کر توڑ دے صحیح بخاری میں آپ کا ارشاد ہے:

((لَا تَحْلِفُوْا اِلَّا بِاللّٰه))[1]

"صرف اللہ تعالیٰ کی قسم اٹھاؤ۔"

((مَنْ كَانَ حَالِفًا فَلْيَحْلِفْ بالله او ليصمت)) [2]

"جو شخص قسم اٹھانے کا ارادہ کرے تو وہ صرف اللہ کی قسم اٹھائے ورنہ خاموش رہے۔"

کتب سنن میں آپ کا یہ ارشاد بصراحت موجود ہے:

((مَنْ حَلَفَ بِغَيْرِ اللّٰه فَقَدْ اَشْرَكَ)) [3]

---

[1] سنن ابی داؤد۔ کتاب الایمان والنذور : باب فی کراھیة الحلف بالآباء (حدیث : ۳۲۴۸) سنن نسائی۔ کتاب الایمان والنذور : باب الحلف بالامھات (حدیث : ۳۸۰۰) ولم اجده فی الصحیحین۔ واللہ اعلم

[2] صحیح بخاری۔ کتاب الایمان والنذور : باب لا تحلفوا بابائکم (حدیث : ۶۶۴۶) صحیح مسلم۔ کتاب الایمان : باب النھی عن الحلف بغیر اللہ (حدیث : ۱۶۴۶)

[3] سنن ابی داؤد۔ کتاب الایمان والنذور : باب فی کراھیة الحلف بالآباء (حدیث : ۳۲۵۱)۔ سنن ترمذی۔ کتاب النذور والایمان : باب ماجاء فی کراھیة الحلف بغیر اللہ (حدیث : ۱۵۳۵)

"جس نے غیر اللہ کی قسم کھائی اس نے شرک کیا۔"

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے ایک قول یہ بھی منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی قسم کھائی جاسکتی ہے کیونکہ آپ ﷺ پر ایمان لانا اور کلمہ شہادت اور اذان میں آپ ﷺ کا ذکر واجب ہے۔ آپ ﷺ پر ایمان لانا ایسی خصوصیت ہے جس میں کوئی دوسرا شخص آپ ﷺ کا شریک نہیں ہوسکتا۔[1]

---

[1] بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

راقم الحروف زیر مطالعہ کتاب ترجمہ وتفہیم کے دوران جب اس مقام پر پہنچا کہ امام اہل السنت احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے حلف بالنبی کے جواز پر بھی ایک قول منقول ہے تو زمین پاؤں تلے سے نکل گئی۔ ایک سکتہ طاری ہوگیا۔ احقر نے علمائے حرمین الشریفین کی طرف رجوع کیا۔ مسئلہ کی نوعیت ان کے سامنے پیش کی۔ شیوخ الحرمین نے تحریری طور پر جو جوابات مرحمت فرمائے ان سے میری تشفی ہی نہیں ہوئی بلکہ وہ ایمان میں پختگی کا ذریعہ بھی بنے۔ فَجَزَاهُمُ اللّٰهُ عَنِّيْ وَعَنِ الْمُسْلِمِيْنَ خَيْرًا۔ جن کا خلاصہ پیش خدمت ہے۔ نیز فتاویٰ کی اصل کاپی بھی مترجم کے پاس موجود ہے جو کسی بھی راہ حق کے متلاشی کو دکھائی جاسکتی ہے۔

فضیلۃ الشیخ عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز رحمہ اللہ رئیس ادارات البحوث العلمیہ والافتاء والدعوۃ والارشاد' الریاض' اس موضوع پر سیر حاصل علمی بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"رسول اللہ ﷺ سے صحیح روایات سے ثابت ہے کہ غیر اللہ کی قسم کھانا شرک ہے۔ ایسی قسم اٹھانے کا نتیجہ قسم اٹھانے والے کے حسب حال شرک اصغر یا شرک اکبر کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے۔ جیسا کہ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ایک حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

مَنْ حَلَفَ بِغَيْرِ اللّٰهِ فَقَدْ كَفَرَ أَوْ أَشْرَكَ۔ (سنن ابی داؤد۔ کتاب الایمان والنذور : باب فی کراھیۃ الحلف بالآباء (حدیث: ۳۲۵۱) سنن ترمذی۔ کتاب النذور والأیمان : باب ماجاء فی کراھیۃ الحلف بغیر اللہ (حدیث : ۱۵۳۵)

"جس شخص نے غیر اللہ کی قسم کھائی اس نے کفر کیا یا شرک کیا۔"

صحیحین میں سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

إِنَّ اللّٰهَ يَنْهَاكُمْ أَنْ تَحْلِفُوْا بِآبَائِكُمْ مَنْ كَانَ حَالِفًا فَلْيَحْلِفْ بِاللّٰهِ أَوْلِيَصْمُتْ۔ (صحیح بخاری۔ کتاب الأیمان والنذور : باب لاتحلفوا بآبائکم (حدیث ۶۶۴۶) صحیح ←

مسلم۔ کتاب الأیمان : باب النھی عن الحلف بغیر اللہ (حدیث : ۱۶۴۶)

"آباؤ اجداد کی قسمیں کھانے سے اللہ تعالیٰ تمھیں منع کرتا ہے۔ اور جو شخص قسم کھانا چاہے تو وہ صرف اللہ کی قسم کھائے' یا وہ خاموش رہے۔

ابن عمرؓ سے مروی ایک حدیث نبوی کے یہ الفاظ بھی موجود ہیں:

مَن کَانَ حَالِفًا فَلَا یَحلِفُ اِلَّا بِاللّٰہِ (صحیح بخاری۔ کتاب مناقب الانصار : باب ایام الجاهلية (حديث : ۳۸۳۶) صحیح مسلم (حوالہ سابق)

"جو شخص قسم کھانا چاہے اسے صرف اللہ کی قسم کھانی چاہیے۔"

قریش کی عادت تھی کہ وہ اپنے آباؤ اجداد کی قسمیں کھایا کرتے۔ رسول اللہ ﷺ نے بایں الفاظ ممانعت فرمائی:

اِنَّ اللّٰہَ یَنھَاکُم اَن تَحلِفُوا بِاٰبَائِکُم (صحیح بخاری۔ کتاب الأیمان والنذر : باب لا تحلفوا بآبائكم (حديث : ۶۶۴۶) صحیح مسلم (حوالہ سابق)

"آباؤ اجداد کی قسمیں کھانے سے اللہ تمھیں منع کرتا ہے۔"

ایک صحیح روایت میں ذکر ہے کہ رسول مکرم ﷺ نے فرمایا:

مَن حَلَفَ فَقَالَ فِی حَلِفِهٖ وَاللَّاتِ وَالعُزّٰی فَلیَقُل لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰہُ وَلیَستَغفِر۔ (صحیح بخاری۔ کتاب الأیمان والنذور : باب لایحلف باللات والعزی ولا بالطواغیت (حدیث : ۶۶۵۰)

صحیح مسلم۔ کتاب الأیمان و النذور : باب من حلف باللات والعزی (حدیث : ۱۶۴۷)

"جو شخص لات اور عزیٰ کی قسم کھائے تو اسے لا الہ الا اللہ کا اقرار اور استغفار کرنا چاہیے۔"

ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ نے سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو لات اور عزیٰ کی قسم کھاتے ہوئے سنا تو فوراً فرمایا کہ لا الہ الا اللہ کہو۔

مندرجہ بالا واقعات میں کلمہ توحید اور استغفار کو رسول مکرم ﷺ نے حلف بغیر اللہ کا کفارہ قرار دیا ہے۔

سیدنا عبداللہ بن مسعودؓ کا مشہور قول ہے:

لَاَن اَحلِفَ بِاللّٰہِ کَاذِبًا اَحَبُّ اِلَیَّ مِن اَن اَحلِفَ بِغَیرِهٖ صَادِقًا۔ (المعجم الکبیر (۸۹۰۲) مصنف ابن ابی شیبہ (۲/ ۱۷۹)

"اللہ کی جھوٹی قسم کھانا مجھے اس بات سے زیادہ پسند ہے' کہ میں غیر اللہ کی سچی قسم کھاؤں۔"

سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے مندرجہ بالا فرمان کی شرح میں امام ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں:

حلف باللہ توحید ہے اور حلف بغیر اللہ شرک ہے۔ توحید والی نیکی صدق والی نیکی سے بڑی ہے' اور کذب کی برائی شرک کی برائی سے کم تر ہے۔ اسی اصول کو مدنظر رکھتے ہوئے سیدنا ابن مسعودؓ نے اللہ تعالیٰ کی جھوٹی قسم کو حلف بغیر اللہ پر ترجیح دی۔

اب جواز حلف بالرسول (ﷺ) کو لیجئے' جسے بعض حنابلہ درست تسلیم کرتے ہیں۔

اس کا جواب سیدنا امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کا وہ مشہور قول ہے جس میں وہ مطلقاً حلف بغیر اللہ کو ممنوع اور شرک قرار دیتے ہیں۔ امام موصوف کے اسی قول کو جمہور علماء نے صحیح کہا ہے اور یہی قول معتمد علیہ ہے۔ حلف بالرسول ﷺ کے بارے میں ہم پوری ذمہ داری' انشراح صدر سے دلائل قطعیہ کی بنیاد پر عرض کرنا چاہتے ہیں کہ امام موصوف کا حلف بالرسول کے جواز والا قول

مُخَالِفٌ لِلْاُصُوْلِ وَالنُّصُوْصِ الثَّابِتَةِ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ فِي النَّهْيِ عَنِ الْحَلْفِ بِغَيْرِ اللّٰهِ وَتَحْرِيْمِهِ مُطْلَقًا۔

''اصول اور نصوص قطعیہ جو رسول اللہ ﷺ سے حلف بغیر اللہ کی نفی اور حرام ہونے پر دلالت کناں ہیں' کے خلاف ہے۔''

کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے ہی نجات اور خیر کے تمام راستوں کو امت کے لیے واضح اور متعین فرمایا اس لیے تمام علمائے امت کا اتفاق ہے کہ صرف اللہ تعالیٰ یا اس کی صفات ہی کی قسم کھائی جاسکتی ہے اور بس۔

علامہ ابن عبدالبر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَا يَجُوْزُ الْحَلْفُ بِغَيْرِ اللّٰهِ اِجْمَاعًا

''غیر اللہ کی قسم کھانے کی ممانعت پر اجماع ہے۔''

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ اپنے فتاویٰ میں رقم طراز ہیں:

اِنَّ الْحَلْفَ بِسَائِرِ الْمَخْلُوْقَاتِ حَرَامٌ عِنْدَ جَمَاهِيْرِ عُلَمَاءِ الْمُسْلِمِيْنَ۔

''جمہور علماء کے نزدیک تمام مخلوق میں سے کسی کی قسم کھانا حرام ہے۔''

پس مندرجہ بالا احادیث و اقوال نیز کتب صحاح اور سنن میں اس موضوع پر جو احادیث درج ہیں ان میں ان لوگوں کے دلائل اور توہمات کی تردید پائی جاتی ہے' جو حلف بالنبی (ﷺ) کے قائل ہیں۔

سوال: فضیلۃ: الشیخ محمد بن عبداللہ السبیل حفظہ اللہ تعالیٰ امام الحرم المکی الشریف

بعض لوگ حلف بغیر اللہ کے جواز پر دو امور سے استدلال کرتے ہیں:

پہلی دلیل یہ پیش کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق میں سے کئی چیزوں کی قسم کھائی ہے' جس کا تذکرہ قرآن کریم میں موجود ہے۔

دوسری دلیل یہ پیش کی جاتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک دیہاتی نے آ کر اسلام کے بارے میں کچھ سوالات کئے۔ آپ ﷺ نے اس کو جواب دے کر ارشاد فرمایا:

اَفْلَحَ وَاَبِيْهِ اِنْ صَدَقَ

''اگر اس نے سچ کہا ہے تو اس کے باپ کی قسم وہ کامیاب ہوا۔''

جواب: اللہ تعالیٰ کا اپنی کسی مخلوق کی قسم کھانے کا اسے حق ہے کہ جس کی چاہے قسم کھائے کیونکہ اللہ تعالیٰ جس چیز کی قسم کھاتا ہے اس کی تخلیق میں اللہ تعالیٰ کی قدرت و حکمت ہے' اس کی ربوبیت و الوہیت کا اثبات ہے۔ گویا ان کی تعظیم درحقیقت اللہ تعالیٰ ہی کی تعظیم ہے کیونکہ اللہ ہی نے ان کو پیدا کیا ہے۔

اس میں اللہ کی قدرت' حکمت' ربوبیت' الوہیت اور اس کی کامل صفات کی دلالت موجود ہے۔ رہی اس کی مخلوق تو اسے یہ حق نہیں کہ وہ کسی کی بڑائی بیان کرے کیونکہ اللہ کا حکم ہے کہ صرف اس کی بڑائی بیان کی جائے اور مخلوق کو حق نہیں کہ اس کی تعظیم بیان کی جائے کیونکہ وہ مخلوق ہے' مربوب ہے۔ رب کریم نے اپنے رسول مکرم ﷺ کے ذریعے سے ہمیں حکم دیا ہے کہ ہم غیر اللہ میں سے کسی کی بھی قسم نہ کھائیں۔ جیسے صحیحین کی روایت میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

مَنْ كَانَ حَالِفًا فَلْيَحْلِفْ بِاللّٰهِ اَوْ لِيَصْمُتْ (صحیح بخاری۔ کتاب الأیمان والنذور : باب لاتحلفوا بابائکم (حدیث : ۲۶۴۶) صحیح مسلم۔ کتاب الأیمان : باب النهی عن الحلف بغیر الله تعالٰی (حدیث : ۱۶۴۶)

''جو شخص قسم کھانا چاہے اسے صرف اللہ کی قسم کھانی چاہئے یا وہ خاموش رہے۔''

امام شعبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اَلْخَالِقُ يُقْسِمُ بِمَا شَآءَ مِنْ خَلْقِهِ وَالْمَخْلُوْقُ لَايُقْسِمُ اِلَّا بِالْخَالِقِ۔

''خالق کائنات اپنی مخلوق میں سے جس کی چاہے قسم کھا سکتا ہے' البتہ مخلوق صرف اپنے خالق کی قسم کھا سکتی ہے۔''

امام شعبی رحمہ اللہ مزید فرماتے ہیں:

لَاَنْ اُقْسِمُ بِاللّٰهِ فَاَحْنَثَ اَحَبُّ اِلَيَّ مِنْ اَنْ اُقْسِمَ بِغَيْرِهٖ فَاَبَرَّ۔

''اللہ کی قسم کھا کر توڑ دینے کو میں اس بات پر ترجیح دیتا ہوں کہ غیر اللہ کی قسم کھا کر اسے پورا کروں۔''

رہی دوسری دلیل جس میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اَفْلَحَ وَاَبِيْهِ اِنْ صَدَقَ تو اس حدیث کے بارے میں علامہ ابن عبدالبر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ لفظ وابیہ غیر محفوظ ہے کیونکہ اسماعیل بن جعفر کی روایت کے مطابق الفاظ یہ ہیں:

اَفْلَحَ وَاللّٰهِ اِنْ صَدَقَ۔

''اگر اس نے سچ کہا ہے تو واللہ وہ کامیاب ہوگیا۔''

علامہ ابن عبدالبر رحمہ اللہ ایک نکتہ یہ بھی بیان کرتے ہیں کہ بعض راویوں نے لفظ ''واللہ'' کی جگہ غلطی سے ''وابیہ'' پڑھ لیا جو بعد میں مشہور ہوگیا۔

بعض علماء کا موقف یہ ہے کہ ابتداء اسلام میں حلف بغیر اللہ کی ممانعت نہ تھی' البتہ بعد میں اس کی حرمت بیان کر دی گئی' چنانچہ حلف بغیر اللہ کی ممانعت اور اس کے شرک ہونے پر کافی احادیث نبوی موجود ہیں جیسے سیدنا ابن عمرؓ سے مروی ہے:

اِنَّ النَّبِيَّ ﷺ اَدْرَكَ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ فِيْ رَكْبٍ يَحْلِفُ بِاَبِيْهِ فَقَالَ ﷺ اَلَا اِنَّ اللّٰهَ يَنْهَاكُمْ اَنْ تَحْلِفُوْا بِاٰبَائِكُمْ مَنْ كَانَ حَالِفًا فَلْيَحْلِفْ بِاللّٰهِ اَوْ لِيَصْمُتْ۔ (بخاری و مسلم) (صحیح مسلم۔ کتاب الایمان : باب بیان الصلوات التی هی احد ارکان الاسلام (حدیث : ۹/ ۱۱)

''سیدنا عمر بن الخطابؓ ایک قافلے کے ساتھ جا رہے تھے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کو اپنے باپ کی قسم کھاتے ہوئے سنا۔ آپ ﷺ نے فرمایا خبردار! اللہ تعالیٰ نے تمہیں اپنے آباؤ اجداد کی قسمیں کھانے سے منع کیا ہے۔ لہٰذا جو شخص قسم کھانا چاہئے تو اسے صرف اللہ کی قسم کھانی چاہئے یا وہ خاموش رہے۔

سیدنا ابن عمرؓ سے ایک اور روایت بھی منقول ہے جس میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

مَنْ كَانَ حَالِفًا فَلَا يَحْلِفْ اِلَّا بِاللّٰهِ (تقدم تخريجه)

''جو شخص قسم کھانا چاہئے وہ صرف اللہ کی قسم کھائے۔

قریش کی عادت یہ تھی کہ وہ اپنے آباؤ اجداد کی قسمیں کھایا کرتے تھے۔ آپ نے ان کو منع کرتے ہوئے فرمایا:

لَا تَحْلِفُوْا بِاٰبَائِكُمْ (مسلم)

''اپنے آباؤ اجداد کی قسمیں نہ کھایا کرو۔''

سیدنا سعد بن ابی وقاصؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ میں لات اور عزیٰ کی قسمیں کھا بیٹھا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

قُلْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ ثُمَّ انْفُثْ عَنْ يَّسَارِكَ وَ تَعَوَّذْ وَلَا تَعُدْ۔ (سنن نسائی۔ کتاب الایمان والنذور : باب الحلف باللات والعزی (حدیث : ۳۸۰۷، ۳۸۰۸) سنن ابن ماجه۔ کتاب الکفارات۔ باب النهی ان یحلف بغیر الله (حدیث : ۲۰۹۷)

"لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ کہو اور اپنی بائیں جانب تھوک دو اور اللہ کی پناہ مانگو اور پھر ہرگز ایسا نہ کرنا۔"

خلاصہ گفتگو یہ نکلا کہ حلف غیر اللہ زبان زد عام تھا حتی کہ اس کی نفی اور ممانعت کر دی گئی۔

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کی تالیفات میں یہ بات نہیں ملتی کہ آپ نے حلف بغیر اللہ یا حلف بالنبی ﷺ کو جائز لکھا ہو۔ البتہ آپ کے بعض شاگرد اپنی کتب میں حلف بالنبی ﷺ کو امام صاحب رحمہ اللہ کی طرف منسوب کرتے ہیں اور دلیل یہ پیش کرتے ہیں:

"امام صاحب کے نزدیک جو شخص غیر اللہ کی قسم کھائے اس پر کفارہ ہے۔"

جواب:

اس سے تو یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ حلف بغیر اللہ اور کفارہ آپس میں لازم وملزوم نہیں کیونکہ امام صاحب رحمہ اللہ نے ہمیشہ احتیاط کو پیش نظر رکھا اور احتیاط ہی کے پیش نظر غیر اللہ کی قسم کھانے والے پر کفارہ ضروری قرار دیا ہے تاکہ وہ بری الذمہ ہو جائے۔

چنانچہ امام موصوف کے اصحاب میں اختلاف ہے کہ آیا کفارہ واجب ہے یا مستحب؟ چنانچہ بعض وجوب کے اور بعض استحباب کے قائل ہیں جیسے شیخ الحنابلہ "المغنی" میں لکھتے ہیں کہ:

امام احمد رحمہ اللہ کا کلام ایجاب کی بجائے استحباب پر محمول کیا جائے گا' کیونکہ اگر قسم منعقد ہوتی تو کفارہ واجب ہوتا۔ احتیاط کے قرین قیاس بھی یہی ہے' جیسا کہ امام موصوف سے منقول ہے کہ آپ فرقہ جہمیہ کے پیچھے نماز کو جائز سمجھتے تھے حالانکہ آپ فرقہ جہمیہ کو کافر قرار دیتے تھے بایں ہمہ آپ نے ان کے پیچھے نماز کو احتیاطاً جائز سمجھا' اس کی مثال یوں دی جا سکتی ہے کہ جیسے مطلع ابر آلود ہونے کی صورت میں شک کا فائدہ دیتے ہوئے آپ نے روزہ رکھنا واجب لکھا ہے حالانکہ احادیث میں شک کی صورت میں روزہ رکھنے کی ممانعت ہے۔

ائمہ اور دیگر علمائے امت کا معروف مسلک بھی یہی ہے کہ مخلوق میں سے کسی کی قسم کھانا ممنوع ہے۔ چنانچہ علامہ ابن عبدالبر رحمہ اللہ نے صحیحین کی ایک حدیث کی روشنی میں اس پر اجماع نقل کیا ہے۔ حدیث کے الفاظ یہ ہیں:

إِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ مَنْ كَانَ حَالِفًا فَلْيَحْلِفْ بِاللّٰهِ أَوْ لِيَصْمُتْ۔ (تقدم تخريجه)

''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص قسم کھانا چاہے اسے صرف اللہ کی قسم کھانی چاہئے یا وہ خاموش رہے۔''

سیدنا عمر بن الخطاب ؓ سے مرفوعاً روایت ہے جس میں رسول مکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

مَنْ حَلَفَ بِغَيْرِ اللّٰهِ فَقَدْ كَفَرَ أَوْ أَشْرَكَ۔ (تقدم تخريجه)

''جس شخص نے کسی بھی غیر اللہ کی قسم کھائی اس نے کفر کیا یا شرک کیا۔''

سیدنا ابن مسعودؓ کا مشہور قول ہے کہ:

لَأَنْ أَحْلِفَ بِاللّٰهِ كَاذِبًا أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ أَحْلِفَ بِغَيْرِهِ صَادِقًا۔ (تقدم تخريجه)

''غیر اللہ کی سچی قسم کھانے پر اللہ کی جھوٹی قسم کھانے کو میں ترجیح دیتا ہوں۔''

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ ؒ فرماتے ہیں کہ سیدنا ابن مسعودؓ کے مندرجہ بالا قول کے موافق سیدنا عبداللہ بن عمر ؓ اور سیدنا عبداللہ بن عباسؓ سے بھی قول منقول ہیں۔ پس ثابت ہوا کہ حلف بغیر اللہ کذب سے بڑا گناہ ہے۔ حالانکہ تمام امتوں میں کذب حرام ہے۔ نتیجہ نکلا کہ حلف بغیر اللہ تمام محرمات سے بڑا ہے۔ اگر بالفرض تسلیم کر لیا جائے کہ امام احمد بن حنبل ؒ حلف بالنبی ﷺ کے قائل تھے تو ہم یہ کہنے میں حق بجانب ہیں کہ امام صاحب ؒ معصوم نہ تھے جیسا کہ انبیاء علیہم السلام معصوم ہیں۔ امام صاحب کیا ہر شخص سے غلطی کا امکان ہے۔ لہٰذا امام صاحب ؒ نے اپنے اس قول میں بطور دلیل نہ کوئی آیت پیش کی اور نہ ہی حدیث۔ لہٰذا کسی بھی امام کی رائے کو قبول کرنا ضروری نہیں' خصوصاً جب کہ وہ کتاب وسنت سے معارض ہو۔ کتاب وسنت سے تعارض کی صورت میں ایسے قول کی تردید اور عدم عمل واجب ہو جاتا ہے۔ خود امام صاحب ؒ اور دوسرے ائمہ کرام ؒ نے بھی ایسے قول کی تردید کی وصیت اور تلقین کی ہے۔ امام احمد ؒ اپنی اور دوسرے ائمہ کی تقلید کی تردید میں فرماتے ہیں:

خُذُوْا مِمَّا أَخَذُوْا وَلَا تُقَلِّدُوْا الرِّجَالَ فِيْ دِيْنِكُمْ۔

''احکام شریعت وہیں سے لو جہاں سے ائمہ کرام نے لیے تھے اور اپنے دین کے معاملے میں لوگوں کی تقلید نہ کرو۔''

ایک دوسرے مقام پر فرماتے ہیں:

عَجِبْتُ لِقَوْمٍ عَرَفُوْا الْإِسْنَادَ وَ صِحَّتَه يَذْهَبُوْنَ إِلٰى رَأْيِ سُفْيَانَ وَاللّٰهُ يَقُوْلُ "فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ أَمْرِه أَنْ تُصِيْبَهُمْ فِتْنَةٌ أَوْ يُصِيْبَهُمْ عَذَابٌ أَلِيْمٌ۔" (كتاب التوحيد ص : ۱۷۲)

(مغنى المريد ۶/ ۲۳۹۱)

ابن عقیل رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ آپ کی قسم کھانا اس لیے جائز ہے کہ آپ نبی مرسل ہیں اس پر دوسرے انبیاء علیہم السلام کو بھی قیاس کیا جا سکتا ہے۔

لیکن صحیح مسلک وہی ہے جس پر سلف و خلف ائمہ اسلام کا اتفاق ہے یعنی یہ کہ کسی مخلوق کی قسم نہیں کھائی جا سکتی خواہ وہ کوئی نبی یا غیر نبی ہو' فرشتہ ہو' بادشاہ ہو' یا کوئی بڑا پیر ہو۔ اکثر اہل علم کے نزدیک غیر اللہ کی قسم کھانا حرام ہے جیسا کہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی قسم کھانا حرام ہے۔ حتی کہ ابن مسعودؓ اور ابن عباسؓ میں سے ایک کا یہ قول مشہور ہے:

← مجھے ان لوگوں پر تعجب ہوتا ہے جو سند اور اس کی صحت کو جان کر پھر سیدنا سفیانؒ کی رائے کی طرف جاتے ہیں' حالانکہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ جو لوگ آپ ﷺ کی مخالفت کرتے ہیں' ان کو ڈرنا چاہئے کہ (کہیں ایسا نہ ہو کہ) ان پر کوئی آفت پڑ جائے' یا تکلیف دینے والا عذاب نازل ہو۔

سیدنا ابن عباسؓ کا مشہور قول ہے:

يُوْشِكُ اَنْ تَنْزِلَ عَلَيْكُمْ حِجَارَةٌ مِّنَ السَّمَاءِ اَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَ تَقُوْلُوْنَ قَالَ اَبُوْبَكْرٍ وَ عُمَرُ (كتاب التوحيد ص: ۱۷۲) والخطيب فى الفقيه و المتفقه (۳۷۹، ۳۸۰)

"قریب ہے کہ تم پر آسمان سے پتھر برسیں میں تم کو یہ کہتا ہوں کہ رسول اللہ ﷺ نے یوں فرمایا ہے اور تم یہ کہتے ہو کہ ابوبکر و عمرؓ کہتے تھے۔"

غور کا مقام ہے کہ جب سیدنا ابوبکر و عمرؓ کے بارے میں یہ مؤقف ہو تو ائمہ کرام یا کسی دوسرے عالم کی رائے کی کتاب و سنت کے مقابلے میں کیا حیثیت ہوگی؟

حقیقت یہ ہے کہ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ دوسرے ائمہ کے مقابلے میں کتاب و سنت سے دلیل اخذ کرنے میں زیادہ سخت اور محتاط تھے۔

ائمہ اربعہ اور دوسرے علماء امت کے نزدیک حلف بالمخلوق کے جواز پر کوئی دلیل اور حدیث مروی نہیں ہے بلکہ اس کی ممانعت میں احادیث موجود ہیں جیسے صحیحین کی روایت کے مطابق رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

مَنْ كَانَ حَالِفًا فَلْيَحْلِفْ بِاللّٰهِ اَوْ لِيَصْمُتْ۔ (تقدم تخريجه)

"جو شخص قسم کھانا چاہئے اسے صرف اللہ کی قسم کھانی چاہئے یا وہ خاموش رہے۔"

ترمذی اور حاکم کی روایت کے مطابق رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ:

مَنْ حَلَفَ بِغَيْرِ اللّٰهِ فَقَدْ كَفَرَ اَوْ اَشْرَكَ۔ (تقدم تخريجه)

"جس شخص نے کسی بھی غیر اللہ کی قسم کھائی اس نے کفر کیا یا شرک کیا۔ واللہ اعلم

((لَاَنْ اَحْلِفَ بِاللّٰهِ كَاذِبًا اَحَبُّ اِلَیَّ مِنْ اَنْ اَحْلِفَ بِغَيْرِ اللّٰهِ صَادِقًا))[1]

"مجھے اللہ کی جھوٹی قسم کھانا زیادہ پسند ہے اس سے کہ میں غیر اللہ کی سچی قسم کھاؤں۔"

مندرجہ ذیل الفاظ بھی مروی ہیں۔

((لَاَنْ اَحْلِفَ بِاللّٰهِ كَاذِبًا اَحَبَّ اِلَیَّ مِنْ اَنْ اُضَاهِيَ))[2]

"اللہ کی جھوٹی قسم کھانا مجھے زیادہ پسند ہے اس سے کہ میں اس کے ساتھ کسی کو مشابہ قرار دوں"

لہٰذا ثابت ہوا کہ غیر اللہ کی قسم کھانا شرک ہے۔ اور شرک بہرحال جھوٹ سے بڑا گناہ ہے کیونکہ یہ جھوٹ کی (برائی کی) انتہا ہے کہ اسے شرک سے مشابہت دی جائے۔ جیسا کہ ایک صحیح حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے دو یا تین مرتبہ فرمایا:

((عُدِلَتْ شَهَادَةُ الزُّوْرِ بِالْاِشْرَاكِ بِاللّٰهِ))[3]

"جھوٹی گواہی شرک باللہ کے برابر قرار دی گئی ہے۔"

اس کے بعد آپ ﷺ نے قرآن کریم کی یہ آیت تلاوت فرمائی کہ:

﴿وَاجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ ۝ حُنَفَآءَ لِلّٰهِ غَيْرَ مُشْرِكِيْنَ بِهٖ ۚ وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَكَاَنَّمَا خَرَّ مِنَ السَّمَآءِ فَتَخْطَفُهُ الطَّيْرُ اَوْ تَهْوِيْ بِهِ الرِّيْحُ فِيْ مَكَانٍ سَحِيْقٍ ۝﴾ (الحج، ۲۲/ ۳۰ تا ۳۱)

"جھوٹی باتوں سے پرہیز کرو' یکسو ہو کر اللہ کے بندے بنو' اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو۔ اور جو کوئی اللہ کے ساتھ شرک کرے تو گویا وہ آسمان سے گر گیا۔

---

[1] المعجم الكبير الطبراني (۸۹۰۱) مصنف ابن ابی شيبة (۲/ ۱۷۹)

[2] حوالہ سابق

[3] مسند احمد (۴/ ۳۲۱) سنن ترمذی۔ کتاب الشهادات۔ باب ماجاء فی شهادة الزور (حديث

: ۲۲۹۹) و اسنادہ ضعیف۔ نیز دیکھئے سنن ابی داؤد (۳۵۹۳) و سنن ابن ماجہ (۲۳۷۲)

اب یا تو اسے پرندے اچک لے جائیں گے' یا ہوا اس کو ایسی جگہ لیجا کر پھینک دے گی' جہاں اس کے چیتھڑے اڑ جائیں گے۔"

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نزدیک یہ ایسا ممنوع عمل' بلکہ فعل حرام ہے' جو جھوٹی قسم کھانے سے بھی زیادہ سنگین ہے۔

اہل علم کے ایک گروہ کا گمان یہ ہے کہ حلف بغیر اللہ ایسا فعل ہے' جس کی نہی ثابت نہیں ہے۔ اور اس گروہ نے اِدھر اُدھر کے بے بنیاد دلائل بھی دیئے ہیں۔ لیکن ہم ان کے سامنے اللہ تعالیٰ کا ارشاد پیش کرتے ہیں جس میں حکم ہے:

﴿ أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنكُمْ ۖ فَإِن تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ إِن كُنتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ۚ ذَٰلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا ﴾ (النساء: ۴/۵۹)

"اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی۔ اور ان لوگوں کی جو تم میں سے صاحب امر ہوں۔ پھر اگر تمہارے درمیان کسی معاملہ میں نزاع ہو جائے تو اسے اللہ اور رسول کی طرف پھیر دو۔ اگر تم واقعی اللہ اور روز آخر پر ایمان رکھتے ہو۔ یہی ایک صحیح طریق کار ہے اور انجام کے اعتبار سے بھی بہتر ہے۔"

پس اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے جو حکم دیا ہے وہی صحیح ہے اور وہ یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غیر اللہ کی قسم کھانے' طلوع شمس اور غروب آفتاب کے وقت نماز پڑھنے' قبروں کو مسجد بنانے اپنی قبر مکرم کو میلہ بنانے' اور تین مساجد کے علاوہ کسی بھی مسجد کی طرف سفر کرنے سے منع فرمایا ہے۔

اور اس قسم کے تمام احکام کا مقصد یہ ہے کہ:

دین خالص اللہ کے لیے ہو جائے۔ عبادت صرف اللہ وحدہ لا شریک لہ کی ہو۔ توحید کی حفاظت ہو۔ دین سارے کا سارا اللہ ہی کے لیے ہو جائے۔ اس کے سوا کسی کی عبادت نہ ہو۔ اس کے سوا کسی کو نہ پکارا جائے۔ اس کے سوا کسی سے خوف نہ کھایا جائے۔

اس کے سوا کسی کے لیے نہ روزہ رکھا جائے نہ نماز پڑھی جائے۔ اس کے سوا کسی کے نام کی نذر نہ مانی جائے۔ اس کے سوا کسی کی قسم نہ کھائی جائے بیت اللہ کے سوا کسی دوسرے گھر کا حج نہ کیا جائے کیونکہ فرض حج اللہ کے مقدس گھر کے علاوہ کسی کا نہیں اور وہ صرف مسجد الحرام (بیت اللہ) ہے۔

تین مساجد کا سفر زیارت

مستحب سفر سوائے تین مساجد کے اور کسی طرف نہیں کیا جاسکتا کیونکہ ان تینوں مساجد کو تعمیر کرنے کا شرف جلیل القدر انبیاء کرام کو حاصل ہے۔ جن میں مسجد الحرام کو سیدنا ابراہیم اور سیدنا اسماعیل نے تعمیر اور مسجد نبوی کو خاتم المرسلین سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ نے تعمیر فرمایا جس کی بنیاد ہی تقویٰ پر ہے۔ دوسری مسجد ایلیاء یعنی مسجد اقصیٰ ہے جو سیدنا سلیمانؑ کے وقت سے بھی پہلے حضرت اسحٰق کی تعمیر شدہ ہے۔

صحیحین میں سیدنا ابوذرؓ سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا کہ سب سے پہلے کون سی مسجد تعمیر ہوئی؟ آپ ﷺ نے فرمایا مسجد الحرام۔

میں نے سوال کیا کہ اس کے بعد کون سی مسجد تعمیر ہوئی؟ آپ نے فرمایا مسجد اقصیٰ۔

میں نے پھر سوال کیا کہ مسجد الحرام اور مسجد اقصیٰ کی تعمیر کے درمیان کتنی مدت کا وقفہ تھا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: مسجد اقصیٰ چالیس سال بعد تعمیر ہوئی۔ اس گفتگو کے بعد آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ جہاں بھی وقت ہو جائے نماز پڑھ لیا کرو وہی جگہ تمہارے لیے مسجد ہے۔ صحیح بخاری میں یہ الفاظ منقول ہیں:

((فَاِنَّ فِيْهِ الْفَضْلَ))[1]

"اسی جگہ نماز پڑھنا افضل ہے"

آپ ﷺ کا معمول بھی یہی تھا کہ جہاں نماز کا وقت ہو جاتا فوراً پڑھ لیتے۔

---

[1] صحیح بخاری۔ کتاب احادیث الانبیاء : باب (۱۰) (حدیث : ۳۳۶۶، ۳۴۲۵) صحیح مسلم۔

کتاب المساجد۔ باب المساجد و مواضع الصلاۃ (حدیث : ۵۲۰)

مسجد اقصیٰ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے وقت بھی تھی البتہ سیدنا سلیمان علیہ السلام نے اسے وسیع کر دیا۔ پس ان تین مساجد کو انبیاء کرام نے تعمیر کیا تاکہ وہ خود اور دوسرے لوگ بھی ان میں نماز ادا کریں۔ پس جب انبیاء کرام نے مذکورہ مساجد میں نماز ادا کرنے کا قصد کیا تو ان کی طرف سفر کر کے وہاں عبادت کرنا مشروع قرار دے دیا گیا' تاکہ انبیاء کرام کی اتباع ہو جائے۔ جیسا کہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے جب بیت اللہ تعمیر کر لیا تو انہیں حکم الٰہی ہوا کہ وہ لوگوں کو اس کا حج کرنے کی دعوت دیں' چنانچہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام سے لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت تک لوگ جوق در جوق بیت اللہ کے حج کی نیت سے سفر کر کے مکہ مکرمہ آتے رہے۔ اگرچہ ان پر حج فرض نہ تھا جیسا کہ اسلام کے ابتدائی دور میں بھی فرض نہ تھا۔ حج کی فرضیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری دور میں ہوئی جب کہ سورۃ آل عمران نازل ہوئی۔

سورۂ بقرہ میں تو تکمیل حج و عمرہ کا حکم اس شخص کے لیے ہے جو حج یا عمرہ کو شروع کر لے۔ اس لیے جمہور علماء کے نزدیک نفلی حج یا عمرہ کی تکمیل واجب ہے۔ البتہ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ یہاں پر اتمام کا مقصد وجوب بتاتا ہے۔ لیکن ہماری رائے میں پہلا موقف صحیح ہے۔

مسجد الحرام

مسجد اقصیٰ اور مسجد نبوی ہر تین کو تعمیر کرنے کا شرف چار انبیاء علیہم السلام کو حاصل ہے جنھوں نے لوگوں کو دعوت دی کہ وہ ان مساجد کی طرف عبادت کے لیے سفر کریں۔ ان مساجد کے علاوہ کوئی مسجد ایسی تعمیر نہیں کی گئی جس کی طرف سفر کر کے عبادت کا حکم دیا گیا ہو۔ یہ بھی یاد رہے کہ ان مساجد کے علاوہ اور مساجد بھی تھیں جن میں انبیاء کرام نے نمازیں ادا کی ہیں' لیکن ان کی طرف سفر کرنے کو نہیں کہا گیا' جیسا کہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام بیت اللہ کے علاوہ اور دوسری جگہ بھی نماز ادا کرتے تھے' البتہ لوگوں کو صرف حج بیت اللہ کی

دعوت دی۔ انبیاء کرام میں سے کسی نے یہ دعوت نہیں دی کہ لوگ اس کی قبر یا اس کے گھر یا کسی اور مقدس مقام کی طرف سفر کریں بلکہ اس بات کی دعوت دی کہ وہ صرف اللہ وحدہ لا شریك له کی عبادت کریں۔ اللہ تعالیٰ اولوالعزم انبیاء کا تذکرہ کرنے کے بعد ارشاد فرماتا ہے۔

﴿ذٰلِكَ هُدَى اللّٰهِ يَهْدِيْ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ۚ وَلَوْ اَشْرَكُوْا لَحَبِطَ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ○ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ ۚ فَاِنْ يَّكْفُرْ بِهَا هٰٓؤُلَآءِ فَقَدْ وَكَّلْنَا بِهَا قَوْمًا لَّيْسُوْا بِهَا بِكٰفِرِيْنَ ○ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ هَدَى اللّٰهُ فَبِهُدٰىهُمُ اقْتَدِهْ ○﴾ (الانعام: ۶/ ۸۸ تا ۹۰)

”یہ اللہ کی ہدایت ہے جس کے ساتھ وہ اپنے بندوں میں سے جس کی چاہتا ہے رہنمائی کرتا ہے لیکن اگر کہیں ان لوگوں نے شرک کیا ہوتا تو ان کا سب کیا کرایا غارت ہو جاتا۔ وہ لوگ تھے جن کو ہم نے کتاب اور حکم اور نبوت عطاء کی تھی۔ اب اگر یہ لوگ اس کو ماننے سے انکار کرتے ہیں تو ہم نے کچھ اور لوگوں کو یہ نعمت سونپ دی ہے جو اس کے منکر نہیں ہیں۔ اے نبی ﷺ! وہی لوگ اللہ کی طرف سے ہدایت یافتہ تھے انہی کے راستہ پر تم چلو۔“

مندرجہ بالا دلائل کی روشنی میں ثابت ہوا کہ ان تین مساجد کو ان کی اصل جگہ سے ہٹا کر دوسری جگہ تعمیر کرنا جائز نہیں۔ رہیں دوسری مساجد! تو ان کی فضیلت بایں معنی مسلم ہے کہ وہ اللہ کے ایسے گھر ہیں جہاں اس کی عبادت کی جاتی ہے اور یہ ایسی قدر مشترک ہے جو ان مساجد اور ان کے علاوہ دوسری مساجد میں پائی جاتی ہے۔ ان تین مساجد میں بھی تفاوت ہے اس لحاظ سے کہ کسی میں کم اور کسی میں زیادہ عبادت ہوتی ہے۔ یا ایک مسجد دوسری سے قدیم ہے۔ یہ تفاوت دوسری مساجد میں بھی موجود ہے اگر اسی وجہ سے سفر کرنا مسنون ہوتا تو عام مساجد کی طرف بھی سفر کرنے کا حکم ہوتا۔

مشرکین عرب بتوں کا بھی حج کرتے تھے

کسی باعظمت جگہ کی طرف سفر کرنا حج کے مترادف ہے۔ اور یہ بھی حقیقت ہے کہ ہر امت کسی نہ کسی جگہ کا حج کرتی ہے۔ جیسے مشرکین عرب لات' عزیٰ اور مناۃ وغیرہ کا حج کرتے تھے۔ چنانچہ ایک یہودی عالم' امیہ بن ابی صلت کو رسول اللہ ﷺ کی بعثت کی خوش خبری دیتے ہوئے کہتا ہے:

((انّه قَدْ اَظَلَّ زَمَانُ نَبِيٍّ يُبْعَثُ وَهُوَ مِنْ بَيْتٍ يَحُجُّهُ الْعَرَبُ۔ فَقَالَ اُمَيَّةُ نَحْنُ مَعْشَرَ ثَقِيفٍ فِينَا بَيْتٌ يَحُجُّهُ الْعَرَبُ۔ فَقَالَ الْحِبْرُ: اِنّه لَيْسَ مِنْكُمْ اِنّه مِنْ اِخْوَانِكُمْ مِّنْ قُرَيْشٍ))[1]

''ایک نبی کے مبعوث ہونے کا وقت آ گیا ہے جو ایسے گھر میں پیدا ہوگا' جس کا لوگ حج کرتے ہیں۔ امیہ نے کہا۔ ہم بنو ثقیف ہیں' ہم میں ایسا گھر ہے جس کا لوگ حج کرنے آتے ہیں۔ یہودی عالم نے کہا کہ وہ نبی تم میں سے نہیں بلکہ وہ تمہارے بھائیوں قریش میں سے ہوگا۔''

مندرجہ بالا عبارت میں امیہ بتا رہا ہے کہ عرب لات' عزیٰ وغیرہ کا حج کیا کرتے تھے۔ علماء سلف کا ایک گروہ ''لات'' کے بارے میں لکھتا ہے۔

((اِنَّ هٰذَا كَانَ رَجُلًا يَلُتُّ السَّوِيقَ لِلْحَاجِّ وَيُطْعِمُهُمْ اِيَّاهُ فَلَمَّا مَاتَ عَكَفُوا عَلٰى قَبْرِهِ وَصَارَ وَثَنًا يُحَجُّ اِلَيْهِ وَيُصَلّٰى لَه وَيُدْعٰى مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ))[2]

''وہ ایک آدمی تھا جو حاجیوں کو ستو پلایا کرتا تھا جب وہ فوت ہو گیا تو لوگ اس کی قبر پر مجاور بن کر بیٹھ گئے جو رفتہ رفتہ بت بن گئی' جس کا لوگ حج کرتے' اس کے لیے نماز پڑھتے اور اسے اللہ کے سوا پکارتے''

سلف امت کی ایک جماعت آیت ''اَفَرَاَيْتُمُ اللَّاتَ'' کو تشدید ''ت'' پڑھتی ہے۔

◯ لات اہل طائف کا بت تھا۔

---

[1] دلائل النبوة لابی نعیم (۳۵۵) من طریق الطبرانی (۳۲۳) و فیه مجاشع بن عمرو و هو

ضعیف کما فی المجمع (۸/ ۲۳۲)

۲ تفسیر الدر المنثور (۷/ ۵۷۴، ۵۷۵) واصلہ عندالبخاری فی التفسیر (۴۸۵۹)

- عزیٰ اہل مکہ کا مشکل کشا۔
- اور اہل مدینہ مناۃ دیوی کی پوجا کرتے تھے۔

اسی لیے غزوہ احد میں ابوسفیان نے بآواز بلند کہا تھا:

((اُعْلُ ھُبَلُ)) ''ہبل بلند ہو''

تو رسول اللہ ﷺ نے صحابہؓ سے کہا کہ اس کا جواب کیوں نہیں دیتے؟ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ہم کیا جواب دیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: یہ جواب دو:

اَللّٰہُ اَعْلٰی وَاَجَلُّ ''اللہ ہی بلند و بالا ہے۔''

ابوسفیان نے یہ جواب سن کر کہا:

((اِنَّ لَنَا الْعُزّٰی وَلَا عُزّٰی لَکُمْ))

''ہمارا مددگار عزیٰ ہے تمہارا کوئی عزیٰ نہیں۔''

رسول اللہ ﷺ نے پھر صحابہ سے کہا۔ اس کا جواب کیوں نہیں دیتے؟ صحابہ کرام نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! ہم کیا جواب دیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: یہ جواب دو:

((اَللّٰہُ مَوْلَانَا وَلَا مَوْلَا لَکُمْ))[۱]

''ہمارا مددگار اللہ تعالیٰ ہے تمہارا کوئی مددگار نہیں''

پس ثابت ہوا کہ کسی بھی باعظمت واہم مقام کی طرف عبادت کی نیت سے سفر کرنا حج کی جنس میں سے ہے اور مشرکین عرب بھی امتوں میں سے ایک امت تھے جو اپنے معبودان باطل لات، عزیٰ اور مناۃ کی طرف حج کے لیے سفر کیا کرتے تھے۔ اس کے باوجود یہ لوگ بیت اللہ کا حج کرتے، طواف کرتے، اور وقوف عرفات بھی کرتے تھے۔ یہ لوگ ایک طرف تو اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے اور ساتھ ساتھ غیر اللہ کی عبادت بھی کرتے۔ وہ اپنے تلبیہ میں پکار پکار کر کہا کرتے:

لَبَّیْکَ لَا شَرِیْکَ لَکَ اِلَّا شَرِیْکًا ھُوَلَکَ تَمْلِکُہٗ وَمَا مَلَکَ

ل صحیح بخاری۔ کتاب المغازی۔ باب غزوۃ احد (حدیث : ۴۰۴۳)

غلام اور شریک میں فرق

اللہ تعالیٰ ان کی تردید کرتے ہوئے فرماتا ہے:

﴿ضَرَبَ لَكُمْ مَّثَلًا مِّنْ اَنْفُسِكُمْ ۭ هَلْ لَّكُمْ مِّنْ مَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ مِّنْ شُرَكَاۗءَ فِيْ مَا رَزَقْنٰكُمْ فَاَنْتُمْ فِيْهِ سَوَاۗءٌ تَخَافُوْنَهُمْ كَخِيْفَتِكُمْ اَنْفُسَكُمْ ۝﴾

(الروم : ۳۰/ ۲۸)

''وہ تمہیں خود تمہاری اپنی ہی ذات سے ایک مثال دیتا ہے کہ کیا تمہارے ان غلاموں میں سے جو تمہاری ملکیت میں ہیں کچھ غلام ایسے بھی ہیں جو ہمارے دیئے ہوئے مال و دولت میں تمہارے ساتھ برابر کے شریک ہوں اور تم ان سے اس طرح ڈرتے ہو جس طرح آپس میں اپنے ہمسروں سے ڈرتے ہو''

اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ جب تم اپنی مملوکہ چیز میں دوسرے کی شرکت گوارا نہیں کرتے تو میری مملوکہ مخلوق کو میرا شریک کیوں ٹھہراتے ہو؟

اللہ تعالیٰ کے سوا ملائکہ ہوں یا انبیاء علیہم السلام، صالحین امت ہوں، یا کوئی دوسری مخلوق، سب اللہ کی ملکیت ہیں۔ اللہ کی صفت تو یہ ہے:

لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ

''نہیں کوئی الٰہ مگر وہی ایک، اسی کی بادشاہت اور اسی کی حمد۔ اور وہ ہر چیز پر قادر مطلق ہے''

انبیاء کرام اور ملائکہ کو اللہ کے شریک ٹھہرانے کو کفر سے تعبیر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَلَا يَاْمُرَكُمْ اَنْ تَتَّخِذُوا الْمَلٰۗىِٕكَةَ وَالنَّبِيّٖنَ اَرْبَابًا ۭ اَيَاْمُرُكُمْ بِالْكُفْرِ بَعْدَ اِذْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ۝﴾ (آل عمران : ۳/ ۸۰)

''وہ (پیغمبر) تم سے ہرگز یہ نہ کہے گا کہ فرشتوں کو یا پیغمبروں کو اپنا رب بنا لو۔

کیا یہ ممکن ہے کہ ایک نبی تمہیں کفر کا حکم دے جب کہ تم مسلم ہو"

نصاریٰ کی مذمت کرتے ہوئے فرمایا:

﴿اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَالْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ ۚ وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوْٓا اِلٰهًا وَّاحِدًا ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۭسُبْحٰنَهٗ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ۝﴾ (توبہ: ۹/۳۱)

"انہوں نے اپنے علماء اور پیروں کو اللہ کے سوا اپنا رب بنا لیا ہے اور اسی طرح مسیح ابن مریم کو حالانکہ ان کو ایک معبود کے سوا کسی کی بندگی کرنے کا حکم نہیں دیا گیا تھا' وہ جس کے سوا کوئی مستحق عبادت نہیں پاک ہے وہ ان مشرکانہ باتوں سے جو یہ لوگ کرتے ہیں۔"

عیسائیوں اور ہندو قوموں کے حج

موجودہ دور کے مشرکین کا تعلق ہند سے ہو یا کسی دوسرے ملک سے' سب کے سب اپنے معبودان باطل کا حج کرنے جاتے ہیں جیسے ہندو سومنات وغیرہ کا اور اسی طرح نصاریٰ' قمامہ بیت لحم اور القونہ کا حج کرتے ہیں۔

القونہ صیدنایہ میں واقع ہے۔

اصل میں القونہ ان تصاویر کو کہتے ہیں جو نصاریٰ اپنے گرجوں میں رکھتے ہیں۔ ان تصاویر کی وہ بہت تعظیم و تکریم کرتے ہیں۔ نیز ان تصاویر کو اپنے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان شفاعت کنندہ خیال کرتے ہیں۔

القونہ اصحاب الفیل کی باقیات سے ہے

مفسرین و مؤرخین کا کہنا ہے کہ القونہ ابرھہ کی تصویر ہے' جو یمن کا حکمران تھا۔ یہ وہی ابرھہ تھا جو ہاتھیوں کی فوج لے کر بیت اللہ کو گرانے کی نیت سے مکہ پر حملہ آور ہوا تھا تاکہ کعبہ ابراہیمی کو منہدم کرے اور عربوں کو اپنے زیر نگین کر لے۔

یہ اس وقت کا واقعہ ہے جب کہ حبشیوں نے یمن کو فتح کر لیا اور عربوں پر غالب

آ گئے تھے۔ اس کے بعد سیف بن ذی یزن آیا جس نے شاہ ایران سے مدد لے کر حبشیوں کو یمن سے نکال باہر کیا۔ یہ وہی شخص ہے جس نے رسول اللہ ﷺ کی بعثت کی خوشخبری دی تھی۔ آیات الفیل جن سے حرمت کعبہ کا اظہار ہوتا ہے کہ رب کعبہ نے ابابیل پرندوں کو ابرھہ اور اس کے لشکر کو تباہ کرنے کے لیے بھیجا' جنہوں نے ان پر پتھر پھینکے۔

اسی سال رسول اللہ ﷺ کی ولادت ہوئی' یہی سال رسول اللہ ﷺ کی نبوت آپ ﷺ کی رسالت کی نشانی اور آپ ﷺ کی شریعت مطہرہ کی جیتی جاگتی علامت ہے اور صرف بیت اللہ ہی ایک ایسا گھر باقی ہے جس کی طرف منہ کر کے امت محمدیہ نماز پڑھتی ہے اور جس کا ہر سال حج کیا جاتا ہے۔

یہ واقعہ مشہور ہے کہ ابرھہ نے ملک یمن میں ایک خوبصورت کینسہ تعمیر کیا۔ اس کا ارادہ یہ تھا کہ عربوں کے ذہن اس کی طرف مائل ہوں اور وہ اس کا حج کریں۔ لیکن ہوا یہ کہ ایک عرب اس میں داخل ہوا تو اس نے وہاں پاخانہ کردیا' جس سے ابرھہ غصے سے لال پیلا ہوگیا اور اپنی فوج لے کر بیت اللہ کو گرانے کے ئے مکہ مکرمہ کی طرف روانہ ہوگیا۔ لیکن جب وہ منیٰ اور عرفات کے درمیان وادی عرنہ میں خیمہ زن ہوا تو اللہ نے اس کا پورا لشکر تباہ کردیا۔ اس واقعہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے رب ذوالجلال فرماتا ہے:

﴿ أَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِأَصْحَابِ الْفِيلِ ○ أَلَمْ يَجْعَلْ كَيْدَهُمْ فِي تَضْلِيلٍ ○ وَأَرْسَلَ عَلَيْهِمْ طَيْرًا أَبَابِيلَ ○ تَرْمِيهِم بِحِجَارَةٍ مِّن سِجِّيلٍ ○ فَجَعَلَهُمْ كَعَصْفٍ مَّأْكُولٍ ○ ﴾ (سورة الفيل : ۱۰۵/ ۱ تا ۵)

''تم نے دیکھا نہیں کہ تمہارے رب نے ہاتھی والوں کے ساتھ کیا کیا؟ کیا اس نے ان کی تدبیر کو اکارت نہیں کردیا؟ اور ان پر پرندوں کے جھنڈ بھیج دیئے جو ان کے اوپر پکی ہوئی مٹی کے پتھر پھینک رہے تھے۔ پھر ان کا ایسا حال کردیا جیسے (جانوروں) کا کھایا ہوا بھوسا۔''

مفسرین ومؤرخین کے ہاں یہ بات مسلم ہے کہ ابرھہ نے یمن میں جو کینسہ تعمیر کیا تھا اس سے اس کا مقصد عربوں کو اس کے حج کی طرف مائل کرنا تھا۔ اور یہ بھی واضح ہے

کہ وہ اس کینسہ میں وہی کام ہوتے دیکھنا چاہتا تھا جو نصاریٰ اپنے کنائس میں کرتے ہیں۔ اس سے یہ بات کھل کر سامنے آجاتی ہے کہ نصاریٰ کے ہاں کنائس کی طرف سفر کرنا بالکل اسی طرح ہے جس طرح مسلمان حج کی نیت سے مکہ مکرمہ کا سفر کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ابرھہ اپنے تعمیر کردہ کلیسا کو بیت اللہ کے مشابہ قرار دیتا تھا۔ اور اس کی طرف سفر کرنے کو حج قرار دیتا تھا۔ گویا جو شخص زمین کے کسی حصہ کو عبادت کے لیے منتخب کرکے اس کی طرف سفر کرتا ہے وہ اسی طرح ہے جیسے اس نے بیت اللہ کی طرف سفر کیا۔ کیونکہ اس نے یہ سفر عبادت کی نیت سے کیا ہے جو حج کے مترادف ہے۔

بنو ثقیف اور لات کا حج

رسول اللہ ﷺ نے تین مساجد کے علاوہ کہیں عبادت کی نیت سے سفر کی اجازت نہیں دی۔ فرض حج صرف وہی ہے جو بیت اللہ کے ساتھ خاص ہے۔ اس کے علاوہ صرف دو مسجدیں ایسی ہیں جن کی طرف سفر کیا جا سکتا ہے۔ ان تین مساجد کے علاوہ کسی اہم اور معظم جگہ کی طرف سفر کرنا حج کی قبیل سے ہے جو سخت منع ہے۔ ہماری اس بات کی تصدیق ابوسفیانؓ والی حدیث سے بھی ہوتی ہے جب کہ وہ امیہ بن ابی الصلت الثقفی سے ملا' جس میں نصاریٰ کے علماء میں سے ایک کا تذکرہ بھی ہوا' جس نے یہ پیش گوئی کی تھی کہ عرب میں ایک نبی کے ظہور کا وقت آ گیا ہے۔ امیہ نے کہا ہم بھی عربوں میں سے ہیں۔ اس نے کہا۔ وہ ایسے گھر والوں میں پیدا ہوگا جس کا عرب حج کرتے ہیں۔

امیہ نے کہا کہ ہم بنو ثقیف میں سے ہیں اور ہمارے ہاں ایسا گھر ہے جس کا عرب حج کرنے آتے ہیں۔

اس نے کہا۔ آنے والا نبی تم میں سے نہیں بلکہ وہ تمہارے بھائیوں قریش میں پیدا ہوگا۔

یاد رہے کہ بنو ثقیف کا دیوتا لات تھا۔ جس کا قرآن کریم میں بایں طور ذکر ہے:

﴿ اَفَرَءَيۡتُمُ اللّٰتَ وَالۡعُزّٰى ○ وَمَنٰوةَ الثَّالِثَةَ الۡاُخۡرٰى ○ اَلَكُمُ الذَّكَرُ وَلَهُ الۡاُنۡثٰى ○﴾ (النجم: ۵۳/ ۱۹ تا ۲۱)

''تم نے کبھی اس لات اور اس عزی اور تیسری ایک دیوی مناۃ کی حقیقت پر کچھ غور بھی کیا ہے؟ کیا بیٹے تمہارے لیے ہیں اور بیٹیاں اللہ کے لئے؟''

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ لات ایک جگہ کا نام ہے جہاں بیٹھ کر وہ شخص آنے جانے والے حجاج کو ستو پلایا کرتا تھا۔ جب وہ فوت ہوگیا تو لوگ اس کی قبر پر مجاور بن کر بیٹھ گئے اور آہستہ آہستہ یہ قبر بہت بڑا بت بن گئی جس کی عبادت کی جانے لگی۔

لات کی طرف سفر کرنے کو مشرکین عرب حج کا نام دیتے تھے۔ اس سے یہ نتیجہ نکلا کہ کسی بھی مشہد کی طرف سفر کرنا گویا اس کا حج کرنا ہے جیسا کہ کسی نے کہا ہے:

((وَحَقُّ النَّبِيِّ الَّذِي تُحَجُّ الْمَطَايَا إِلَيْهِ))

''اور اس نبی کا حق ہے جس کی طرف سواریاں حج کے لیے جاتی ہیں۔''

عبد بن حمید اپنی تفسیر میں ''اَفَرَاَيْتُمُ اللَّاتَ وَالْعُزّٰى'' کے متعلق مجاہد رحمہ اللہ کا یہ قول نقل کرتے ہیں:

''لات ایک شخص کا نام تھا جو لوگوں کو ستو پلایا کرتا تھا۔ اس کے مرنے کے بعد اس کی قبر کو عبادت گاہ بنا لیا گیا۔''

عبد بن حمید سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ کا یہ قول بھی نقل کرتے ہیں کہ:

''لات ایک شخص تھا جو حاجیوں کو ستو پلایا کرتا تھا۔''

ابن ابی حاتم نے بھی سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ:

''یہ شخص ایک پہاڑی پر لوگوں کو ستو پلایا کرتا تھا اور جو شخص بھی پی لیتا وہ موٹا ہو جاتا۔ چنانچہ اس کے مرنے کے بعد لوگوں نے اس کی عبادت شروع کر دی۔''

اعمش نے مجاہد رحمہ اللہ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ:

''یہ شخص ایک پہاڑی پر جو مکہ مکرمہ اور طائف کے درمیان واقع ہے لوگوں کو ستو

پلایا کرتا تھا۔ جب یہ مر گیا تو لوگ اس کی قبر پر مجاور بن کر بیٹھ گئے۔"

سلیمان بن حرب ابی الجوزاء کا یہ قول نقل کرتے ہیں کہ:

"لات ایک پتھر تھا جس پر ایک شخص لوگوں کو ستو پلایا کرتا تھا۔ تو اس کے مرنے کے بعد اس شخص کا نام لات مشہور ہو گیا۔" [1]

لات' عزی اور مناۃ

عبداللہ بن موسیٰ ابی صالح کا یہ قول نقل کرتے ہیں:

"لات جسے عربوں نے اپنا الہ بنا لیا تھا وہ لوگوں کو ستو پلایا کرتا تھا۔ اور عزیٰ ایک کھجور کا درخت تھا جس پر عرب لوگ خوب صورت پردے اور روئی لٹکایا کرتے تھے۔ اور مناۃ قدید نامی مقام کے قریب ایک پتھر تھا۔"

سلف میں سے ایک جماعت نے اللات بھی پڑھا ہے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یہ اسم الجلالۃ "اللہ" سے ماخوذ ہے۔

الخطابی کہتے ہیں کہ:

"مشرکین عرب اپنے بعض اہم بتوں کو لفظ "اللہ" سے تعبیر کیا کرتے تھے۔ تو رب کریم نے اپنے اس ذاتی نام کی حفاظت و صیانت کی خاطر ان کے اس تلفظ کی طرف پھیر دیا۔"

ہم کہتے ہیں کہ مندرجہ بالا دونوں اقوال اور دونوں قرات میں کوئی اختلاف نہیں ہے کیونکہ ایک شخص پہاڑی پر بیٹھ کر لوگون کو ستو پلایا کرتا تھا۔ اس کے مرنے کے بعد لوگ اس کی قبر پر بیٹھ گئے اور اس کا یہی نام رکھ دیا گیا۔ اس لفظ کو تخفیف یعنی (ت) کی شد کے بغیر کہنے سے ان کا مقصد یہ ہوتا تھا کہ یہ الہ ہے جیسا کہ وہ عام طور پر اصنام کو الھۃ کہا کرتے تھے۔ پس اس نام میں یہ دونوں صورتیں جمع ہو گئیں۔

اہل مکہ اور عزی

لات اہل طائف کا بت تھا جسے الربہ بھی کہتے ہیں۔ اور عزی اہل مکہ کا دیوتا تھا'

یہی وجہ تھی کہ جنگ احد میں ابوسفیان نے کہا تھا:

((لَنَا الْعُزّٰی وَلَا عُزّٰی لَکُمْ))

"ہمارا معبود عزّٰی ہے تمہارا کوئی عزّٰی نہیں"

رسول اللہ ﷺ نے صحابہؓ سے کہا کہ اس کا جواب کیوں نہیں دیتے؟ صحابہؓ نے عرض کیا کہ ہم کیا جواب دیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ جواب دو:

((اَللّٰهُ مَوْلَانَا وَ لَامَوْلَا لَکُمْ)) (الحدیث)[1]

"ہمارا مددگار اللہ ہے اور تمہارا کوئی مددگار نہیں۔"

مناۃ اہل مدینہ کا مشکل کشا کہا جاتا تھا۔

الغرض! حجاز کا کوئی شہر اور کوئی بستی ایسی نہ تھی جس کا کوئی الگ اور مستقل طاغوت نہ ہو اور جس کا عرب حج نہ کرتے ہوں۔ اس کی پوجا پاٹ اور اسے اپنا شفاعت کنندہ نہ سمجھتے ہوں۔

عزی کا حج

بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ عزی بنو غطفان کا حاجت روا سمجھا جاتا تھا۔ کیونکہ وہ اسی کی عبادت کرتے تھے۔ عرفات کے قریب وادی بطن نخلہ میں اس کا مجسمہ نصب تھا۔ اور اس کے قریب ہی غطفان کا قبیلہ آباد تھا۔ اہل مکہ اس کا حج کرنے جاتے تھے۔

اہل یثرب اور مناۃ

صحیح روایات اور تاریخ کی معتبر کتب سے پتہ چلتا ہے کہ اہل مکہ اسی عزّٰی کی عبادت اور اہل طائف لات کی پوجا کرتے تھے۔

اور مناۃ قدید نامی جگہ کے قریب واقع تھا۔ اس جگہ سے مشرکین مدینہ اپنا احرام باندھتے تھے اس کی تائید صحیح بخاری میں سیدہ عائشہؓ کی حدیث سے بھی ہوتی ہے۔

معمر بن مثنیٰ کا یہ کہنا کہ یہ تینوں بت پتھر کے بنے ہوئے تھے اور بیت اللہ کے اندر

[1] مندرجہ بالا اقوال کے لیے دیکھئے تفسیر در منثور (۷/۵۷۴۔۵۷۶) وغیرہ

تھے۔

ا؎ صحیح بخاری۔ کتاب المغازی : باب غزوۃ احد (حدیث : ۴۰۴۳)

اہل مکہ کا ہبل

اہل علم کا اتفاق ہے کہ یہ قول صحیح نہیں ہے۔ البتہ ہبل نامی بت کعبہ کے اندر تھا جس کے متعلق جنگ احد میں ابوسفیان نے کہا تھا:

اعلُ ھبلُ اعلُ ھُبلُ

رسول اللہ ﷺ نے صحابہؓ سے کہا کہ اس کے جواب میں کہو

اَللّٰہُ اَعْلٰی وَاَجَلّ ا؎

اساف اور نائلہ

یہ بھی یاد رکھنے کی بات ہے کہ اساف اور نائلہ دیوی کے بت ایک صفا اور دوسرا مروہ پہاڑی پر نصب تھا اور بیت اللہ کے اردگرد ۳۶۰ بت لٹکا رکھے تھے۔ لات' عزّی اور مناۃ مونث مشہور تھے۔

سفر تبرک وزیارت حج ہے

بہرکیف امیہ بن ابی الصلت نے کہا ہمارے ہاں ایک ایسا گھر ہے جس کا عرب حج کرتے ہیں۔ اور ابوسفیان نے اس کی تائید کی تھی۔ جس سے ثابت ہوا کہ جس علاقے کی طرف عبادت کی نیت سے رخت سفر باندھا جائے ایسے سفر کو اس کا حج ہی کہیں گے اور حج ایک خاص قسم کی عبادت ہے۔ تو نتیجہ یہ نکلا کہ بیت اللہ کے علاوہ کسی دوسری جگہ کی طرف عبادت کی نیت سے سفر کرنا حج اور غیر اللہ کی عبادت ہوگا۔ جیسا کہ غیر اللہ سے دعاء کرنا غیر اللہ کے لیے نماز ادا کرنے کے ذیل میں آتا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ:

﴿ قُلْ اِنَّنِیْ هَدٰىنِیْ رَبِّیْۤ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ۚ دِیْنًا قِیَمًا مِّلَّةَ اِبْرٰهِیْمَ حَنِیْفًا ۚ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ ○ قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُكِیْ

۱ حوالہ سابق

وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ○ لَا شَرِیْكَ لَهٗ ۚ وَبِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ ○﴾ (الانعام، ۶/ ۱۶۱ تا ۱۶۳)

''اے نبی ﷺ کہو میرے رب نے بالیقین مجھے سیدھا راستہ دکھا دیا ہے بالکل ٹھیک دین جس میں کوئی ٹیڑھ نہیں' ابراہیمؑ کا طریقہ جسے یکسو ہو کر اس نے اختیار کیا تھا اور وہ مشرکوں میں سے نہ تھا۔ کہو میری نماز' میرے تمام مراسم عبودیت' میرا جینا اور میرا مرنا سب کچھ رب العلمین کے لیے ہے' جس کا کوئی شریک نہیں' اسی کا مجھے حکم دیا گیا ہے۔ اور سب سے پہلے سر اطاعت جھکانے والا میں ہوں۔''

ان آیات بینات میں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو حکم دیا کہ وہ اپنی نماز اور قربانی صرف اللہ کے لیے ادا کریں۔

تین مساجد کے سوا سفر زیارت منع ہے

پس جس شخص نے بیت اللہ کے علاوہ دوسری جگہ کی طرف سفر کیا اور وہاں غیر اللہ کو پکارا تو اس نے اپنی نماز اور عبادت کو غیر اللہ کے لیے ادا کیا۔ حالانکہ رسول اللہ ﷺ نے تین مساجد کے علاوہ کسی بھی دوسری مسجد کی طرف سفر کرنے سے منع فرمایا ہے۔ بشرطیکہ اس کی طرف سفر کرنے کی کوئی خاص وجہ نہ ہو۔ سوائے تین مساجد کے۔ کیونکہ ان تینوں مساجد کو انبیاء علیہم السلام نے تعمیر کیا تھا اور ان کی طرف سفر کرنے کی عام لوگوں کو دعوت بھی دی تھی۔ پس ان تین مساجد کو ایک خاص خصوصیت حاصل ہے' جو دوسری مساجد کو حاصل نہیں' پس ان تین مساجد کے علاوہ کسی دوسری مسجد کی طرف سفر کرنا باتفاق ائمہ اربعہ مسنون نہیں بلکہ رسول اللہ ﷺ نے منع فرمایا ہے۔

پس ایسے فوت شدگان جن کی قبروں کو عبادت گاہ، وثن اور میلے کی جگہ بنا لیا گیا ہو ان کی طرف سفر کرنا کیسے جائز ہو سکتا ہے؟۔ اور طرفہ یہ کہ ان کو اللہ کا شریک اور مشکل کشا سمجھ لیا گیا ہے۔ حتی کہ ان کی اکثریت حج بیت اللہ کو اتنا درجہ نہیں دیتی جتنا کہ ان کی قبروں پر حاضری کو دیا جاتا ہے! شرک اور قبروں کی پوجا کو توحید اور اللہ کی عبادت سے افضل ترین قرار دے لیا گیا ہے جیسا کہ آج کل مشرکوں کا حال ہے۔ شرک کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَٰلِكَ لِمَنْ يَشَاءُ وَمَنْ يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا بَعِيدًا ○ إِنْ يَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ إِلَّا إِنَاثًا وَإِنْ يَدْعُونَ إِلَّا شَيْطَانًا مَرِيدًا ○ لَعَنَهُ اللَّهُ ○﴾

(النساء : ۴/ ۱۱۶ تا ۱۱۸)

''اللہ کے ہاں بس شرک ہی کی بخشش نہیں ہے، اس کے سوا اور سب کچھ معاف ہو سکتا ہے جسے وہ معاف کرنا چاہے۔ جس نے اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرایا وہ تو گمراہی میں بہت دور نکل گیا۔ وہ اللہ کو چھوڑ کر دیویوں کو معبود بناتے ہیں اور باغی شیطان کو پکارتے ہیں جس کو اللہ نے لعنت زدہ کیا ہے۔''

ہر زیارت یہ انسانی شکل میں جن اور شیطان

جہاں بھی کسی قبر کی پوجا ہو رہی ہو وہاں شیطان کا ڈیرا ہوتا ہے جو مشرکین سے بصورت انسانی ہمکلام ہوتے ہیں۔ سیدنا ابن عباسؓ کا مشہور قول ہے کہ:

((فِي كُلِّ صَنَمٍ شَيْطَانٌ يَتَرَاءَى لِلسَّدَنَةِ وَيُكَلِّمُهُمْ))[1]

''ہر صنم کے اندر شیطان ہوتا ہے جو غائبانہ مجاوروں سے گفتگو کرتا ہے۔''

ابی ابن کعبؓ کا کہنا ہے کہ: ''ہر صنم کے پاس ایک جن ضرور ہوتا ہے۔''[2]

یہ بھی ایک قول نقل کیا گیا ہے کہ اناث سے مراد بے جان چیزیں ہیں۔

حسن رحمہ اللہ کا قول یہ ہے کہ: ''ہر وہ چیز جس میں روح نہ ہو اسے اناث کہتے ہیں

جیسے لکڑی پتھر وغیرہ۔ الزجاج کا کہنا ہے کہ: بے جان اشیاء کی خبر مونث کی طرح لائی جاتی

۱ تفسیر در منثور (۲/ ۶۳۹)

۲ تفسیر ابن ابی حاتم (۴/ ۱۰۶۷)

ہے۔ جیسے۔

((اَلْاَحْجَارُ تُعْجِبُنِی' اَلدَّارَهِمُ تَنفَعُكَ))

یہ قانون بے جان چیزوں کے ساتھ خاص نہیں بلکہ لفظ ''اللہ'' کے سوا ہر لفظ کی جمع صیغہ تانیث سے آ سکتی ہے جیسے ملک سے الملائکۃ وغیرہ۔

❀❀❀

اللہ کے لیے توحید الوہیت

اللہ کے سوا جس کی بھی عبادت کی جاتی ہے اسے الھۃ کہا جائے گا۔ جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿قُلْ اَیُّ شَیْءٍ اَکْبَرُ شَھَادَۃً ۚ قُلِ اللّٰہُ ۚ شَھِیْدٌ بَیْنِیْ وَبَیْنَکُمْ ۚ وَاُوْحِیَ اِلَیَّ ھٰذَا الْقُرْاٰنُ لِاُنْذِرَکُمْ بِہٖ وَمَنْ بَلَغَ ۚ اَئِنَّکُمْ لَتَشْھَدُوْنَ اَنَّ مَعَ اللّٰہِ اٰلِھَۃً اُخْرٰی ۚ قُلْ لَّآ اَشْھَدُ ۚ قُلْ اِنَّمَا ھُوَ اِلٰہٌ وَّاحِدٌ وَّاِنَّنِیْ بَرِیْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِکُوْنَ ۝﴾ (الانعام: ۶/۱۹)

"ان سے پوچھو کہ کس کی گواہی سب سے بڑھ کر ہے؟ کہو میرے اور تمہارے درمیان اللہ گواہ ہے اور یہ قرآن میری طرف بذریعہ وحی بھیجا گیا ہے' تاکہ تمہیں اور جس جس کو یہ پہنچے سب کو متنبہ کر دوں' کیا واقعی تم لوگ یہ شہادت دے سکتے ہو کہ اللہ کے ساتھ دوسرے الہ بھی ہیں؟ کہو' میں تو اس کی شہادت ہرگز نہیں دے سکتا۔ کہو۔ الہ تو وہی ایک ہے اور میں اس شرک سے قطعی بیزار ہوں' جس میں تم مبتلا ہو۔"

﴿وَجٰوَزْنَا بِبَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ الْبَحْرَ فَاَتَوْا عَلٰی قَوْمٍ یَّعْکُفُوْنَ عَلٰٓی اَصْنَامٍ لَّھُمْ ۚ قَالُوْا یٰمُوْسَی اجْعَلْ لَّنَآ اِلٰھًا کَمَا لَھُمْ اٰلِھَۃٌ ۚ قَالَ اِنَّکُمْ قَوْمٌ تَجْھَلُوْنَ ۝ اِنَّ ھٰٓؤُلَآءِ مُتَبَّرٌ مَّا ھُمْ فِیْہِ وَبٰطِلٌ مَّا کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ۝ قَالَ اَغَیْرَ اللّٰہِ اَبْغِیْکُمْ اِلٰھًا وَّھُوَ فَضَّلَکُمْ عَلَی الْعٰلَمِیْنَ ۝﴾ (الاعراف: ۷/ ۱۳۸ تا ۱۴۰)

"بنی اسرائیل کو ہم نے سمندر سے گزار دیا۔ پھر وہ چلے اور راستے میں ایک ایسی قوم پر ان کا گزر ہوا جو اپنے چند بتوں کی گرویدہ بنی ہوئی تھی۔ کہنے لگے: اے موسیٰ! ہمارے لیے بھی کوئی ایسا معبود بنا دے جیسے ان لوگوں کے معبود ہیں...... موسیٰ نے کہا: تم لوگ بڑی نادانی کی باتیں کرتے ہو۔ یہ لوگ جس طریقہ کی پیروی کر رہے ہیں وہ تو برباد ہونے والا ہے اور جو عمل وہ کر رہے ہیں وہ سراسر باطل ہے۔ پھر موسیٰ نے کہا۔ کیا میں اللہ کے سوا کوئی اور معبود تمہارے لیے تلاش کروں؟ حالانکہ وہ اللہ ہی ہے جس نے تمہیں دنیا بھر کی قوموں پر فضیلت بخشی ہے۔"

بس اللہ ہی کافی ہے

﴿ أَفَرَأَيْتُم مَّا تَدْعُونَ مِن دُونِ اللَّهِ إِنْ أَرَادَنِيَ اللَّهُ بِضُرٍّ هَلْ هُنَّ كَاشِفَاتُ ضُرِّهِ أَوْ أَرَادَنِي بِرَحْمَةٍ هَلْ هُنَّ مُمْسِكَاتُ رَحْمَتِهِ ۚ قُلْ حَسْبِيَ اللَّهُ ۖ عَلَيْهِ يَتَوَكَّلُ الْمُتَوَكِّلُونَ ۝ ﴾ (الزمر: ۳۹/ ۳۸)

"تمہارا کیا خیال ہے کہ اگر اللہ مجھے کوئی نقصان پہنچانا چاہے تو کیا تمہاری یہ دیویاں، جنہیں تم اللہ کو چھوڑ کر پکارتے ہو مجھے اس کے پہنچائے ہوئے نقصان سے بچا لیں گی؟ اگر یا اللہ مجھ پر مہربانی کرنا چاہے تو کیا یہ اس کی رحمت کو روک سکیں گی؟ بس ان سے کہہ دو کہ میرے لیے اللہ ہی کافی ہے بھروسہ کرنے والے اسی پر بھروسہ کرتے ہیں۔"

﴿ وَلَا يَأْمُرَكُمْ أَن تَتَّخِذُوا الْمَلَائِكَةَ وَالنَّبِيِّينَ أَرْبَابًا ۗ أَيَأْمُرُكُم بِالْكُفْرِ بَعْدَ إِذْ أَنتُم مُّسْلِمُونَ ۝ ﴾ (آل عمران: ۳/ ۸۰)

"وہ (نبی) تم سے ہرگز یہ نہ کہے گا کہ فرشتوں کو یا پیغمبروں کو اپنا رب بنالو۔ کیا یہ ممکن ہے کہ ایک نبی تمہیں کفر کا حکم دے جب کہ تم مسلم ہو؟"

﴿ يَا صَاحِبَيِ السِّجْنِ أَأَرْبَابٌ مُّتَفَرِّقُونَ خَيْرٌ أَمِ اللَّهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ۝

مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖٓ اِلَّآ اَسْمَآءً سَمَّيْتُمُوْهَآ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ مَّآ اَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ ۝﴾ (یوسف : ۱۲/ ۳۹ تا ۴۰)

''اے جیل کے ساتھیو! تم خود ہی سوچو کہ بہت سے متفرق رب بہتر ہیں یا وہ ایک اللہ جو سب پر غالب ہے؟ اس کو چھوڑ کر تم جن کی بندگی کر رہے ہو وہ اس کے سوا کچھ ہیں کہ بس چند نام ہیں جو تم نے اور تمہارے آباؤاجداد نے رکھ لیے ہیں۔ اللہ نے ان کے لیے کوئی سند نازل نہیں کی۔''

مندرجہ بالا آیات بینات میں جن جن اشیاء کی اللہ کے سوا عبادت کی جاتی تھی ان سب کو لفظ الھتہ سے تعبیر کیا گیا ہے۔

ناموں' اثار اور اموات کی عبادت شرک ہے

جو شخص غیر اللہ کی عبادت کرتا ہے وہ صرف ناموں کی عبادت میں مصروف ہے جس کی اللہ نے کوئی دلیل نازل نہیں فرمائی۔ اور جو لوگ ملائکہ اور انبیاء کی عبادت کرتے ہیں' جنہیں وہ دیکھ نہیں سکتے حقیقت میں وہ صرف ان صورتوں اور شبیہوں کی عبادت کرتے ہیں جو پتھر' مٹی اور لکڑی وغیرہ سے بنائی گئی ہیں۔ حقیقت میں یہ لوگ اموات کی عبادت میں غرق ہیں۔

زیارتوں کو ڈھانے کا حکم نبوی

صحیح مسلم میں ابی الھیاج سدیؒ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں مجھے سیدنا علیؓ نے فرمایا کہ:

((اَلَا اَبْعَثُكَ عَلٰى مَا بَعَثَنِي عَلَيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بَعَثَنِي اَنْ لَا اَدَعَ تِمْثَالًا اِلَّا طَمَسْتُهُ وَلَا قَبْرًا مُشْرِفًا اِلَّا سَوَّيْتُهُ))[1]

''کیا میں تمہیں ایسے کام پر نہ بھیجوں جس پر رسول اللہ ﷺ نے بھیجا تھا...... مجھے آپ ﷺ نے یہ حکم دے کر بھیجا تھا کہ جس تصویر کو دیکھوں اسے مٹا دوں۔

[1] صحیح مسلم۔ کتاب الجنائز : باب الامر بتسویۃ القبر (حدیث : ۹۶۹)

اور جس قبر کو بلند دیکھوں اسے زمین کے برابر کر دوں۔"

"زندہ خالق" اور "مردہ مخلوق" کس کو پکاریں؟!

اموات کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿أَفَمَنْ يَخْلُقُ كَمَنْ لَّا يَخْلُقُ ۗ أَفَلَا تَذَكَّرُونَ ۝ وَإِنْ تَعُدُّوا نِعْمَةَ اللَّهِ لَا تُحْصُوهَا ۗ إِنَّ اللَّهَ لَغَفُورٌ رَّحِيمٌ ۝ وَاللَّهُ يَعْلَمُ مَا تُسِرُّونَ وَمَا تُعْلِنُونَ ۝ وَالَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ لَا يَخْلُقُونَ شَيْئًا وَهُمْ يُخْلَقُونَ ۝ أَمْوَاتٌ غَيْرُ أَحْيَاءٍ ۖ وَمَا يَشْعُرُونَ أَيَّانَ يُبْعَثُونَ ۝﴾

(النحل: ۱۶/ ۱۷ تا ۲۱)

"پھر کیا وہ جو پیدا کرتا ہے اور وہ جو کچھ بھی پیدا نہیں کرتے دونوں یکساں ہیں؟ کیا تم ہوش میں نہیں آتے؟ اگر تم اللہ کی نعمتوں کو گننا چاہو تو گن نہیں سکتے۔ حقیقت یہ ہے کہ وہ بڑا ہی درگزر کرنے والا اور رحیم ہے حالانکہ وہ تمہارے کھلے سے بھی واقف ہے اور چھپے سے بھی۔ اور دوسری ہستیاں جنہیں اللہ کو چھوڑ کر لوگ پکارتے ہیں وہ کسی چیز کی بھی خالق نہیں ہیں۔ بلکہ خود مخلوق ہیں مردہ ہیں نہ کہ زندہ، اور ان کو کچھ معلوم نہیں ہے کہ انہیں کب اٹھایا جائے گا؟"

پس جمیع اموات کو اس بات کا علم نہیں کہ وہ کب اٹھائے جائیں گے اور قیام قیامت کا بھی اللہ کے سوا کسی کو علم نہیں۔

صدیق اکبرؓ کا اعلان توحید

صحیح میں روایت ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ کا وصال ہوا تو صدیق اکبرؓ نے لوگوں کو خطبہ دیتے ہوئے فرمایا:

((مَنْ كَانَ يَعْبُدُ مُحَمَّدًا فَإِنَّ مُحَمَّدًا قَدْ مَاتَ۔ وَمَنْ كَانَ يَعْبُدُ اللَّهَ فَإِنَّ اللَّهَ حَيٌّ لَا يَمُوتُ))

"جو محمد ﷺ کی عبادت کرتا تھا وہ جان لے کہ آپ ﷺ فوت ہو چکے ہیں۔

اور جو اللہ کی عبادت کرتا تھا وہ سمجھ لے کہ اللہ زندہ ہے اسے کبھی موت نہیں آئے گی۔"

اور پھر قرآن کریم کی یہ آیت تلاوت فرمائی کہ:

﴿ وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِن قَبْلِهِ الرُّسُلُ ۚ أَفَإِن مَّاتَ أَوْ قُتِلَ انقَلَبْتُمْ عَلَىٰ أَعْقَابِكُمْ ۚ وَمَن يَنقَلِبْ عَلَىٰ عَقِبَيْهِ فَلَن يَضُرَّ اللَّهَ شَيْئًا ۗ وَسَيَجْزِي اللَّهُ الشَّاكِرِينَ ۝ ﴾ (آل عمران: ۳/ ۱۴۴)

"محمد ﷺ اس کے سوا کچھ نہیں کہ بس ایک رسول ہیں۔ ان سے پہلے اور رسول بھی گزر چکے ہیں۔ پھر کیا اگر وہ مر جائیں یا قتل کر دیئے جائیں تو تم لوگ الٹے پاؤں پھر جاؤ گے؟ یاد رکھو! جو الٹا پھرے گا۔ وہ اللہ کا کچھ نقصان نہ کرے گا۔ البتہ جو اللہ کے شکر گذار بندے بن کر رہیں گے انہیں وہ اس کی جزا دے گا۔"

صدیق اکبرؓ نے جب یہ آیت پڑھی تو صحابہ کو یوں محسوس ہوا کہ انہوں نے یہ آیت آج ہی سنی ہے۔ چنانچہ اس وقت ہر شخص کی زبان پر یہ آیت تھی۔[1]

قرآن کی اہل تقویٰ اور مشرکوں کے لیے تخفیف تاثیر

اچانک حادثہ کے وقت قرآن کی بعض آیات کا مفہوم بلند پایہ ذہنوں سے بھی اوجھل ہو ہی جاتا ہے۔ لیکن جب انہیں یاد دلایا جاتا ہے تو وہ سمجھ جاتے ہیں۔ قرآن کریم اس کی یوں وضاحت کرتا ہے کہ:

﴿ إِنَّ الَّذِينَ اتَّقَوْا إِذَا مَسَّهُمْ طَائِفٌ مِّنَ الشَّيْطَانِ تَذَكَّرُوا فَإِذَا هُم مُّبْصِرُونَ ۝ وَإِخْوَانُهُمْ يَمُدُّونَهُمْ فِي الْغَيِّ ثُمَّ لَا يُقْصِرُونَ ۝ ﴾

(الاعراف: ۷/ ۲۰۱ تا ۲۰۲)

"حقیقت میں جو لوگ متقی ہیں ان کا حال تو یہ ہوتا ہے کہ کبھی شیطان کے اثر سے کوئی برا خیال اگر انہیں چھو بھی جاتا ہے تو فوراً چوکنے ہو جاتے ہیں اور پھر

---

[1] صحیح بخاری۔ کتاب المغازی: باب مرض النبی ﷺ و وفاتہ (حدیث: ۴۴۵۴)

انہیں صاف نظر آنے لگتا ہے کہ ان کے لیے صحیح طریق کار کیا ہے۔ رہے ان کے بھائی بند تو وہ ان کی کج روی میں کھینچے لیے چلے جاتے ہیں اور انہیں بھٹکانے میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھتے"

اللہ کی جناب میں مشرکوں کی ایک متکبرانہ جسارت

((اَلَكُمُ الذَّكَرُ وَلَهُ الْاُنْثٰى تِلْكَ اِذًا قِسْمَةٌ ضِيْزٰى))

قرآن کریم کی مندرجہ بالا آیت میں لفظ "قسمۃٌ" سے ٹیڑھی اور ناانصافی پر مبنی تقسیم مراد ہے۔ کیونکہ مشرک اپنے لیے لڑکے اور اللہ کے لیے لڑکیاں پسند کرتے تھے۔ ان کا یہ عقیدہ تھا اور وہ کہا بھی کرتے تھے ملائکہ اللہ کی لڑکیاں ہیں۔ گویا مشرکین عرب بھی اللہ کی اولاد ہونے کا عقیدہ رکھتے تھے۔ جیسے نصاریٰ کا عقیدہ تھا کہ اللہ کی اولاد ہے۔ مگر نصاریٰ کی ہمیشہ یہ خواہش ہوتی کہ ان کے بڑے پادری کے ہاں صرف نرینہ اولاد ہو۔

لات' عزیٰ اور مناۃ کے بارے میں ایک جماعت جیسے کلبی وغیرہ نے کہا ہے کہ مشرکین کہا کرتے تھے کہ "اصنام اللہ کی بیٹیاں ہیں۔"

متاخرین علماء نے بھی اس قول کی تائید کی ہے۔

لیکن حقیقت یہ نہیں۔ کیونکہ وہ یہ نہیں کہتے تھے کہ یہ اصنام اللہ کی بیٹیاں ہیں۔ بلکہ وہ تو یہ کہتے تھے کہ ملائکہ اللہ کی بیٹیاں ہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ ان کے بارے میں کہتا ہے:

﴿اِنَّ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ لَيُسَمُّوْنَ الْمَلٰٓئِكَةَ تَسْمِيَةَ الْاُنْثٰى ۝﴾

(النجم: ۲۷/۳)

"جو لوگ آخرت کو نہیں مانتے وہ فرشتوں کو مونثانہ نام سے موسوم کرتے ہیں۔"

﴿وَجَعَلُوا الْمَلٰٓئِكَةَ الَّذِيْنَ هُمْ عِبٰدُ الرَّحْمٰنِ اِنَاثًا ۭ اَشَهِدُوْا خَلْقَهُمْ ۭ سَتُكْتَبُ شَهَادَتُهُمْ وَيُسْــَٔــلُوْنَ ۝﴾ (الزخرف: ۴۳/۱۹)

"انہوں نے فرشتوں کو جو اللہ رحمان کے خاص بندے ہیں' عورتیں قرار دے لیا۔ کیا ان کے جسم کی ساخت انہوں نے دیکھی ہے؟"

﴿ وَإِذَا بُشِّرَ أَحَدُهُم بِمَا ضَرَبَ لِلرَّحْمَٰنِ مَثَلًا ظَلَّ وَجْهُهُ مُسْوَدًّا وَهُوَ كَظِيمٌ ۝﴾ (الزخرف: ۴۳/ ۱۷)

"جس اولاد کو یہ لوگ اس اللہ رحمان کی طرف منسوب کرتے ہیں' اس کی ولادت کا مژدہ جب خود ان میں سے کسی کو دیا جاتا ہے' تو اس کے منہ پر سیاہی چھا جاتی ہے اور وہ غم سے بھر جاتا ہے"

بیٹا باپ کا اور شریک اپنے دوسرے شریک کا مثیل ہوتا ہے۔ مشرکین نے اللہ کے ساتھ مثال مؤنث کی دی اور پھر اسے اللہ کا شریک قرار دے دیا۔ اور وہ ایسا ہی کیا کرتے تھے' کیونکہ شریک بھائی کی طرح ہوتا ہے۔ چنانچہ مشرکین نے اللہ کا شریک اور وہ بھی بہن اور بیٹی کو بنایا' حالانکہ وہ اپنے لیے نہ بیٹی پسند کرتے تھے اور نہ بہن۔ جب باپ کی خواہش یہ ہو کہ اس کے ہاں بیٹی نہ ہو تو وہ بہن کو کیسے پسند کرے گا؟...... اس خباثت کی وجہ سے مشرکین عرب نہ اپنی بیٹی کو ورثہ دیتے اور نہ بہن کو۔ اس سے ان کی جہالت اور ظلم کی انتہا کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

اولیاء و قبر پرستوں کی بے انصافی کا انکشاف

مذکورہ بالا بحث سے ثابت ہوا کہ یہ لوگ اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ سے بھی زیادہ باعظمت سمجھتے تھے۔ ان کی مثال دیتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ وَيَجْعَلُونَ لِمَا لَا يَعْلَمُونَ نَصِيبًا مِّمَّا رَزَقْنَاهُمْ ۗ تَاللَّهِ لَتُسْأَلُنَّ عَمَّا كُنتُمْ تَفْتَرُونَ ۝ وَيَجْعَلُونَ لِلَّهِ الْبَنَاتِ سُبْحَانَهُ ۙ وَلَهُم مَّا يَشْتَهُونَ ۝﴾

(النحل: ۱۶/ ۵۶ تا ۵۷)

"یہ لوگ جن کی حقیقت سے واقف بھی نہیں ہیں ان کے حصے ہمارے دیئے ہوئے رزق سے مقرر کرتے ہیں۔ اللہ کی قسم! ضرور تم سے پوچھا جائے گا کہ یہ جھوٹ تم نے کیسے گھڑ لیے تھے؟ یہ اللہ کے لیے بیٹیاں تجویز کرتے ہیں سبحان اللہ! اور ان کے لیے وہ جو یہ خود چاہیں؟"

﴿ضَرَبَ لَكُمْ مَّثَلًا مِّنْ اَنْفُسِكُمْ ؕ هَلْ لَّكُمْ مِّنْ مَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ مِّنْ شُرَكَآءَ فِيْ مَا رَزَقْنٰكُمْ فَاَنْتُمْ فِيْهِ سَوَآءٌ تَخَافُوْنَهُمْ كَخِيْفَتِكُمْ اَنْفُسَكُمْ ؕ كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ۝﴾ (الروم: ۳۰/ ۲۸)

"وہ تمہیں خود تمہاری اپنی ہی ذات سے ایک مثال دیتا ہے کہ کیا تمہارے ان غلاموں سے جو تمہاری ملکیت میں ہیں کچھ غلام ایسے بھی ہیں جو ہمارے دیئے ہوئے مال و دولت میں تمہارے ساتھ برابر کے شریک ہوں...... اور تم ان سے اس طرح ڈرتے ہو جس طرح آپس میں ہمسروں سے ڈرتے ہو۔ اسی طرح ہم آیات کھول کر پیش کرتے ہیں ان لوگوں کے لیے جو عقل سے کام لیتے ہیں۔"

مشرکین ہرگز یہ نہیں چاہتے کہ ان کا غلام ان کا شریک اور ساجھی ہو۔ لیکن اس کے برعکس انہوں نے اللہ کی مخلوق کو اس کا شریک بنایا اور اللہ کے لیے وہ چیز ثابت کی جو وہ خود اپنے لیے پسند نہیں کرتے جیسے شریک وغیرہ مشرکین یہ بھی پسند نہیں کرتے کہ خود ان کی اولاد ان کی شریک کار ہو۔ لیکن اس کے برعکس اللہ کی مخلوق کو اس کا شریک بنایا۔ اور اللہ کے لیے وہ چیز ثابت کی جو خود اپنے لیے پسند نہیں کرتے جیسے شریک وغیرہ۔

مشرکین یہ بھی پسند نہیں کرتے کہ ان کی اولاد ان کی شریک کار ہو۔ لیکن اس کے برعکس اللہ کی مخلوق کو اس کا شریک ٹھہراتے ہیں۔

مشرکین یہ بھی پسند نہیں کرتے کہ ان کی اولاد میں لڑکیاں ہوں بلکہ ان کی خواہش یہ ہوتی ہے کہ ان کے ہاں لڑکے اور وہ بھی طاقتور ہوں۔ لیکن اس کے برعکس انہوں نے اللہ کی اولاد اور وہ بھی کمزور لڑکیاں ٹھہرائیں۔

ہماری اس گفتگو میں ایک خاص نکتہ یہ ہے کہ اللہ کریم ہر چیز سے اجَل و اعظم اور اعلیٰ و اکبر ہے لیکن اس کے باوجود ان مشرکین نے اللہ کے لیے وہ چیز ثابت کرنے کی جسارت کی ہے جو وہ خود اپنے لیے پسند نہیں کرتے۔

اللہ کی جناب میں مجرموں کی بھانت بھانت کی بولیاں

رب کریم اس بات سے پاک اور منزہ ہے کہ فقیر اور بخیل جیسی صفات سے متصف ہو۔

- بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ اللہ کی صفت صرف سلبی ہے۔
- بعض نے کہا کہ اللہ کی صفت سلبی ہے نہ اثباتی۔
- ایک گروہ نے یہ رائے قائم کی کہ مخلوق میں سے چند اشخاص ایسے ہیں جو بعض اشیاء میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ مماثلت رکھتے ہیں جیسے عبادت' دعا' توکل اور محبت وغیرہ۔
- ایک طائفہ نے یہ کہا کہ اللہ جو کچھ کرتا ہے وہ بلا حکمت کرتا ہے۔
- ایک گروہ نے یہ گمان باطل رکھا کہ اللہ کے بارے میں یہ ممکن ہے کہ وہ کسی چیز کو اس کی اصلی جگہ پر نہ رکھے جس سے بہترین اشخاص کو سزا دے اور شریر لوگوں کی عزت وتکریم کرے۔
- کچھ لوگوں نے یہ عقیدہ رکھا کہ اللہ تعالیٰ اس بات پر قادر نہیں کہ وہ اپنی مرضی سے کلام کر سکے۔
- کچھ لوگوں نے یہ کہا کہ غیر اللہ سے ایسی محبت کی جاسکتی ہے جیسے اللہ سے۔
- غیر اللہ کو پکارا بھی جا سکتا ہے اور اس سے سوالات بھی کئے جا سکتے ہیں۔ ان کے علاوہ اور بھی بہت سی مثالیں دی جاسکتی ہیں۔

مندرجہ بالا گمراہ لوگوں نے اللہ کی مخلوق کو اس کا شریک بنا دیا۔

توحید باری تعالیٰ

توحید باری تعالیٰ سے قرآن کریم بھرا پڑا ہے۔ اللہ کا کوئی ہم پایہ نہیں اور نہ ہی کسی کے ساتھ اس کی مثال دی جاسکتی ہے۔ کیونکہ وہ اپنی ذات' صفات اور افعال میں یکتا ہے۔ اور نہ ہی کوئی اس کا مستحق ہے کہ اس کی عبادت کی جائے' اس سے محبت رکھی جائے'

اس پر توکل کیا جائے' اس کی اطاعت' یا اس سے دعاء وغیرہ کی جائے۔ رب کریم نے ارشاد فرمایا ہے کہ:

﴿ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا فَاعْبُدْهُ وَاصْطَبِرْ لِعِبَادَتِهٖ ؕ هَلْ تَعْلَمُ لَهٗ سَمِيًّا ۝﴾ (مریم : ۱۹/ ۶۵)

''وہ رب ہے آسمانوں کا اور زمین کا اور ان ساری چیزوں کا جو آسمانوں اور زمین کے درمیان ہیں۔ پس تم اس کی بندگی کرو اور اس کی بندگی پر ثابت قدم رہو' کیا ہے کوئی ہستی تمہارے علم میں اس کی ہم پایہ؟''

تمام مخلوق میں کوئی ایسا نہیں جو اللہ کا ہم نام ہو اور نہ ہی کوئی اس کا مستحق ہے کہ اللہ کے اسماء میں سے اس کا نام رکھا جائے۔ اور نہ ہی کوئی ایسا ہے جس کا نام معنوی لحاظ سے اس کا ہم پایہ ہو۔ جیسے حی' قیوم' علیم' قدیر وغیرہ۔ اور نہ ہی کوئی ایسا ہے جو ذات اور موجود کے لحاظ اس کا ہم پایہ ہو۔ نہ کوئی الہ کہلانے کا مستحق ہے نہ رب اور خالق ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۝ اَللّٰهُ الصَّمَدُ ۝ لَمْ يَلِدْ ۙ وَلَمْ يُوْلَدْ ۝ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ۝﴾ (الاخلاص : ۱۱۲/ ۱ تا ۴)

''کہو وہ اللہ یکتا ہے۔ اللہ سب سے بے نیاز ہے۔ اور سب اس کے محتاج ہیں۔ نہ اس کی کوئی اولاد ہے اور نہ وہ کسی کی اولاد۔ اور کوئی اس کا ہمسر نہیں ہے۔''

اس آیت کریمہ سے واضح ہوا کہ نہ اللہ کا کوئی کفو ہے نہ ہم مرتبہ' نہ مثیل اور نہ ہی برابر۔ مزید ارشادات الٰہی کو غور سے پڑھئے۔

﴿ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَجَعَلَ الظُّلُمٰتِ وَالنُّوْرَ ؕ ثُمَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ يَعْدِلُوْنَ ۝﴾ (الانعام : ۶/ ۱)

''سب تعریف اللہ کے لیے ہے جس نے زمین اور آسمان بنائے روشنی اور تاریکیاں پیدا کیں۔ پھر بھی وہ لوگ جنہوں نے دعوت حق کو ماننے سے انکار کر دیا ہے دوسروں کو اپنے رب کا ہمسر ٹھہرا رہے ہیں۔''

﴿ فَكُبْكِبُوْا فِيْهَا هُمْ وَالْغَاوٗنَ ۝ وَجُنُوْدُ اِبْلِيْسَ اَجْمَعُوْنَ ۝ قَالُوْا وَهُمْ فِيْهَا يَخْتَصِمُوْنَ ۝ تَاللّٰهِ اِنْ كُنَّا لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝ اِذْ نُسَوِّيْكُمْ بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ ﴾ (الشعراء: ۲۶/ ۹۴ تا ۹۸)

''پھر وہ معبود اور یہ بہکے ہوئے لوگ اور ابلیس کے لشکر سب کے سب اس جہنم میں اوپر تلے دھکیل دیئے جائیں گے۔ وہاں یہ سب آپس میں جھگڑیں گے اور یہ بہکے ہوئے لوگ کہیں گے کہ اللہ کی قسم! ہم تو صریح گمراہی میں مبتلا تھے جب ہم کہ تم کو رب العلمین کی برابری کا درجہ دے رہے تھے۔''

اللہ ہی داتا ہے

﴿ وَيَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَمْلِكُ لَهُمْ رِزْقًا مِّنَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ شَيْـًٔا وَّلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ۝ فَلَا تَضْرِبُوْا لِلّٰهِ الْاَمْثَالَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ۝ ﴾ (النحل: ۱۶/ ۷۳ تا ۷۴)

''اور اللہ کو چھوڑ کر ان کو پوجتے ہیں جن کے ہاتھ میں نہ آسمانوں سے انہیں کچھ بھی رزق دینا ہے نہ زمین سے اور نہ یہ کام وہ کر ہی سکتے ہیں۔ پس اللہ کے لیے مثال نہ گھڑو اللہ جانتا ہے تم نہیں جانتے۔''

قبر پرستوں کا مقصد زیارت

قبروں' قبوں اور اہم جگہوں کی طرف سفر کرنے کی جو تفصیل سابقہ صفحات میں گزری ہے وہ مشرکین کے ہاں حج کا درجہ رکھتی ہے۔ یہ عقیدہ ایسا ہے جو متقدمین اور متاخرین کے ہاں لفظاً ومعنًی معروف ہے۔ کیونکہ قبر کے پاس جانے کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ وہاں خشوع وخضوع اور عجز وانکساری سے مخلوق اللہ سے دعاء کی جائے۔ جیسے ایک سچے مسلمان مؤحد شخص کا عقیدہ ہوتا ہے کہ وہ بیت اللہ میں حاضر ہو کر نہایت خشوع وخضوع سے رب کریم سے دعاء والتجا کرے گا۔ قرآن کریم میں ہے:

﴿ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّتَّخِذُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَنْدَادًا يُّحِبُّوْنَهُمْ كَحُبِّ

اللّٰهِ ؕ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ ؕ وَلَوْ يَرَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اِذْ يَرَوْنَ الْعَذَابَ ۙ اَنَّ الْقُوَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا ۙ وَّاَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعَذَابِ۝﴾

(البقرہ: ۲/ ۱۶۵)

''کچھ لوگ ایسے ہیں جو اللہ کے سوا دوسروں کو اس کا ہمسر اور مدمقابل بناتے ہیں اور ان کے ایسے گرویدہ ہیں جیسی اللہ کے ساتھ گرویدگی ہونی چاہیے۔ حالانکہ ایمان رکھنے والے لوسب سے بڑھ کر اللہ کو محبوب رکھتے ہیں۔''

قبر پرستوں کا حج اکبر

گمراہ، بدعتی اور رافضی گروہ اپنے ائمہ، شیوخ اور پیروں کی قبروں اور مشاہد کا سفر کرنے نکلتے ہیں تو ان کا پیش رو دعوت عام دیتے ہوئے کہتا ہے کہ آؤ ''حج اکبر'' کو چلیں۔ اور پھر اس کا نام ''حج اکبر'' رکھتے ہیں اور اس سفر میں ایک خاص قسم کا جھنڈا بھی اٹھائے ہوئے ہوتے ہیں، جس کا خاص طور پر اعلان بھی کرتے ہیں۔ جیسے مسلمان مؤحد حج بیت اللہ کا قصد کرتے ہوئے ایک خاص نشان اپنے ہمراہ رکھتے ہیں۔

قبر پرستوں کا ظلم در ظلم

ان بدعتی گروہوں کی گمراہی یہیں پر ختم نہیں ہو جاتی بلکہ اعلان ہوتا ہے کہ آؤ حج اکبر کی ادائیگی کے لیے بغداد چلیں۔ یہ لوگ قبروں کی طرف سفر کرنے کو حج اکبر قرار دیتے ہیں۔ لیکن حج بیت اللہ کو حج اصغر کہتے ہیں۔ اس کا ذکر ان کے جاہل پیروں کی کتب میں مذکور ہے۔ حتی کہ اس قسم کے اشعار بھی ان کی کتب میں موجود ہیں:

((وَحَقُّ النَّبِيِّ الَّذِيْ تَحُجُّ الْمَطَايَا اِلَيْهِ))

حالانکہ سیدھا راستہ یہ ہے

مشرکین نماز پڑھتے ہوئے مخلوق سے دعاء کرتے ہیں اور ان کی قبروں کا حج کرتے ہیں۔ ان کے برعکس اللہ نے ہدایت کی طرف راہنمائی کرتے ہوئے فرمایا:

﴿قُلْ اِنَّنِيْ هَدٰىنِيْ رَبِّيْٓ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۚ دِيْنًا قِيَمًا مِّلَّةَ

اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا ۚ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۝ قُلْ اِنَّ صَلَاتِيْ وَ نُسُكِيْ وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ لَا شَرِيْكَ لَهٗ ۚ وَبِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِيْنَ ۝﴾ (الانعام: ۶/ ۱۶۱ تا ۱۶۳)

"اے نبی! کہو میرے رب نے بالیقین مجھے سیدھا راستہ دکھا دیا ہے۔ بالکل ٹھیک دین جس میں کوئی ٹیڑھ نہیں ابراہیم کا طریقہ جسے یکسو ہو کر اس نے اختیار کیا تھا اور وہ مشرکوں میں سے نہ تھا۔ کہو میری نماز' میرے مراسم عبودیت میرا جینا' میرا مرنا سب کچھ اللہ رب العالمین کے لیے ہے۔ جس کا کوئی شریک نہیں۔ اسی کا مجھے حکم دیا گیا ہے اور سب سے پہلے سر اطاعت جھکانے والا میں ہوں۔"

﴿ وَلَا تَدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ ۝﴾

"اور اللہ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کو نہ پکارو۔"

لفظ نُسُکی کی تفسیر کرتے ہوئے مفسرین نے اس کا مفہوم یہ لکھا ہے کہ "اللہ کے لیے ذبح کرنا' بیت اللہ کا حج کرنا۔"

اسی لفظ "نُسُکی" کی تشریح کرتے ہوئے وہ مزید لکھتے ہیں کہ اس لفظ میں تمام قسم کی عبادات شامل ہیں۔ قرآن کریم میں بھی اللہ تعالیٰ نے ذبح جانور اور حج بیت اللہ کو لفظ نسك سے تعبیر کیا ہے۔ ارشاد الٰہی ہے

﴿ وَلِكُلِّ اُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنْسَكًا لِّيَذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلٰى مَا رَزَقَهُمْ مِّنْ بَهِيْمَةِ الْاَنْعَامِ ۝﴾ (الحج: ۲۲/ ۳۴)

"ہر امت کے لیے ہم نے قربانی کا ایک قاعدہ مقرر کر دیا ہے' تاکہ لوگ ان جانوروں پر اللہ کا نام لیں' جو اس نے ان کو بخشے ہیں۔"

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

((مَنْ ذَبَحَ بَعْدَ الصَّلٰوةِ فَقَدْ اَصَابَ النُّسُكَ وَمَنْ ذَبَحَ قَبْلَ الصَّلٰوةِ فَاِنَّمَا هُوَ شَاةُ لَحْمٍ عَجَّلَهَا لِاَهْلِهِ لَيْسَ مِنَ النُّسُكِ فِيْ

شَیْءٍ))[1]

''جس شخص نے نماز عید کے بعد جانور ذبح کیا' اس نے صحیح قربانی کی اور جس نے نماز عید سے پہلے جانور ذبح کر دیا تو وہ صرف ایسا گوشت ہے' جسے اس نے اپنے اہل خانہ کے لیے جلدی تیار کیا ہے۔ قربانی سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔''

سیدنا ابراہیم اور سیدنا اسماعیل علیہما السلام کی دعاء نقل کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتا کہ انہوں نے یوں دعاء کی:

﴿رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمِيْنَ لَكَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَا أُمَّةً مُسْلِمَةً لَكَ۔ وَأَرِنَا مَنَاسِكَنَا وَتُبْ عَلَيْنَا إِنَّكَ أَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ﴾

''اے ہمارے رب!...... ہم سے یہ خدمت قبول فرما لے تو سب کی سننے اور سب کچھ جاننے والا ہے۔ اے رب!...... ہم دونوں کو اپنا مطیع فرمان بنا۔ ہماری نسل سے ایک ایسی قوم اٹھا جو تیری مطیع ہو۔ ہمیں اپنی عبادت کے طریقے بتا۔ اور ہماری کوتاہیوں سے درگزر فرما۔ تو بڑا معاف کرنے والا اور رحم فرمانے والا ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے ان کی دعاء کو قبول فرماتے ہوئے ان مقامات اور اعمال کی نشاندہی فرمائی' جن کا تعلق مناسک حج سے تھا جیسے طواف بیت اللہ' سعی بین الصفا والمروۃ' وقوف عرفات' رمی الجمار وغیرہ۔

دعاء مانگنا اور پکارنا عبادت ہے اور غیر اللہ سے کرنا شرک ہے

لفظ صلوۃ دعاء کو متضمن ہے جو حقیقت میں عبادت کا مغز ہے' سوال بھی اس کی ذیل میں آتا ہے۔ لہٰذا لفظ صلوۃ دعاء اور سوال دونوں کو متضمن ہے۔ اسی کی طرف توجہ دلاتے

[1] صحیح بخاری۔ کتاب الاضاحی : باب سنة الاضحية (حدیث : ۵۵۴۵' ۵۵۴۶) صحیح مسلم۔ کتاب الاضاحی : باب وقتها (حدیث : ۱۹۶۰' ۱۹۶۱)

ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ:

﴿ وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُونِيٓ أَسْتَجِبْ لَكُمْ ۚ إِنَّ الَّذِينَ يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ عِبَادَتِي سَيَدْخُلُونَ جَهَنَّمَ دَاخِرِينَ ۝ ﴾ (المومن: ۴۰/ ۶۰)

''اور تمہارے پروردگار نے کہا ہے کہ تم مجھ سے دعاء کرو میں تمہاری (دعا) قبول کرلوں گا۔ جولوگ میری عبادت سے از راہ تکبر سرتابی کرتے ہیں عنقریب جہنم میں ذلیل ہوکر داخل ہوں گے۔''

اللہ تعالیٰ نے خود ہی دعاء کی تشریح سوال سے کی اور اپنے محبوب نبیؐ کو حکم دیا کہ وہ یوں کہے:

﴿ قُلْ إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلَّهِ رَبِّ الْعَٰلَمِينَ ۝ ﴾

(الانعام: ۶/ ۱۶۲)

''میری قربانی میری نماز' میرے تمام مراسمِ عبودیت میرا جینا اور میرا نام سب کچھ اللہ رب العالمین کے لیے ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ پیغمبر کو حکم دیا کہ:

- وہ صرف اللہ تعالیٰ سے دعاء والتجاء کرے۔
- اسی کے لیے نماز ادا کرے۔
- اسی کی رضاء کے لیے مساجد تعمیر کرے۔
- کسی کی قبر پر مسجد تعمیر نہ کی جائے۔
- کسی بھی صاحب قبر کے لیے مسجد تعمیر نہ کی جائے۔
- اور نہ کسی قبر کی طرف رخت سفر باندھا جائے۔

رسول اللہ ﷺ نے منع فرمایا کہ مسجد اقصیٰ اور مسجد نبوی کے علاوہ کسی مسجد کی طرف سفر کیا جائے اور بیت اللہ کے علاوہ کسی دوسرے گھر کا حج کرنے سے بھی منع فرمایا:

رسول اللہ ﷺ کے ارشادات' آپ کی سنت' خلفائے راشدین کے طریقے' صحابہ کرام کے عمل' تابعین کے طرز زندگی' اور ائمہ اربعہ کی زندگیوں سے مندرجہ بالا احکام کی

معرفت کا علم ہوتا ہے۔ لہٰذا کسی شخص کے لیے ممکن نہیں کہ وہ ائمہ اسلام میں سے کسی ایک سے ثابت کر سکے کہ انہوں نے کسی نبی یا صالح شخص کی قبر کی زیارت کی نیت سے سفر کرنا مستحب کہا ہو۔ جو شخص یہ ثابت کرنا چاہے وہ اس کی صحیح نقل پیش کرے۔

جب ہماری بات ثابت ہوئی جس کا ہم نے اپنے فتاویٰ میں ذکر کیا ہے تو ثابت ہوا کہ اس کا مخالف، دین اسلام، سنت رسول، اور خلفائے راشدین کے عمل کا مخالف ہے۔ نیز شریعت اور ان کتب سماوی کا انکار بھی ہوگا جن کی تبلیغ کے لیے تمام انبیاء کرام مبعوث ہوئے۔ وہ یہ کہ اللہ کی واحدانیت کا اقرار کیا جائے اور اس کی عبادت کی جائے اللہ ایسا یکتا ہے جس کا کوئی شریک نہیں۔ اس نے جن اعمال کو واجب یا مستحب ٹھہرایا ہے ان میں اس کی اتباع کی جائے اور ان افعال و اعمال کا ہرگز ارتکاب نہ کیا جائے جن کی شریعت حقہ میں اجازت نہیں دی گئی۔

تمام انبیاء کا دین "اسلام" تھا اور دعوت توحید تھی

اللہ تعالیٰ کا یہ بہت بڑا احسان ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو ہدایت اور دین حق دے کر مبعوث فرمایا تاکہ دین الٰہی کو دوسرے تمام ادیان پر غالب کرے۔ پس اللہ کریم نے رسول اللہ ﷺ کو ایسا دین دے کر بھیجا جو آپ سے پہلے تمام انبیاء کا دین تھا۔ وہ تھا دین اسلام۔ اب جو شخص دین اسلام کے علاوہ کوئی دوسرا دین اختیار کرے گا وہ مقبول نہ ہوگا خواہ اس شخص کا تعلق پہلی امتوں سے ہو یا آخری امت سے۔ اور یہ بھی حقیقت ہے کہ تمام انبیاء کا دین اسلام ہی تھا جیسا کہ صحیحین کی روایت میں ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((اِنَّا مَعْشَرُ الْاَنْبِيَآءِ دِيْنُنَا وَاحِدٌ اَلْاَنْبِيَآءُ اِخْوَةٌ لِعَلَّاتٍ))[1]

---

[1] صحیح بخاری۔ کتاب احادیث الانبیاء : باب قول اللہ تعالیٰ (واذکر فی الکتاب مریم......) (حدیث : ۳۴۴۲، ۳۴۴۳) صحیح مسلم۔ کتاب الفضائل : باب من فضائل عیسیٰ ؑ (حدیث : ۲۳۶۵) باختلاف یسیر۔

''ہم انبیاء کی جماعت ہیں۔ ہمارا دین ایک ہی ہے اور ہم آپس میں علاتی بھائی ہیں''

قرآن کریم میں رب کریم نے اس بات کی خبر دی ہے کہ اس نے نوحؑ ابراہیمؑ (اسرائیلؑ) موسیٰؑ کی اتباع کا ذکر کیا اور فرمایا کہ وہ سب مسلمان تھے' وہ ایک اللہ کی

عبادت پر متفق تھے جس کا کوئی شریک نہیں۔ ان سب کا ہدف اور مشن یہ تھا کہ صرف اللہ کی عبادت کی جائے اور ایسے دین کو نہ اپنایا جائے جسے اللہ نے مقرر نہیں کیا۔

اس بات پر بھی غور فرمایئے کہ اللہ تعالیٰ نے ابتدائے اسلام میں حکم دیا کہ: بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز ادا کی جائے۔ اس وقت یہی اسلام تھا۔ اور جب اسے منسوخ کر کے بیت اللہ کی طرف منہ کر کے نماز ادا کرنے کا حکم ہوا تو پھر یہی دین اسلام ٹھہرا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنكُمْ شِرْعَةً وَمِنْهَاجًا ۚ﴾ (المائدۃ: ۵/ ۴۸)

''ہم نے تم میں سے ہر ایک کے لیے ایک شریعت اور ایک راہ عمل مقرر کی۔''

پس ثابت ہوا کہ توراۃ ایک مستقل شریعت تھی' انجیل ایک مستقل شریعت تھی' اسی طرح قرآن کریم بھی ایک مستقل شریعت ہے۔ توراۃ اور انجیل میں تحریف سے پہلے جس شخص نے اس پر عمل کیا گویا اس نے دین اسلام کی پیروی کی۔

جو شخص تحریف شدہ دین کی اتباع کرتا ہے یا منسوخ شدہ شریعت کی پیروی کرتا ہے وہ دین اسلام سے خارج ہے جیسے یہود ونصاریٰ۔ کیونکہ یہود نے توراۃ کو بدل دیا اور سیدنا مسیحؑ کو جھٹلایا۔ اور پھر رسول اللہ ﷺ کی تکذیب بھی کی۔

اسی طرح نصاریٰ نے انجیل کو بدلا۔ اور پھر رسول اللہ ﷺ کی نبوت کا انکار کیا۔

پس یہود ونصاریٰ اس دین اسلام پر قائم نہیں رہے جو انبیاء کا دین تھا بلکہ انبیاء کے مخالف ہیں۔ کیونکہ وہ حق کو جھٹلاتے اور باطل کی ترویج میں پیش پیش ہیں۔

بدعتی سے اللہ اور اس کا رسول بے زار ہیں

پس ہر وہ بدعتی جو رسول اللہ ﷺ کی سنت کی مخالفت کرتا ہے اور شریعت کی بعض ہدایت کی تکذیب کرتا ہے اور ایسے امور کو جن کی انبیاء نے اجازت نہیں دی، دین میں داخل کرتا ہے تو رسول اکرم ﷺ اس سے بیزار ہیں۔ قرآن کریم اس کی یوں وضاحت کرتا ہے کہ:

﴿ فَإِنْ عَصَوْكَ فَقُلْ إِنِّي بَرِيٓءٌ مِّمَّا تَعْمَلُونَ ۝ ﴾ (الشعراء: ۲۶/ ۲۱۶)

"اگر وہ تمہاری نافرمانی کریں تو ان سے کہہ دو کہ جو کچھ تم کرتے ہو اس سے میں بے زار و بری الذمہ ہوں۔"

﴿ إِنَّ الَّذِينَ فَرَّقُوا دِينَهُمْ وَكَانُوا شِيَعًا لَّسْتَ مِنْهُمْ فِي شَيْءٍ ۝ ﴾

(الانعام: ۶/ ۱۵۹)

"جن لوگوں نے اپنے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور گروہ در گروہ بن گئے یقیناً ان سے تمہارا کچھ واسطہ نہیں۔"

دین کی بنیاد صرف کتاب وسنت

- حلال وہ جسے اللہ اور اس کا رسول ﷺ حلال قرار دیں
- حرام وہ جسے اللہ اور اس کا رسول ﷺ حرام کہیں
- دین وہ جسے اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ﷺ مقرر کریں۔

رب کریم مشرکین کی مذمت کرتا ہے کہ انہوں نے حلال کو حرام قرار دیا۔ اور وہ دین اختیار کیا جس کی اس نے اجازت نہیں دی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ أَمْ لَهُمْ شُرَكَٰٓؤُا شَرَعُوا لَهُم مِّنَ الدِّينِ مَا لَمْ يَأْذَنۢ بِهِ اللَّهُ ۝ ﴾

(الشوریٰ: ۴۲/ ۲۱)

"کیا یہ لوگ اللہ کے کچھ شریک ایسے رکھتے ہیں جنہوں نے ان کے لیے دین کی نوعیت رکھنے والا ایک ایسا طریقہ مقرر کر دیا ہے جس کا اللہ نے اذن نہیں

دیا؟"

مکی سورتوں میں اللہ تعالیٰ نے ایسے مسائل بیان کیے ہیں جو تمام انبیاء کے متفق علیہ تھے جیسے:

- اللہ پر ایمان لانا
- ملائکہ پر ایمان لانا
- کتب سماویہ پر ایمان لانا
- تمام انبیاء پر ایمان لانا
- قیامت پر ایمان لانا
- اور رسول اللہ ﷺ پر ایمان لانا۔ جن کے بعد کوئی نبی نہیں، جن کی امت کو خیر امت کا لقب ملا، جن کا کام دعوت الی اللہ ہے۔

رب کریم نے آپ کو افضل ترین کتاب دی۔ بہترین شریعت سے نوازا، آپ ﷺ اور آپ ﷺ کی امت کے لیے دین مکمل فرمایا، اتمام نعمت کی دولت سے نوازا اور بلحاظ دین کے اسلام پر رضاء مندی کا تمغہ عطاء فرمایا۔ اور آپ ﷺ نے صراط مستقیم ہی کی دعوت دی۔ اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کی اس صفت کو بیان کرتے ہوئے فرماتا ہے کہ:

﴿ نَّشَآءُ مِنْ عِبَادِنَا ۚ وَاِنَّكَ لَتَهْدِيْٓ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝ صِرَاطِ اللّٰهِ الَّذِيْ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ اَلَآ اِلَى اللّٰهِ تَصِيْرُ الْاُمُوْرُ ۝ ﴾

(الشوریٰ: ۴۲/ ۵۲ تا ۵۳)

"یقیناً تم سیدھے راستے کی طرف رہنمائی کر رہے ہو۔ اس اللہ کے راستے کی طرف جو زمین اور آسمانوں کی ہر چیز کا مالک ہے۔ خبردار رہو! سارے معاملات اللہ ہی کی طرف رجوع کرتے ہیں۔"

اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ ہم اسی کے صراط مستقیم پر چلیں اور دیگر نئے نئے راستوں کو ترک کر دیں۔

ٹیڑھے راستوں سے ممانعت

فرمان الٰہی ہے:

﴿ وَاَنَّ هٰذَا صِرَاطِیْ مُسْتَقِیْمًا فَاتَّبِعُوْهُ ۚ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِیْلِهٖ ۚ ذٰلِكُمْ وَصّٰىكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ○﴾ (الانعام : ٦/ ١٥٣)

''یہی میرا سیدھا راستہ ہے' لہٰذا تم اسی پر چلو اور دوسرے راستوں پر نہ چلو' کہ وہ اس کے راستے سے ہٹا کر تمہیں پراگندہ کردیں گے' یہ ہے وہ ہدایت جو تمہارے رب نے تمہیں کی ہے شاید کہ تم کج روی سے بچو''

سیدنا عبداللہ بن مسعودؓ کی روایت کے مطابق ان راستوں کی نشان دہی رسول اللہ ﷺ نے اس طرح فرمائی:

((خَطَّ لَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ خَطًّا وَ خَطَّ خُطُوْطًا عَنْ یَمِیْنِهٖ وَشِمَالِهٖ ثُمَّ قَالَ: هٰذَا سَبِیْلُ اللّٰهِ وَهٰذِهٖ سُبُلٌ عَلٰی كُلِّ سَبِیْلٍ مِّنْهَا شَیْطَانٌ یَدْعُوْا اِلَیْهِ))[1]

رسول اللہ ﷺ نے ایک لمبا خط کھینچا اور اس کے دائیں بائیں بہت سے خطوط کھینچے۔ پھر فرمایا: یہ سیدھا راستہ اللہ کا ہے اور دوسرے تمام راستے شیطان کے ہیں اور ان راستوں میں سے ہر ایک پر ایک شیطان ہے جو اپنی طرف بلاتا ہے۔''

رسول اللہ ﷺ نے اس کے بعد قرآن کریم کی یہ آیت تلاوت فرمائی کہ:

﴿ وَاَنَّ هٰذَا صِرَاطِیْ مُسْتَقِیْمًا فَاتَّبِعُوْهُ ۚ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِیْلِهٖ ○﴾ (الانعام : ٦/ ١٥٣)

''یہی میرا سیدھا راستہ ہے لہٰذا تم اسی پر چلو اور دوسرے راستوں پر نہ چلو کہ وہ اس کے راستے سے ہٹا کر تمہیں پراگندہ کردیں گے۔''

---

[1] مسند احمد (۱/ ۴۳۵) السنن الکبری للنسائی (۱۱۱۷۴) سنن الدارمی (۲۰۸)

اسی بناء پر اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ ہم نماز میں یہ دعاء کیا کریں کہ:

﴿اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ ۝ صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْھِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ ۝﴾ (الفاتحۃ: ۱/ ۵ تا ۷)

''ہمیں سیدھا راستہ دکھا ان لوگوں کا راستہ جن پر تو نے انعام فرمایا۔ جو معتوب نہیں ہوئے جو بھٹکے ہوئے نہیں ہیں''

مغضوب اور ضالین کی تشریح خود رسول اللہ ﷺ نے یہ فرمائی کہ:

((اَلْیَھُوْدُ مَغْضُوْب عَلَیْھِمْ وَالنَّصَارٰی ضَالُّوْنَ))[1]

''مغضوب علیہ یہود اور ضال نصاریٰ ہیں۔

صراط مستقیم واضح ہے

رسول اکرم ﷺ نے اپنی وفات سے چند روز پہلے دین اور صراط مستقیم کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا کہ:

((تَرَکْتُکُمْ عَلَی الْبَیْضَآءِ النَّقِیَّۃِ لَیْلُھَا کَنَھَارِھَا۔ لَا یَزِیْغُ عَنْھَا بَعْدِیْ اِلَّا ھَالِكٌ))[2]

''میں تمہیں صاف ستھرے دین پر چھوڑ رہا ہوں جس کی رات بھی روزِ روشن کی طرح واضح ہے۔ میرے بعد ہلاک ہونے والا ہی اس دین سے اعراض کرے گا۔''

ایک دوسرے مقام پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ:

((مَا تَرَکْتُ مِنْ شَیْءٍ یُقَرِّبُکُمْ مِنَ الْجَنَّۃِ اِلَّا وَقَدْ حَدَّثْتُکُمْ بِہٖ وَلَا مِنْ شَیْءٍ یُبْعِدُکُمْ عَنِ النَّارِ اِلَّا وَقَدْ حَدَّثْتُکُمْ بِہٖ))[3]

---

[1] سنن ترمذی۔ کتاب تفسیر القرآن: باب ومن سورۃ فاتحۃ الکتاب (حدیث: ۲۹۵۴)

[2] سنن ابن ماجہ۔ المقدمۃ۔ باب اتباع سنۃ الخلفاء الراشدین المھدیین (حدیث: ۴۳)

[3] شرح السنۃ للبغوی (۱۴/ ۳۰۳) شعب الایمان للبیھقی (۱۰۳۷۶)

''میں نے تمہیں ہر وہ کام بتا دیا ہے جو قرب جنت اور جہنم سے دوری کا ذریعہ بن سکتا تھا۔''

اختلاف کے موقع پر کیا کرنا چاہیے؟

ایک دن صحابہ رضی اللہ عنہم کو متنبہ کرتے ہوئے فرمایا:

((اِنَّه مَنْ يَّعِشْ مِنْكُمْ بَعْدِيْ فَسَيَرٰى اِخْتِلَافًا كَثِيْرًا۔ فَعَلَيْكُمْ بِسُنَّتِيْ وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِيْنَ الْمَهْدِيِّيْنَ مِنْ بَعْدِيْ تَمَسَّكُوْا بِهَا وَعَضُّوْا عَلَيْهَا بِالنَّوَاجِذِ وَاِيَّاكُمْ وَ مُحْدَثَاتِ الْاُمُوْرِ۔ فَاِنَّ كُلَّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ وَكُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ))[1]

''میرے بعد تم میں سے جو شخص زندہ رہے گا اسے بہت سے اختلافات کا سامنا ہوگا۔ پس ایسی صورت میں تم میری سنت اور میرے خلفائے راشدین کے طریقے کو مضبوطی سے تھامے رکھنا۔ اور نئے نئے امور سے اجتناب کرنا کیونکہ ہر نیا کام بدعت اور ہر بدعت گمراہی ہے۔''

ائمہ اسلام کا دستور تھا کہ وہ دین کے معاملہ میں کتاب وسنت کی دلیل کے بغیر نہ کسی عمل کو واجب و مستحب کہتے اور نہ حرام و مباح کا فتوی دیتے۔ جس مسئلہ میں تمام مسلمان متفق ہوں وہ حق وثواب ہے۔ کیونکہ امت محمدیہ گمراہی پر نہ کبھی متفق ہوئی ہے اور نہ ہوگی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی یوں پیشین گوئی فرمائی:

((اِنَّ اللّٰهَ اَجَارَكُمْ عَلٰى لِسَانِ نَبِيِّكُمْ وَ اَنْ لَّا تَجْتَمِعُوْا عَلٰى ضَلَالَةٍ))[2]

---

[1] سنن ابی داؤد۔ کتاب السنة : باب فی لزوم السنة (حدیث : ۴۶۰۷) سنن ترمذی۔ کتاب العلم : باب ماجاء فی الاخذ بالسنة واجتناب البدع (حدیث : ۲۶۷۶) سنن ابن ماجه۔ المقدمة۔ باب اتباع سنة الخلفاء الراشدین المهدیین (حدیث : ۴۲)

[2] سنن ابی داؤد۔ کتاب الفتن : باب ذکر الفتن ودلائلها (حدیث : ۴۲۵۳) اسناده ضعیف۔ سند میں انقطاع ہے۔ شریح بن عبید کی ابو مالک رضی اللہ عنہ سے روایت مرسل ہوتی ہے۔

''اللہ تعالیٰ نے تمہارے نبی کی زبان مبارک پر تمہیں پناہ دی ہے' کہ تم سب گمراہی پر جمع نہیں ہو گے۔''

ائمہ اسلام کا معمول یہ تھا کہ انہیں جس مسئلہ میں اختلاف ہوتا اسے کتاب وسنت سے حل کر لیتے۔ جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

﴿ يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ ۚ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَ الرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۭ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّ اَحْسَنُ تَاْوِيْلًا ۝﴾

(النساء : ۴/ ۵۹)

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اطاعت کرو اللہ کی۔ اور اطاعت کرو رسول ﷺ کی' اور ان لوگوں کی جو تم میں سے صاحب امر ہوں۔ پھر اگر تمہارے درمیان کسی معاملہ میں نزاع پیدا ہو جائے تو اسے اللہ تعالیٰ اور رسول ﷺ کی طرف پھیر دو۔ اگر تم واقعی اللہ اور روز آخر پر ایمان رکھتے ہو۔ یہی ایک صحیح طریق کار ہے اور انجام کے اعتبار سے بھی بہتر ہے۔''

اگر ایک عالم کو کسی حدیث یا اس کا مفہوم معلوم ہو تو ممکن ہے کہ کسی دوسرے عالم کی نگاہ سے وہ حدیث مخفی ہو اور وہ اجتہاد کر رہا ہو لیکن اس اخفاء کے باوجود اسے صحیح نیت اجتہاد کا اجر ملے گا۔ کیونکہ صحیحین کی روایت کے مطابق رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ:

((اِذَا اجْتَهَدَ الْحَاكِمُ فَاَصَابَ فَلَهُ اَجْرَانِ۔ وَاِذَا اجْتَهَدَ فَاَخْطَاَ فَلَهُ اَجْرٌ))[1]

''جب حاکم نے اجتہاد کیا اور اس کی رائے صحیح ہوئی تو اسے دوہرا اجر ملے گا اور اگر خطاء کی تو پھر بھی ایک اجر ضرور ملے گا۔''

بطور مثال اگر مطلع ابر آلود ہو اور چار آدمی مختلف جہتوں کی طرف منہ کر کے نماز ادا

---

[1] صحیح بخاری۔ کتاب الاعتصام : باب اجر الحاکم اذا اجتهد فاصاب او اخطأ (حدیث : ۷۳۵۲) صحیح مسلم۔ کتاب الاقضیة : باب بیان اجر الحاکم اذا اجتهد (حدیث : ۱۷۱۶)

کریں تو ہر شخص ماجور ہوگا۔ البتہ ان میں سے جس شخص نے قبلہ کی طرف منہ کیا اسے دوہرا اجر ملے گا۔ اللہ تعالیٰ اس کی مثال دیتے ہوئے فرماتا ہے:

﴿ وَدَاوٗدَ وَسُلَيْمٰنَ اِذْ يَحْكُمٰنِ فِى الْحَرْثِ اِذْ نَفَشَتْ فِيْهِ غَنَمُ الْقَوْمِۚ وَكُنَّا لِحُكْمِهِمْ شٰهِدِيْنَ ○ فَفَهَّمْنٰهَا سُلَيْمٰنَۚ وَكُلًّا اٰتَيْنَا حُكْمًا وَّعِلْمًا ز○﴾ (الانبیاء: ۲۱/ ۷۸ تا ۷۹)

''یاد کرو وہ موقع جب کہ داؤد اور سلیمان علیہ السلام دونوں ایک کھیت کے مقدمے میں فیصلہ کر رہے تھے' جس میں رات کے وقت دوسرے لوگوں کی بکریاں پھیل گئی تھیں' اور ہم ان کی عدالت خود دیکھ رہے تھے۔ اس وقت ہم نے صحیح فیصلہ سلیمان علیہ السلام کو سمجھا دیا حالانکہ حکم اور علم ہم نے دونوں ہی کو عطاء کیا تھا''

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے دونوں پیغمبروں کی تعریف کی' لیکن اس کے باوجود ایک نبی کو معاملہ کی صحیح تفہیم سے نوازا۔

بہر کیف دین اسلام سارے کا سارا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ماخوذ ہے کسی کو یہ حق نہیں کہ وہ اس میں ذرہ بھر تبدیلی کرے۔ یہی مسلمانوں کا مکمل اسلام ہے۔ بخلاف نصاریٰ کے کہ انہوں نے اپنے علماء اور پیروں کو یہ اجازت دے رکھی ہے کہ دین اسلام میں کھلی تحریف کریں۔ ہماری اس بات کی تائید قرآن کریم کی مندرجہ بالا آیت سے ہوتی ہے:

﴿ اِتَّخَذُوْۤا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَالْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَۚ وَمَاۤ اُمِرُوْۤا اِلَّا لِيَعْبُدُوْۤا اِلٰهًا وَّاحِدًاۚ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَؕ سُبْحٰنَهٗ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ○﴾ (التوبہ: ۹/ ۳۱)

''انہوں نے اپنے علماء اور پیروں کو اللہ کے سوا اپنا رب بنا لیا ہے اور اسی طرح مسیح ابن مریم کو بھی۔ حالانکہ ان کو ایک معبود (اللہ) کے سوا کسی کی بندگی کرنے کا حکم نہیں دیا گیا تھا۔ وہ جس کے سوا کوئی مستحق عبادت نہیں پاک ہے وہ ان مشرکانہ باتوں سے جو یہ لوگ کرتے ہیں۔''

اس آیت کی تائید و تشریح میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

((اِنَّهُمْ اَحَلُّوا لَهُمُ الْحَرَامَ فَاطَاعُوْهُمْ وَحَرَّمُوْا عَلَيْهِمُ الْحَلَالَ فَاطَاعُوْهُمْ فَكَانَتْ تِلْكَ عِبَادَتُهُمْ اِيَّاهُمْ))[1]

"ان کے علماء اور پیروں نے حلال کو حرام اور حرام کو حلال کہا تو انہوں نے ان کی پیروی کی۔ یہی ان کی عبادت ٹھہری۔"

اللہ کی طرف غلط مسئلہ منسوب کرنا حرام ہے

ائمہ اسلام کا معمول تھا کہ وہ کتاب و سنت کی تعلیمات کے بغیر کسی چیز کے بارے میں نہ عبادت و اطاعت کا حکم دیتے اور نہ اسے قرب الٰہی کا ذریعہ بتلاتے' کیونکہ بغیر علم کے فتویٰ دینا قرآن کریم کی رو سے حرام ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿قُلْ اِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّيَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَ الْاِثْمَ وَالْبَغْيَ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَاَنْ تُشْرِكُوْا بِاللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطٰنًا وَّ اَنْ تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ۝﴾ (الاعراف: ۷/ ۳۳)

"اے نبی ﷺ!...... ان سے کہو کہ میرے رب نے جو چیزیں حرام کی ہیں کہ وہ تو یہ ہیں بے شرمی کے کام' خواہ کھلے ہوں یا چھپے' اور گناہ' اور حق کے خلاف زیادتی' اور یہ کہ اللہ کے ساتھ تم کسی ایسے کو شریک کرو جس کے لیے اس نے کوئی سند نازل نہیں کی' اور یہ کہ اللہ کے نام پر کوئی ایسی بات کہو جس کے متعلق تمہیں علم نہ ہو۔"

صرف تین مساجد کی طرف سفر زیارت جائز ہے

ائمہ دین کا اس پر اتفاق ہے کہ صرف تین مساجد' مسجد الحرام' مسجد نبوی اور مسجد اقصیٰ کی طرف رخت سفر باندھنا جائز ہے۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے:

((لَا تُشَدُّ الرِّحَالُ اِلَّا اِلٰى ثَلَاثَةِ مَسَاجِدَ: اَلْمَسْجِدِ الْحَرَامِ

[1] سنن ترمذی۔ کتاب تفسیر القرآن: باب ومن سورۃ التوبۃ (حدیث: ۳۰۹۵)

وَمَسْجِدِیْ هٰذَا وَالْمَسْجِدِ الْاَقْصٰی)) [1]

"تین مساجد کے علاوہ کسی مسجد کی طرف رخت سفر نہ باندھا جائے۔ یعنی مسجد الحرام میری یہ مسجد اور مسجد اقصیٰ۔"

کیا قبروں کی زیارت مطلقاً ممنوع ہے

قبرستان کی زیارت کے بارے میں اختلاف ہے۔

سلف کی ایک جماعت کا خیال ہے کہ قبرستان کی زیارت ممنوع ہے' ان کے نزدیک ممانعت کی تنسیخ والی احادیث نہ تو مشہور ہیں اور نہ امام بخاری ہی نے ان کو نقل کیا ہے۔ امام بخاری نے جو زیارت قبور کی حدیث نقل کی ہے تو انہوں نے اس عورت کی حدیث کا سہارا لیا ہے جو قبر پر رو رہی تھی۔ [2]

ابن بطال رحمہ اللہ شعبی رحمہ اللہ کا یہ قول نقل کرتے ہیں:

((لَوْلَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ نَهٰی عَنْ زِيَارَةِ الْقُبُوْرِ لَزُرْتُ قَبْرَ اِبْنِیْ))

"اگر رسول اللہ ﷺ نے منع نہ فرمایا ہوتا تو میں اپنے بیٹے کی قبر کی زیارت کے لیے ضرور جاتا۔"

نخعی رحمہ اللہ اور ابن سیرین رحمہ اللہ کا قول ہے کہ:

"سلف زیارت قبور کو مکروہ سمجھتے تھے۔"

ابن بطال رحمہ اللہ کہتے ہیں امام مالک رحمہ اللہ سے زیارت قبور کے بارے میں سوال کیا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ:

"رسول اللہ ﷺ نے پہلے پہل منع فرمایا لیکن بعد میں اجازت دے دی تھی لہٰذا

---

[1] صحیح بخاری۔ کتاب فضل الصلاۃ فی مسجد مکۃ والمدینۃ : باب فضل الصلاۃ فی مسجد مکۃ والمدینہ (حدیث : ۱۱۸۹) صحیح مسلم۔ کتاب الحج : باب فضل المساجد الثلاثۃ (حدیث : ۳۳۹۷)

[2] صحیح بخاری۔ کتاب الجنائز : باب زیارۃ القبور (حدیث : ۱۲۸۳)

اب کوئی شخص زیارت قبور کے لیے جائے اور وہاں کوئی بدعت وغیرہ نہ کرے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

امام مالک رحمہ اللہ سے ایک روایت یہ بھی ہے کہ وہ زیارت قبور کو انتہائی کمزور اور ضعیف عمل خیال کرتے تھے۔

زیارت قبور سے ممانعت کے اسباب

اس پر علماء کا اتفاق ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے ابتداء میں زیارت قبور سے روک دیا تھا۔ اس کی کئی وجوہ تھیں۔ مثلاً:

- اس سے انسان کا شرک میں مبتلا ہو جانا۔
- وہاں جا کر بین وغیرہ کرنا۔
- بعض لوگوں کا قبرستان جا کر ایک دوسرے پر کثرت قبور پر فخر کرنا۔

آیۂ کریمہ:

﴿ اَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ ۝ حَتّٰى زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ ۝﴾ (التکاثر: ۱۰۲/ ۱تا ۲)

''تم لوگوں کو ایک دوسرے سے بڑھ کر دنیا حاصل کرنے کی دھن نے غفلت میں ڈال رکھا ہے یہاں تک کہ تم قبروں تک پہنچ جاتے ہو''

کی تفسیر میں علماء نے لکھا ہے کہ لوگ اپنے خاندان کی قبروں کی کثرت پر فخر کیا کرتے تھے۔

زیارت قبور کی مشروط اجازت

ابن عطیہ رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ:

یہ آیت کثرت زیارت قبور پر وعید ہے۔ یعنی تم نے عبادت کرنے اور علم حاصل کرنے کی بجائے زیارت قبور کو ایک مشغلہ بنا رکھا ہے۔ اس زیارت قبور سے ان کا مطلب یہ ہوتا تھا کہ ہمارے افراد قبیلہ زیادہ تھے۔ حالانکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((كُنْتُ نَهَيْتُكُمْ عَنْ زِيَارَةِ الْقُبُوْرِ فَزُوْرُوْهَا وَلَا تَقُوْلُوْا هُجْرًا))[1]

''میں نے تم کو زیارت قبور سے منع کیا تھا۔ اب زیارت کے لیے چلے جایا کرو۔ اور وہاں کوئی خلاف شریعت بات نہ کرنا۔''

گویا آپ کا منع مندرجہ بالا آیت کی تشریح تھا۔ کچھ عرصہ بعد زیارت قبور کی اجازت اس لیے دے دی گئی تھی کہ اس سے نصیحت حاصل ہو۔ اس لیے اجازت نہ دی تھی کہ لوگ فخر و مباہات میں گرفتار ہو جائیں اور قبروں پر قبے بنا ڈالیں یا قبروں کو چونا گچ کر دیں اور وہاں میلے لگائیں اور ناچ گانے اور قوالیاں کریں۔

ہمارا مقصود یہ ثابت کرنا ہے کہ علماء امت اس پر متفق ہیں کہ آپ ﷺ نے زیارت قبور اور دباء' حنتم' مزفت اور مقیر وغیرہ برتنوں میں نبیذ بنانے سے منع فرمایا تھا۔ البتہ اس کے منسوخ ہونے میں اختلاف ہے۔

کچھ علماء کا خیال ہے کہ یہ حکم منسوخ نہیں ہوا۔ کیونکہ نسخ کی احادیث مشہور نہیں۔ اسی لیے امام بخاری رحمہ اللہ نے وہ احادیث ذکر نہیں کیں جن میں نسخ عام کا ذکر ہے۔

کچھ علماء کا کہنا ہے کہ یہ منسوخ ہو چکا ہے پھر اس نسخ میں بھی ایک جماعت کا کہنا ہے کہ یہ نسخ مباح ہے مستحب نہیں۔ امام مالک اور امام احمد رحمہما اللہ کا یہی مسلک ہے۔ اس کی وجہ بتاتے ہوئے کہتے ہیں کہ نہی کے بعد جب صیغہ امر ہو تو اباحت کا فائدہ دیتا ہے جیسے ایک صحیح احادیث میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((كُنْتُ نَهَيْتُكُمْ عَنْ زِيَارَةِ الْقُبُوْرِ فَزُوْرُوْهَا۔ وَكُنْتُ نَهَيْتُكُمْ عَنِ الْاِنْتِبَاذِ فِي الْاَوْعِيَةِ فَانْتَبِذُوْا وَلَا تَشْرَبُوْا مُسْكِرًا))[2]

''میں نے تمھیں زیارت قبور سے منع کیا تھا اب زیارت کے لیے چلے جایا کرو۔ اور برتنوں میں نبیذ بنانے سے بھی منع کیا تھا۔ اب رخصت ہے۔ لیکن یاد رکھو کہ

---

[1] سنن نسائی۔ کتاب الجنائز : باب زیارۃ القبور (حدیث : ۲۰۳۵) واصلہ فی صحیح مسلم کتاب الجنائز : باب استئذان النبی ﷺ ربہ عزوجل فی زیارۃ قبر امہ (حدیث : ۹۷۷)

[2] صحیح مسلم۔ کتاب الجنائز : باب استئذان النبی ﷺ ربہ عزوجل فی زیارۃ قبر امہ (حدیث : ۹۷۷)

نشہ آور چیز نہ پینا۔"

ایک روایت میں یہ الفاظ بھی مروی ہیں:

((فَزُوْرُوْهَا وَلَا تَقُوْلُوْا هُجْرًا))[1]

"اب زیارت کے لیے چلے جایا کرو۔ لیکن اور وہاں کوئی خلاف شریعت بات نہ کرنا۔"

یہ حدیث اس بات پر دلالت کناں ہے کہ زیارت قبور سے روکنا صرف اس بنا پر تھا کہ لوگ وہاں جا کر غیر شرعی اعمال کرتے تھے۔ چنانچہ اس راستہ ہی کو بند کر دیا۔ جیسے شروع میں عام برتنوں میں نبیذ بنانے سے روک دیا گیا تھا' کیونکہ خمر شراب کا اثر آہستہ آہستہ ہوتا ہے اور پینے والا بے خبری میں شراب پی جاتا۔

اہل ایمان کی قبروں کی زیارت مستحب ہے

سلف امت کی اکثریت کا خیال ہے کہ مؤمنوں کی قبروں کی زیارت مستحب ہے' تاکہ ان کے لیے دعاء اور ان پر سلام بھیجا جائے۔ جیسے کہ رسول اللہ ﷺ کا معمول تھا کہ آپ ﷺ جنت البقیع تشریف لے جا کر وہاں ان کے لیے دعاء فرماتے۔ نیز صحیحین کی روایت سے بھی ثابت ہے کہ:

((اَنَّه خَرَجَ اِلٰی شُهَدَاءِ اُحُد فَصَلّٰی عَلَيْهِمْ صَلَاتَه عَلَی الْمَوْتٰی كَالْمُوَدِّعِ لِلْاَحْيَاءِ وَالْاَمْوَاتِ))[2]

"آپ شہدائے احد کی قبروں کے پاس گئے اور ان کے لیے ایسی دعاء کی جیسے عام میت پر جنازہ پڑھا جاتا ہے جیسے کہ آپ سب زندوں اور فوت شدگان کو رخصت کر رہے ہو۔"

---

[1] سنن نسائی۔ کتاب الجنائز: باب زیارة القبور (حدیث: ۲۰۳۵)

[2] صحیح بخاری۔ کتاب الجنائز: باب الصلاة علی الشهید (حدیث: ۱۳۴۴) و کتاب المغازی: باب غزوة احد (حدیث: ۴۰۴۲) صحیح مسلم۔ کتاب الفضائل: باب اثبات حوض نبینا ﷺ (حدیث: ۲۲۹۶)

زیارت قبور کی مسنون دعاء

صحیح مسلم میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ صحابہ رضی اللہ عنہم کو زیارت قبور کی یہ دعاء سکھلایا کرتے تھے:

((اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ اَھْلَ الدِّیَارِ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَاِنَّا اِنْ شَاءَ اللّٰهُ بِکُمْ لَاحِقُوْنَ۔ یَرْحَمُ اللّٰهُ الْمُسْتَقْدِمِیْنَ مِنَّا وَ مِنْکُمْ وَالْمُسْتَاْخِرِیْنَ نَسْاَلُ اللّٰهَ لَنَا وَلَکُمُ الْعَافِیَةَ۔ اَللّٰھُمَّ لَا تَحْرِمْنَا اَجْرَھُمْ وَلَا تَفْتِنَّا بَعْدَھُمْ وَاغْفِرْلَنَا وَلَھُمْ))[1]

"اے مومنو! تم پر اللہ کی سلامتی ہو۔ ہم بھی ان شاء اللہ تم سے ملنے والے ہیں۔ اللہ تعالیٰ تم اور ہم سب پر رحم فرمائے۔ ہم اپنے اور تمہارے لیے اللہ سے عافیت کی دعاء کرتے ہیں۔ اے اللہ! ان کے اجر سے ہمیں محروم نہ کرنا۔ اور ان کے بعد ہمیں کسی آزمائش میں مبتلا نہ کرنا۔ اے اللہ! ان کو اور ہم سب کو معاف فرما"!

مؤمنین کی قبروں کی زیارت کا یہ مسنون طریقہ تھا۔ اب رہے کافر' تو ان کی قبروں کی زیارت کی بھی اجازت ہے' تاکہ آخرت کی یاد تازہ ہو۔ البتہ ان کے لیے استغفار کرنا جائز نہیں ہے۔

صحیح مسلم میں رسول اللہ ﷺ کا اپنا واقعہ منقول ہے کہ:

((اَنَّه زَارَ قَبْرَ اُمِّه فَبَکٰی وَاَبْکٰی مَنْ حَوْلَه وَ قَالَ اسْتَاْذَنْتُ رَبِّیْ فِیْ اَنْ اَزُوْرَ قَبْرَھَا فَاَذِنَ لِیْ۔ وَاسْتَاْذَنْتُه فِیْ اَنْ اَسْتَغْفِرَ لَھَا فَلَمْ یَاْذَنْ لِیْ فَزُوْرُوا الْقُبُوْرَ فَاِنَّھَا تُذَکِّرُکُمُ الْاٰخِرَةَ))[2]

---

[1] صحیح مسلم۔ کتاب الجنائز : باب مایقال عند دخول القبور (حدیث : ۹۷۴، ۹۷۵)

[2] صحیح مسلم۔ کتاب الجنائز : باب استئذان النبی ﷺ ربه عزوجل فی زیارة قبر امه (حدیث : ۹۷۶)

"آپ اپنی والدہ کی قبر پر تشریف لے گئے اور وہاں جا کر رو دیئے اور اپنے ساتھیوں کو بھی رلایا۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں نے اللہ سے ان کی قبر کی زیارت کی اجازت طلب کی تھی' جو مل گئی۔ میں نے ان کے لیے استغفار کی اجازت بھی طلب کی جس کی اجازت نہ ملی۔ لہٰذا قبروں کی زیارت کیا کرو کیونکہ یہ آخرت کی یاد تازہ کرتی ہیں۔"

علماء کے اختلاف پر کس کی بات مانیں؟

جس مسئلے میں علماء کا اختلاف ہو اس میں جس کے پاس دلیل شرعی ہو اس کا قول تسلیم کیا جائے۔ ہوسکتا ہے کہ ایک کے پاس شرعی ثبوت نہ ہو۔ حقیقت یہ ہے کہ علماء ہی انبیاء کے صحیح وارث ہیں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

﴿ وَدَاوُدَ وَسُلَيْمَانَ إِذْ يَحْكُمَانِ فِي الْحَرْثِ إِذْ نَفَشَتْ فِيهِ غَنَمُ الْقَوْمِ ۚ وَكُنَّا لِحُكْمِهِمْ شَاهِدِينَ ۝ فَفَهَّمْنَاهَا سُلَيْمَانَ ۚ وَكُلًّا آتَيْنَا حُكْمًا وَعِلْمًا ۚ ۝ ﴾ (الانبیاء: ۲۱/ ۷۸ تا ۷۹)

"یاد کرو وہ واقعہ جب کہ داؤدؑ اور سلیمانؑ دونوں ایک کھیت کے مقدمے میں فیصلہ کر رہے تھے' جس میں رات کے وقت دوسرے لوگوں کی بکریاں پھیل گئی تھیں اور ہم ان کی عدالت خود دیکھ رہے تھے۔ اس وقت ہم نے صحیح فیصلہ سلیمانؑ کو سمجھا دیا تھا حالانکہ حکم اور علم ہم نے دونوں ہی کو عطاء کیا تھا۔"

نیت وعمل کے اعتبار سے زیارت قبور کی تین اقسام

مندرجہ بالا تینوں اقوال باعتبارات مختلفہ صحیح ہیں۔

(۱) اگر زیارت قبور کے ساتھ شرک' کذب' بین اور نوحہ وغیرہ کا سلسلہ وابستہ ہو تو ایسی زیارت بالاجماع حرام ہے۔ جیسے مشرکین اور اللہ کے نافرمان بندوں کا عمل۔ کیونکہ اللہ کے ہاں پسندیدہ دین دین اسلام ہے اور وہ یہ کہ اللہ کے احکام کے سامنے سر تسلیم خم کر دیا جائے۔ اس کے فیصلے کو بسر وچشم قبول کر لیا جائے جس کام

کا وہ حکم دے اسے مان لیا جائے' اور جس سے وہ محبت رکھے اسی سے محبت کی جائے۔ ہم اس پر عمل کرتے اور اسی کی طرف لوگوں کو دعوت دیتے ہیں اور اسی واحد و یکتا ذات پر ہمارا بھروسہ ہے۔ ہم اللہ کے رب ہونے' اسلام کے دین ہونے اور محمد ﷺ کے نبی ہونے پر راضی ہیں اور ہم اپنی نمازوں میں اسی کا اقرار کرتے ہیں کہ:

﴿إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ﴾ (الفاتحہ: ۱/۵)

''ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد طلب کرتے ہیں۔''

ہم یہ اقرار اس لیے بھی کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿فَاعْبُدْهُ وَتَوَكَّلْ عَلَيْهِ ۚ﴾ (هود: ۱۲۳)

''پس اے نبی ﷺ تو اس کی بندگی کر اور اسی پر بھروسہ کر''

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَعِينُوا بِالصَّبْرِ وَالصَّلَاةِ ۚ إِنَّ اللَّهَ مَعَ الصَّابِرِينَ﴾

(البقرہ: ۲/ ۱۵۳)

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو صبر اور نماز سے مدد لو۔ اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔''

﴿وَأَقِمِ الصَّلَاةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ وَزُلَفًا مِّنَ اللَّيْلِ ۚ إِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّئَاتِ ۚ ذَٰلِكَ ذِكْرَىٰ لِلذَّاكِرِينَ ۝ وَاصْبِرْ فَإِنَّ اللَّهَ لَا يُضِيعُ أَجْرَ الْمُحْسِنِينَ﴾ (هود: ۱۱/ ۱۱۴ تا ۱۱۵)

''اور نماز قائم کرو دن کے دونوں سروں پر اور کچھ رات گزرنے پر۔ درحقیقت نیکیاں برائیوں کو دور کر دیتی ہیں۔ یہ ایک یاد دہانی ہے ان لوگوں کے لیے جو اللہ کو یاد رکھنے والے ہیں اور صبر کرو۔ اللہ نیکی کرنے والوں کا اجر کبھی ضائع نہیں کرتا۔''

۲ زیارت قبور کی دوسری قسم یہ ہے کہ صرف میت کے غم' اس کی رشتہ داری اور دوستی کی وجہ سے ہو۔ یہ زیارت مباح ہوگی جیسے بغیر بین اور نوحہ کے رونا مباح ہے۔

جیسے رسول اللہ ﷺ اپنی والدہ کی قبر پر تشریف لے گئے' وہاں خود بھی روئے اور آپ ﷺ کے ساتھی بھی روئے۔ اور پھر فرمایا:

((زُوْرُوا الْقُبُوْرَ فَاِنَّهَا تُذَكِّرُكُمُ الْاٰخِرَةَ))[1]

"قبروں کی زیارت کیا کرو۔ کیونکہ یہ آخرت کی یاددہانی کراتی ہیں۔"

اس سے پہلے آپ ﷺ نے ایسی زیارت سے منع فرمایا تھا کیونکہ لوگ اپنے رشتہ داروں کی قبروں پر جا کر غیر شرعی حرکات کا ارتکاب کرتے تھے۔ کچھ عرصے بعد جب احکام اسلامی کی معرفت مسلمانوں کے دلوں میں راسخ ہوگئی تو پھر اس کی اجازت دے دی کیونکہ زیارت قبور میں موت کی یاد مضمر ہے۔

اکثر لوگوں کا حال یہ ہے کہ جب وہ اپنے کسی رشتہ دار کی قبر دیکھتے ہیں تو آخرت کی تیاری کا جذبہ ان کے دل میں پیدا ہو جاتا ہے اور بعض اوقات اس موقع پر جزع فزع کا بھی صدور ہو جاتا ہے جس سے دو متعارض امور پیدا ہو جاتے ہیں یعنی فی نفسہ زیارت قبور مباح ہے۔ لیکن اگر اس سے مقصد' سراسر اطاعت ہو تو یہ زیارت مستحسن ہوگی اور اگر اس میں کوئی غیر شرعی عمل کارفرما ہو تو پھر یہ معصیت کے دائرہ میں داخل ہوگی۔

- تیسری قسم یہ ہے کہ میت کے لیے دعاء و استغفار کی نیت ہو۔ ایسی زیارت مستحب قرار پائے گی۔ اس کے استحباب پر سنت نبوی دلالت کناں ہے کیونکہ ایسی زیارت رسول اللہ ﷺ نے خود کی ہے اور بطور خاص صحابہ کرام ؓ کو اس کی تلقین بھی فرمائی ہے۔

رہی مسجد قبا کی زیارت! تو جو شخص مدینہ منورہ جائے اس کے لیے مستحب ہے کہ وہ مسجد قباء میں جا کر دو رکعت نماز ادا کرے' نیز جنت البقیع اور شہدائے احد کی قبروں پر بھی جائے۔ جیسے رسول اللہ ﷺ کا معمول تھا۔

---

[1] صحیح مسلم۔ کتاب الجنائز : باب استئذان النبی ﷺ ربه عزوجل فی زیارة قبر امه (حدیث : ۹۷۶)

اہل قبور کے حق میں دعاء کی جائے

پس زیارت قبور کا مقصد یہ ہے کہ صاحب قبر کے لیے دعاء کی جائے۔ مگر یہ جائز نہیں کہ قبر کو عبادت گاہ بنا لیا جائے۔ یہ عقیدہ کرنا بھی منع ہے کہ قبر پر دعاء کی جائے تو وہ جلدی قبول ہوتی ہے یا قبر پر دعاء کرنا گھر یا مسجد میں دعاء کرنے سے افضل ہے۔ ہاں! ائمہ اسلام کا اس پر اتفاق ہے کہ قبرستان میں جا کر اہل قبور کے لیے دعاء کرنے سے نماز جنازہ میں شریک ہونا افضل ہے۔ یہ مشروع بھی ہے اور فرض کفایہ بھی۔

صاحب قبر سے استغاثہ شرک اور بین حرام ہے

اگر کوئی شخص میت کے قریب جا کر اسے پکارے یا استغاثہ فریاد کرے تو یہ فعل شرک ہوگا۔ ائمہ اسلام کا اس پر اتفاق ہے۔ نیز میت پر بین اور نوحہ بھی حرام ہے البتہ یہ استغاثہ سے ہلکا جرم ہوگا۔

نادان دوستوں کے غلطانہ استدلال

رسول اللہ ﷺ کے جنت البقیع اور شہدائے احد کی قبور پر تشریف لے جانے سے اگر کوئی شخص اپنے مشرکانہ اعمال کے لیے دلیل اخذ کرنے کی مذموم کوشش کرے تو اس کا یہ استدلال اس شخص سے بھی زیادہ گمراہ کن ہوگا جو آپ ﷺ کی نماز جنازہ سے دلیل لے کر کہتا ہے کہ میت کو پکارنا' اس پر بین اور نوحہ کرنا اور اس کو اللہ کا شریک بنانا جائز ہے' جیسا کہ اکثر جاہل کرتے ہیں اور بطور استدلال آپ ﷺ کا عمل پیش کرتے ہیں جو سراسر اللہ کی عبادت' اس کی اطاعت پر مبنی تھا جو عمل کرنے والے کے لیے باعث اجر اور میت کے لیے فائدہ مند اور مزید برآں اللہ کی رضاء پر مشتمل تھا۔ یہ لوگ اس خالص عمل کو سامنے رکھ کر اللہ کے ساتھ شرک کر کے میت کے لیے ایذا رسانی کا سبب بنتے ہیں۔ اور اپنی جان پر ظلم کرتے ہیں۔ جیسے آج کل مشرکین اور اہل بدعت کا شیوہ ہے جو نہ تو اپنے عمل میں اخلاص پیدا کرتے ہیں اور نہ اللہ تعالیٰ کے فیصلے ہی کو تسلیم کرتے ہیں۔

زیارت قبور کے موقع پر ممنوعہ کام

پس ایسی زیارت قبور منع ہے جس میں مسنون اعمال تو ترک کر دیے جائیں لیکن ممنوع کام انجام دیے جائیں۔ جیسے جزع فزع' بے ہودہ کلام اور بے صبری وغیرہ' اسی طرح ایسی زیارت قبور بھی ممنوع ہے جو شرک باللہ غیر اللہ کو پکارنا' اور ترک اخلاص پر مشتمل ہو تو یہ دونوں قسم کی زیارتیں ممنوع ہیں۔ البتہ مؤخر الذکر بلحاظ گناہ کے زیادہ سنگین ہے۔ لہٰذا قبر کے پاس جا کر یا قبر کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنا جائز نہیں ہے۔ کیونکہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا ہے کہ:

((لَا تُصَلُّوْا اِلَی الْقُبُوْرِ وَلَا تَجْلِسُوْا عَلَیْهَا))[1]

''نہ قبروں کی طرف منہ کر کے نماز پڑھو اور نہ ان کے اوپر مجاور بن کر ہی بیٹھو۔''

پس زیارت قبور کی دو صورتیں ٹھہریں:

① پہلی وہ جس سے رسول اللہ ﷺ نے منع فرمایا اور علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ یہ غیر مشروع ہے۔ اور وہ یہ کہ قبور کو عبادت گاہ' بت خانہ اور میلے کی جگہ بنا لیا جائے۔ لہٰذا وہاں فرض یا نفل نماز کی ادائیگی کے لیے جانا بھی غلط ہے اور یہ بھی غلط ہے کہ قبر کی عبادت بتوں کی طرح کی جائے۔ انہیں میلے کی جگہ بنا لیا جائے کہ لوگ ایک مقررہ وقت پر وہاں جمع ہوں جیسے عرفات اور منیٰ میں مسلمان جمع ہوتے ہیں۔

② دوسری زیارت شرعیہ ہے جو اکثر علماء کے نزدیک مستحب ہے۔ بعض علماء اسے مباح' اور بعض مطلق ممنوع کہتے ہیں جس کی تفصیل سابقہ صفحات میں گزر چکی ہے۔ شرعی دلائل جس کی تائید وحمایت میں ہیں وہ یہ ہے کہ ہم مطلق کو مقید پر محمول کریں۔ اس صورت میں زیارت کی مندرجہ ذیل تین قسمیں ہوں گی:

① ممنوع ② مباح ③ مستحب

امام مالک رحمہ اللہ کے ہاں تیسری صورت صحیح ہے اور وہ اس کی تائید میں وہی روایات

---

[1] صحیح مسلم۔ کتاب الجنائز؛ باب النھی عن الجلوس علی القبر والصلاۃ الیہ (حدیث: ۹۷۲)

و آثار پیش کرتے ہیں' جن میں مسجد نبوی' مسجد قباء جنت البقیع اور شہدائے احد کی قبور کی زیارت کا تذکرہ ہے۔

رسول مکرم ﷺ کا معمول تھا کہ آپ ان دو مساجد اور دو قبرستانوں کے سوا کہیں تشریف نہ لے جاتے تھے۔ آپ نماز جمعہ اپنی مسجد میں پڑھتے اور ہفتہ کے روز مسجد قباء تشریف لے جاتے تھے۔ جیسا کہ صحیحین میں سیدنا عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ:

((اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ کَانَ یَاْتِیْ قُبَاءَ کُلَّ سَبْتٍ رَاکِبًا وَمَا شِیًا فَیُصَلِّیْ فِیْهِ رَکْعَتَیْنِ))[1]

"رسول اکرم ﷺ ہر ہفتہ پیادہ پا اور کبھی سواری پر مسجد قبا تشریف لے جا کر دو رکعت نماز ادا فرماتے۔"

قبور کو عبادت گاہ بنانے کی نفی میں احادیث کا ذخیرہ بے شمار ہے..... جو صحیحین اور ان کے علاوہ کتب حدیث میں محفوظ ہے۔ ان میں سے چند ایک احادیث قارئین کرام کے لیے پیش خدمت ہیں۔

قبر پر مسجد بنانے والوں پر اللہ کی لعنت

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((لَعَنَ اللّٰهُ الْیَهُوْدَ وَالنَّصَارٰی اِتَّخَذُوْا قُبُوْرَ اَنْبِیَائِهِمْ مَسَاجِدَ))[2]

"اللہ یہود و نصاریٰ پر لعنت کرے' کیونکہ انہوں نے اپنے انبیاء ؑ کی قبور کو

---

[1] صحیح بخاری۔ کتاب فضل الصلاۃ فی مسجد مکۃ والمدینۃ۔ باب اتیان مسجد قباء ماشیا و راکبا (حدیث : ۱۱۹۴) صحیح مسلم۔ کتاب الحج۔ باب فضل مسجد قباء و فضل الصلاۃ فیہ (حدیث : ۱۳۹۹)

[2] صحیح بخاری۔ کتاب الجنائز : باب ما یکرہ من اتخاذ المساجد علی القبور (حدیث : ۱۳۳۰) صحیح مسلم۔ کتاب المساجد : باب النھی عن بناء المسجد علی القبور (حدیث : ۵۲۹)

عبادت گاہ بنا لیا تھا۔"

ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہؓ نے فرمایا:

((لَوْلَا ذٰلِكَ لَأُبْرِزَ قَبْرُهُ وَلٰكِنْ خَشِيَ اَنْ يُتَّخَذَ مَسْجِدًا))[1]

"اگر عبادت گاہ بن جانے کا خدشہ نہ ہوتا تو آپ ﷺ کی قبر مکرم کو ظاہر کر دیا جاتا۔"

صحیح مسلم میں درج ذیل حدیث مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی وفات سے پانچ روز قبل فرمایا:

((اِنَّ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ كَانُوا يَتَّخِذُوْنَ الْقُبُوْرَ مَسَاجِدَ اَلَا فَلَا تَتَّخِذُوا الْقُبُوْرَ مَسَاجِدَ فَاِنِّي اَنْهٰكُمْ عَنْ ذٰلِكَ))[2]

"تم سے پہلی قومیں قبور کو عبادت گاہ بنا لیا کرتی تھیں۔ خبردار! تم ایسا ہرگز نہ کرنا میں تمہیں اس سے منع کرتا ہوں۔"

صحیحین میں ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہؓ اور ابن عباسؓ سے مروی ہے:

((لَمَّا نُزِلَ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ طَفِقَ يَطْرَحُ خَمِيْصَةً لَهُ عَلٰى وَجْهِهِ فَاِذَا اغْتَمَّ كَشَفَهَا فَقَالَ وَهُوَ كَذٰلِكَ: لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْيَهُوْدِ وَالنَّصَارٰى اتَّخَذُوْا قُبُوْرَ اَنْبِيَائِهِمْ مَسَاجِدَ يُحَذِّرُ مِثْلَ مَا صَنَعُوْا))[3]

"رسول اللہ ﷺ پر جب آثار وفات ظاہر ہوئے تو آپ شدت تکلیف کی وجہ سے اپنی چادر کو بار بار اپنے چہرہ انور پر ڈال لیتے' جب ذرا افاقہ ہوتا تو فرماتے: یہود و نصاریٰ پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو۔ کیونکہ انہوں نے اپنے انبیاء ﷺ کی قبور کو عبادت گاہ بنا لیا تھا آپ ﷺ ان کے اس عمل بد سے ڈرا رہے

---

[1] بخاری و مسلم (حوالہ سابق)

[2] صحیح مسلم، کتاب المساجد، باب النهی عن بناء المسجد علی القبور (حدیث: ۵۳۲)

[3] صحیح بخاری، کتاب الصلاۃ: باب (۵۵) (حدیث: ۴۳۴) صحیح مسلم، کتاب المساجد: باب النهی عن بناء المسجد علی القبور (حدیث: ۵۲۹)

تھے۔"

صحیحین میں ابوہریرہؓ سے مروی حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((قَاتَلَ اللّٰهُ الْيَهُوْدَ وَالنَّصَارٰى اِتَّخَذُوْا قُبُوْرَ اَنْبِيَائِهِمْ مَّسَاجِدَ))[1]

"اللہ تعالیٰ یہود و نصاریٰ کو تباہ کرے۔ کیونکہ انہوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو عبادت گاہ بنا لیا تھا۔"

ایک روایت میں یہ الفاظ بھی مروی ہیں:

((لَعَنَ اللّٰهُ الْيَهُوْدَ وَالنَّصَارٰى اِتَّخَذُوْا قُبُوْرَ اَنْبِيَائِهِمْ مَّسَاجِدَ))[2]

"اللہ نے یہود و نصاریٰ پر لعنت کی ہے کیونکہ انہوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو عبادت گاہ بنا لیا تھا۔"

بزرگان دین کی تصویریں بنانے اور آویزاں کرنے والے لوگ

صحیحین میں ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ ؓ سے مروی ہے کہ ام المومنین ام حبیبہؓ اور ام المومنین ام سلمہؓ نے حبشہ کے ایک کنیسہ کا تذکرہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں کیا جس میں بہت سی تصاویر تھیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ:

((اِنَّ اُولٰئِكَ اِذَا كَانَ فِيهِمُ الرَّجُلُ الصَّالِحُ فَمَاتَ بَنَوْا عَلٰى قَبْرِهِ مَسْجِدًا وَصَوَّرُوْا فِيهِ تِلْكَ التَّصَاوِيْرَ وَاُولٰئِكَ شِرَارُ الْخَلْقِ عِنْدَاللّٰهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ))[3]

"یہ وہ لوگ تھے کہ جب ان میں سے کوئی صالح شخص فوت ہو جاتا تو اس کی قبر پر مسجد بنا لیتے پھر اس میں اس کی تصویر لٹکا دیتے۔ قیامت کے روز یہ لوگ اللہ

---

[1] صحیح بخاری۔ کتاب الصلاۃ : باب (۵۵)۔ (حدیث : ۴۳۷) صحیح مسلم۔ کتاب المساجد : باب النهی عن بناء المسجد علی القبور (حدیث : ۵۳۰)

[2] صحیح مسلم (حوالہ سابق)۔

[3] صحیح بخاری۔ کتاب الصلاۃ : باب الصلاۃ فی البیعۃ (حدیث : ۴۳۴، ۴۲۷) صحیح مسلم۔ کتاب المساجد : باب النهی عن بناء المسجد علی القبور (حدیث : ۵۲۸)

کے ہاں شریر ترین شمار ہوں گے۔“

ابن مسعودؓ سے اس سلسلے میں بہت سی احادیث مروی ہیں۔ ابن مسعودؓ سے ایک حدیث مروی ہے جس میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ:

((اِنَّ مِنْ شِرَارِ النَّاسِ مَنْ تُدْرِكُهُمُ السَّاعَةُ وَهُمْ اَحْيَاءٌ وَالَّذِيْنَ يَتَّخِذُوْنَ الْقُبُوْرَ مَسَاجِدَ))[1]

”شریر ترین وہ لوگ ہوں گی جو زندہ ہوں گے اور قیامت برپا ہو جائے گی۔ اور وہ بھی جو قبروں کو عبادت گاہ بنا لیتے ہیں۔“

قبر پر میلے سے ممانعت

سنن ابی داؤد میں ایک حدیث کے الفاظ یہ ہیں جن میں رحمت عالم ﷺ نے فرمایا کہ:

((لَا تَتَّخِذُوْا قَبْرِيْ عِيْدًا۔ وَصَلُّوْا عَلَيَّ حَيْثُمَا كُنْتُمْ فَاِنَّ صَلٰوتَكُمْ تُبَلِّغُنِيْ))[2]

”میری قبر کو میلہ گاہ نہ بنا لینا۔ تم جہاں بھی ہو مجھ پر درود بھیجو' تمہارا درود مجھ تک پہنچا دیا جائے گا۔“

موطا مالک میں مروی حدیث کے مطابق رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((اَللّٰهُمَّ لَا تَجْعَلْ قَبْرِيْ وَثَنًا يُّعْبَدُ۔ اِشْتَدَّ غَضَبُ اللّٰهِ عَلٰى قَوْمٍ اتَّخَذُوْا قُبُوْرَ اَنْبِيَائِهِمْ مَسَاجِدَ))[3]

”اے اللہ!...... میری قبر کو بت نہ بننے دینا کہ جس کی پوجا شروع ہو جائے۔

---

[1] مسند احمد (۱/ ۴۰۵، ۴۳۵) و صحیح ابن حبان (۳۴۰) و علقه البخاری فی کتاب الفتن باب ظهور الفتن (حدیث : ۷۰۶۷) مختصراً

[2] سنن ابی داؤد۔ کتاب المناسك : باب زیارة القبور (حدیث : ۲۰۴۲)

[3] موطا امام مالك (۱/ ۱۷۲) کتاب قصر الصلاة فی السفر' مسند احمد (۲/ ۲۴۶)

اس قوم پر اللہ کا غضب نازل ہوا جس نے اپنے انبیاء کی قبروں کو عبادت گاہ بنا لیا تھا۔"

حضرت علی کے پڑپوتے کی اندلسی کو فہمائش

سنن سعید بن منصور میں یہ واقعہ منقول ہے کہ عبداللہ بن حسن بن حسین بن علیؓ بن ابو طالب جو حسینی خاندان اور خلافت منصور کے دور میں تبع تابعین میں انتہائی قدر کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے' وہ خود کہتے ہیں:

((رَاٰی رَجُلاً یَکْثِرُ الْاِخْتَلَافُ اِلٰی قَبْرِ النَّبِیِّ فَقَالَ: یَا ھٰذَا! اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: "لَا تَتَّخِذُوْا قَبْرِیْ عِیْدًا وَصَلُّوْا عَلٰی حَیْثُمَا کُنْتُمْ فَاِنَّ صَلٰوتَکُمْ تَبْلُغُنِیْ۔" فَمَا اَنْتَ وَ رَجُلٌ بِالْاَنْدُلُسِ اِلَّا سَوَاءٌ))[1]

"انہوں نے ایک شخص کو بار بار قبر مکرم کے پاس آتے جاتے دیکھا۔ انہوں نے کہا اے فلاں! رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ "میری قبر کو میلہ گاہ نہ بنا لینا اور جہاں بھی تم ہو مجھ پر درود بھیجتے رہو۔ تمہارا درود مجھ تک پہنچا دیا جائے گا" لہٰذا تم اور اندلس میں رہنے والا شخص برابر ہو۔"

رسول اللہ پر سلام اور اس کا جواب

زیارت قبر مکرم اور آپ ﷺ پر درود و سلام پڑھنے کے لیے ائمہ اسلام نے اتباع رسول کا ارادہ کیا تو انہوں نے سنت رسول ﷺ کی جستجو کی۔ چنانچہ امام احمد رحمہ اللہ نے سیدنا ابوہریرہؓ سے مروی حدیث پر اعتماد کیا جو کتب سنن میں موجود ہے جس میں رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں۔

((مَا مِنْ اَحَدٍ یُسَلِّمُ عَلَیَّ اِلَّا رَدَّ اللّٰهُ عَلَیَّ رُوْحِیْ حَتّٰی اَرُدَّ عَلَیْهِ

---

[1] فضل الصلاۃ علی النبی ﷺ (۳۰،۲۰)

السَّلَامَ))[1]

"اگر کوئی شخص مجھ پر سلام بھیجے گا تو اللہ تعالیٰ میرے جسم میں روح کو واپس کر دے گا یہاں تک میں اس کے سلام کا جواب دوں گا۔"

---

[1] سنن ابی داؤد۔ کتاب المناسك : باب زيارة القبور (حديث : ۲۰۴۱)

هٰذَا خَبَرٌ بَاطِلٌ لَا يُشْتَغَلُ بِه فَاِنَّ عَبْدَالرَّحْمٰنِ بْنَ زَيْدِ بْنِ اَسْلَمَ هَالِكٌ جِدًّا ضَعَّفَه اَحْمَدُ وَابْنُ الْمَدِيْنِي وَابْنُ مَعِيْنٍ وَاَبُوْزُرْعَةَ وَاَبُوْ حَاتِمٍ وَالنَّسَائِيُّ وَغَيْرُهُمْ وَقَالَ السَّاجِيُّ مُنْكَرُ الْحَدِيْثِ وَقَالَ الطَّحَاوِيُّ حَدِيْثُه عِنْدَ اَهْلِ الْعِلْمِ بِالْحَدِيْثِ فِي النِّهَايَةِ مِنَ الضُّعْفِ وَ قَالَ الْحَاكِمُ رَوٰى عَنْ اَبِيْهِ اَحَادِيْثَ مَوْضُوْعَةً۔ وَقَالَ ابْنُ الْجَوْزِيِّ اَجْمَعُوْا عَلٰى ضُعْفِه كَذَا فِي التَّهْذِيْبِ لِابْنِ حَجَرٍ الْعَسْقَلَانِيِّ ص۔ ۱۷۸ـ۱۷۹ جلد۱

"یہ روایت باطل ہے اور یہ توجہ کے قابل نہیں۔ کیونکہ عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم بہت زیادہ کمزور حتیٰ کہ اسے حدیث کے معاملہ میں تباہ کن قرار دیا گیا ہے۔ احمد بن حنبل ابن مدینی' ابن معین' ابوزرعہ' ابو حاتم' اور نسائی وغیرہم رحمہم اللہ جیسے ائمہ جرح وتعدیل نے اسے ضعیف قرار دیا ہے۔ علامہ ساجی فرماتے ہیں: یہ منکر حدیث ہے' علامہ طحاوی فرماتے ہیں۔ اس کی حدیث اہل حدیث کے نزدیک حد درجہ کمزور ہے۔ حاکم فرماتے ہیں: یہ اپنے باپ سے موضوع احادیث بیان کرتا ہے۔" ابن جوزی فرماتے ہیں: "اس کے ضعف پر اجماع ہے۔" اس طرح تہذیب التہذیب ج ۶ ص۔۱۷۸۔۱۷۹ میں ابن حجر عسقلانی رحمہم اللہ نے بھی تحریر فرمایا ہے:

وَقَالَ شَيْخُ الْاِسْلَامِ ابْنُ تَيْمِيَّةَ فِيْ كِتَابِ "التَّوَسُّلِ وَالْوَسِيْلَةِ" ص۸۹ عَبْدُالرَّحْمٰنِ بْنُ زَيْدِ بْنِ اَسْلَمَ ضَعِيْفٌ بِاتِّفَاقِهِمْ يَغْلِطُ كَثِيْرًا۔ وَضَعَّفَه اَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ وَاَبُوْزُرْعَةَ وَاَبُوْ حَاتِمٍ وَالنَّسَائِيُّ وَالدَّارَقُطْنِيُّ وَغَيْرُهُمْ وَقَالَ اَبُوْ حَاتِمٍ وَابْنُ حِبَّانَ كَانَ يُقَلِّبُ الْاَخْبَارَ وَهُوَلَا يَعْلَمُ حَتّٰى كَثُرَ ذٰلِكَ فِيْ رِوَايَتِه مِنْ رَّفْعِ الْمَرَاسِيْلِ وَاِسْنَادِ الْمَوْقُوْفِ فَاسْتَحَقَّ التَّرْكَ۔ فَلَا شَكَّ فِيْ كَوْنِ الْخَبَرِ مَوْضُوْعًا لَاسِيَّمَا وَقَدْ رَوَاهُ عَنْ اَبِيْهِ عَلٰى مَا نَصَّ عَلَيْهِ الْحَاكِمُ۔ وَقَدْ ذَكَرَ الذَّهَبِيُّ فِيْ مِيْزَانِ الْاَعْتِدَالِ (ص ۵۴۵ جلد۱ فِيْ تَرْجِمَه عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ زَيْدِ بْنِ اَسْلَمَ هٰذَا الْحَدِيْثُ فِيْ مُنْكَرَاتِه۔

"شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ اپنی کتاب التوسل والوسیلہ ص ۸۹ پر رقمطراز ہیں۔ عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم بالاتفاق ضعیف ہے' بہت سی غلطیاں کرتا ہے۔ اسے احمد بن حنبل' ابوزرعہ' ابو حاتم' نسائی' دار قطنی ←

وغیرہم ائمہ حدیث نے ضعیف قرار دیا ہے۔ ابو حاتم اور ابن حبان فرماتے ہیں یہ روایت کو پلٹ دیتا تھا اور اسے معلوم بھی نہیں ہوتا تھا اس لیے اس کی بیان کردہ روایات میں مرسل کو مرفوع اور موقوف صحابہؓ کے قول کو مسند (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملا دینے) کا عیب تھا۔ اس لیے متروک (چھوڑنے) کے لائق ہے۔ اس روایت کے موضوع ہونے میں کوئی شک نہیں۔ خصوصاً اس نے اپنے باپ سے ایسے روایت کیا ہے' جیسا کہ حاکم نے واضح بیان کیا ہے۔ علامہ ذہبی نے میزان الاعتدال ج ۲ ص ۵۱۵ میں عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم کے حالات زندگی بیان کرنے کے دوران اس حدیث کو منکر قرار دیا ہے۔"

وَهٰذِهِ الرِّوَايَةُ اَيْضًا فِيْ صِحَّتِهَا نَظَرٌ۔ فَقَالَ الْحَافِظُ ابْنُ الْقَيِّمِ فِيْ جَلَاءِ الْاَفْهَامِ ص ۴۳ طبع مُنِيْرِيَّةَ۔ سَاَلْتُ شَيْخَنَا يَعْنِيْ ابْنَ تَيْمِيَّةَ عَنْ سِمَاعِ زَيْدِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ "مَا كَانَ اَدْرَكَهٗ وَهُوَ ضَعِيْفٌ فَفِيْ سَمَاعِهٖ مِنْهُ نَظَرٌ۔" انتهى۔

"اس روایت کی صحت اس لیے بھی محل نظر ہے کہ حافظ ابن قیم نے جلاء الافہام ۴۳ طبع مکتبہ منیریہ میں فرمایا ہے: اس روایت کے بارے میں میں نے اپنے شیخ ابن تیمیہ ؒ سے دریافت کیا کہ زید بن عبداللہ نے سیدنا ابوہریرہؓ سے سنا ہے؟ انہوں نے فرمایا: اس نے انہیں پایا ہی نہیں سنا کہاں سے تھا۔ یہ ضعیف ہے اور اس نے سیدنا ابوہریرہؓ سے سنا نہیں۔" (انتہی)

(انتباہ) مرعاۃ المفاتیح میں اس کی سند کو حسن کہا گیا ہے یہ روایت ابوداؤد اور بیہقی کے حوالہ سے مشکوۃ میں باب الصلاۃ علی النبی ﷺ میں آئی ہے۔ اس میں عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم راوی نہیں ہے' اس کے علاوہ راویوں سے مروی ہے۔ اور جو اس حدیث کے معنی میں اشکال پیش کیا گیا ہے کہ روح کا نکلنا اور داخل ہونا یہ نبی کریم ﷺ کے لیے باعث تشویش رہتا ہے تو اس کا جواب انہوں نے یہ دیا ہے کہ یہ برزخ کا معاملہ ہے جو کہ آنکھوں سے پردہ خفاء میں ہے۔ اسے دنیاوی موت و حیات پر قیاس کرنا درست نہیں' اس پر ایمان لانا ہی ہمارے لیے بہتر ہے۔ عقلی گھوڑے اس میدان میں درماندہ و عاجز آجاتے ہیں۔"

(ج ۳ ص ۵۱۲ از محمد عباس انجم گوندلوی)

ثُمَّ فِي الْمَتْنِ اِشْكَالٌ مِنْ حَيْثُ الْمَعْنٰى۔ بَلْ اِعْضَالٌ لِاَنَّ الرَّدَّ يَسْتَلْزِمُ خُرُوْجَ الرُّوْحِ وَالذَّهَابِ عَنِ الْجَسَدِ وَالرَّدُّ مُعَلَّقٌ بِسَلَامِ مُسَلِّمٍ عَلَيْهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

"پھر متن میں معنی کے اعتبار سے ایک اشکال ہے بلکہ بہت پیچیدگی ہے۔ وہ یہ ہے کہ روح کو لوٹانا روح کے نکلنے کا تقاضا کرتا ہے۔ روح کا جسم سے جدا ہونا اور لوٹانا یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام بھیجنے والے کے سلام کے ساتھ وابستہ ہے۔"

ابو داؤد رحمہ اللہ نے امام احمد رحمہ اللہ سے یہی حدیث ذکر کی ہے لیکن انہوں نے قبر مکرم کی زیارت کے لیے اس حدیث کے علاوہ کوئی دوسری حدیث ذکر نہیں کی۔ اور اسی حدیث پر عنوان قائم کیا ہے کہ "باب زيارة القبر"

بایں ہمہ اس حدیث کے مفہوم میں ائمہ حدیث کا اختلاف ہے۔ ائمہ اسلام کا اس پر اتفاق ہے کہ عرف عام میں جسے زیارت قبور کہا جاتا ہے' اس پر یہ حدیث منطبق نہیں ہوتی۔

اب سوچنے کی بات یہ ہے کہ کیا اس سے حجرہ مبارک کے باہر سے سلام پیش کرنا مقصود ہے؟

جن علماء نے اس حدیث کو محل موضوع بنایا ہے وہ اس حدیث کو دونوں صورتوں میں شامل کرتے ہیں اور یہ حدیث ان کی آخری دلیل ہے۔ اور یہ کہ آپ ﷺ قریب سے

← وَالْحَالُ اَنَّ الْمُسْلِمِيْنَ يُسَلِّمُوْنَ عَلَيْهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ جَمِيْعِ سَاعَاتِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ۔ فَمَتٰى يَخْرُجُ الرُّوْحُ وَمَتٰى يَرْجِعُ اَوْ يُرَدُّ؟ اَللّٰهُمَّ اِلَّا اَنْ يَكُوْنَ ضَبْطُ مَتْنِ هٰذِهِ الرِّوَايَةِ بِلَفْظِ اِلَّا رَدَّ اللّٰهُ اِلٰى رُوْحِيْ (اَيْ بِحَرْفِ الْجَارِ وَ مَجْرُوْرُهٗ قَوْلُهٗ رُوْحِيْ) فَلَا اِشْكَالَ اَصْلًا۔ وَاَمَّا الْقِرَاءَةُ بِاِلَيَّ بِالْيَاءِ الْمُشَدَّدَةِ الْمَجْرُوْرَةِ بِحَرْفِ اِلٰى فَلَا يَسْتَقِيْمُ الْمَعْنٰى وَلَا يَصْلُحُ انْتِسَابُهٗ اِلَى النَّبِيِّ الْمَعْصُوْمِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَشَانُهٗ اَجَلُّ مِنْ ذٰلِكَ۔ وَبَطَلَ تَعَلُّقُ الْمُخَالِفِيْنَ بِهٰذِهِ الرِّوَايَةِ۔ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔

"اور صورت حال یہ ہے کہ شب و روز میں کوئی ایسی گھڑی نہیں کوئی ایسا لمحہ نہیں جب کوئی نا کوئی مسلمان سلام نہ کہہ رہا ہو۔ اب بتائیں ایسی کیفیت میں کب روح نکلی؟ کب لوٹی؟ اور کب واپس آئی؟ تاہم یہ معنی ایک صورت میں ہوسکتا ہے کہ اس روایت کے الفاظ یوں ہوں اِلَّا رَدَّ اللّٰهُ اِلٰى رُوْحِيْ مگر اللہ تعالیٰ اسے لوٹاتے ہیں میری روح کی طرف یعنی الی حرف جر (زیر والے) کے ساتھ روح کو مجرور (زیر والا) لائے تو تب اشکال اور پیچیدگی ختم ہو جاتی ہے اور اگر اس کی قرات الی پڑھیں تو پھر معنی درست نہیں بیٹھتا۔ نیز سلام لوٹانے کی نسبت آپ ﷺ کی ذات گرامی کی جانب کرنا آپ ﷺ کی شان اس سے بالاتر ہے۔ نتیجتاً اس روایت سے جو مخالفین نے وابستگی کا اظہار کر کے جو دلیل لی ہے وہ باطل ہو جاتی ہے۔ واللہ اعلم۔ (انتہی)

سلام سن لیتے ہیں اور جو شخص دور ہو اس کا درود و سلام آپ ﷺ تک بذریعہ ملائکہ پہنچا دیا جاتا ہے۔ نسائی میں مروی حدیث اس کی تائید کرتی ہے جس میں رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

((اِنَّ لِلّٰہِ مَلَائِکَۃً سَیَّاحِیْنَ یُبَلِّغُوْنِیْ عَنْ اُمَّتِیَ السَّلَامَ))[1]

"اللہ کے کچھ فرشتے زمین میں گھومتے پھرتے رہتے ہیں' جو میری امت کا سلام مجھ تک پہنچاتے ہیں۔"

کتب سنن میں اوس بن اوسؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((اَکْثِرُوْا عَلَیَّ مِنَ الصَّلٰوۃِ یَوْمَ الْجُمُعَۃِ وَلَیْلَۃَ الْجُمُعَۃِ۔ فَاِنَّ صَلَاتَکُمْ مَعْرُوْضَۃٌ عَلَیَّ قَالُوْا: وَکَیْفَ تُعْرَضُ صَلَاتُنَا عَلَیْکَ وَقَدْ اَرِمْتَ؟ فَقَالَ: اِنَّ اللّٰہَ حَرَّمَ عَلَی الْاَرْضِ اَنْ تَاکُلَ لُحُوْمَ الْاَنْبِیَآءِ))[2]

"جمعہ کے دن اور جمعہ کی رات کو مجھ پر کثرت سے درود پڑھا کرو' کیونکہ تمہارا درود میرے سامنے پیش کیا جاتا ہے۔ صحابہؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ! ہمارا درود آپ کے سامنے کیسے پیش کیا جائے گا حالانکہ آپ مٹی ہو چکے ہوں گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ نے زمین پر حرام کر دیا ہے کہ وہ انبیاء علیہم السلام کے اجسام کو نگل سکے۔"

قبر مبارک پر سلام کہنے کا طریقہ

موطا مالک میں عبداللہ بن عمرؓ کا ایک اثر منقول ہے کہ وہ جب قبر مکرم کے پاس

[1] سنن نسائی۔ کتاب السھو : باب التسلیم علی النبی ﷺ (حدیث : ۱۲۸۳)

[2] سنن ابی داؤد۔ کتاب الصلاۃ : باب فضل یوم الجمعۃ ولیلۃ الجمعۃ (حدیث : ۱۰۴۷) سنن نسائی۔ کتاب الجمعۃ : باب اکثار الصلاۃ علی النبی ﷺ یوم الجمعۃ (حدیث : ۱۳۷۴) سنن ابن ماجہ۔ کتاب اقامۃ الصلوٰت : باب فی فضل یوم الجمعۃ (حدیث : ۱۰۸۵)

آتے تو یوں کہہ کر لوٹ جاتے:

((اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا اَبَا بَكْرٍ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا اَبَتِ))[1]

''اے اللہ کے رسول ﷺ آپ پر سلام ہو! اے ابوبکرؓ! آپ پر سلام ہو! اے ابا جان! آپ پر سلام ہو!''

ایک روایت میں یہ تصریح موجود ہے کہ ابن عمرؓ جب کسی سفر سے واپس آتے تو قبر مکرم کے پاس جا کر سلام عرض کرتے تھے۔

ابن عمرؓ کے اسی اثر پر اعتماد کرتے ہوئے امام مالک رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ انسان حجرہ مبارک کے قریب جا سکتا ہے۔ امام مالک کے نزدیک قبر مکرم کے پاس دیر تک کھڑے ہو کر دعاء اور درود و سلام پڑھتے رہنا مکروہ اور بدعت ہے۔ سلف امت میں سے کسی نے ایسا نہیں کیا۔ نیز امت کی اصلاح اسی طرح ممکن ہے جس طرح قرون اولیٰ کے مسلمانوں کی اصلاح ہوئی تھی۔

انبیاء کرام علیہم السلام اور صالحین امت کی قبروں کی طرف رخت سفر باندھنا امام مالک رحمہ اللہ کے دور تک اس عمل کا وجود نہ تھا۔ بلکہ صحابہؓ تابعین' اور تبع تابعین کے دور کے بعد اس بدعت کا رواج ہوا۔ کیونکہ ان تین ادوار کے متعلق رسول اللہ ﷺ کے تعریفی کلمات موجود ہیں۔ ان تین ادوار کے بعد اس بدعت' جھوٹ اور شرک کو پھلنے پھولنے کا موقع ملا۔

امام مالک رحمہ اللہ سے سوال ہوا کہ: ''ایک شخص نے نذر مانی کہ وہ قبر مکرم کے پاس جائے گا۔''

اس کے متعلق آپ کی کیا رائے ہے؟ امام موصوف نے جواب دیا کہ:

''اگر اس نے مسجد کا ارادہ کیا تھا تو اسے اپنی نذر پوری کرنی چاہئے اور مسجد میں

---

[1] موطا امام مالك (١/ ١٦٦) كتاب قصر الصلاة في السفر' نحو المعنى

جا کر نماز ادا کرے۔ اور اگر اس کا ارادہ فقط قبر مکرم کی زیارت کرنا تھا تو اسے اپنا ارادہ ترک کر دینا چاہئے۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

((''لَا تُعْمَلُ الْمَطِيُّ اِلَّا اِلٰى ثَلَاثَةِ مَسَاجِدَ))

''تین مساجد کے سوا کسی مسجد کے لیے سواریوں کو نہ چلایا جائے۔''

جو شخص انبیاء ﷩ اور صالحین کی قبروں کی زیارت کے لیے جاتا ہے تاکہ انہیں پکارے یا ان سے دعاء کا طالب ہو۔ یا یہ عقیدہ رکھے کہ ان کی قبر کے پاس دعاء جلدی قبول ہوتی ہے۔ تو اس قسم کے عقائد و اعمال امام مالک ﷫ کے دور میں معروف نہ تھے۔ حتی کہ قبر مکرم کے پاس بھی اس قسم کے اعمال کا وجود نہ تھا۔

قبر مکرم کے پاس دیر تک دعاء اور درود و سلام کے لیے کھڑے رہنا جب مکروہ اور بدعت ٹھہرا تو اس شخص کے بارے میں کیا کہا جائے گا جو نہ تو درود و سلام کہنے کا ارادہ رکھتا ہے نہ دعاء کے لیے ہاتھ اٹھاتا ہے بلکہ اس کے برعکس وہ رسول اللہ ﷺ سے دعاء کا طالب ہے۔ آپ سے مشکلات سے نجات کا خواہاں ہے۔ قبر مکرم کے نزدیک اپنی آواز کو بلند کر کے آپ ﷺ کو تکلیف پہنچاتا ہے۔ اللہ کے ساتھ شرک کر کے اپنے آپ پر ظلم کرتا ہے؟

زیارت نبوی کے متعلق چند معتبر روایات

ائمہ اربعہ اور ان کے علاوہ ائمہ اسلام نے ان روایات پر اعتماد نہیں کیا جو بعض لوگ بیان کرتے ہیں۔ ان میں سے چند ایک درج ذیل ہیں۔

آپ ﷺ نے فرمایا کہ:

((مَنْ زَارَنِي فِي مَمَاتِي فَكَأَنَّمَا زَارَنِي فِي حَيَاتِي))

''جس نے میری وفات کے بعد میری زیارت کی گویا اس نے میری زندگی میں میری زیارت کی۔''

دوسری روایت

((مَنْ زَارَنِيْ وَ زَارَ اَبِيْ[1] فِيْ عَامٍ وَاحِدٍ ضَمِنْتُ لَه عَلَى اللّٰهِ الْجَنَّةَ))

''جس نے میری اور میرے والد کی ایک ہی سال میں زیارت کی تو میں اس کے جنتی ہونے کی ضمانت دیتا ہوں۔''

یہ اور اسی قسم کی دوسری روایات ائمہ اسلام میں سے کسی نے ان کو روایت نہیں کیا۔ نہ ان پر اعتماد کیا' اور نہ ہی یہ روایات صحاح کے مصنفین نے اپنی کتابوں میں درج کیں۔ اور نہ ہی اہل سنن نے ان کو نقل کیا۔ صحاح اور سنن ایسی کتب ہیں کہ جن کی روایات پر اعتماد کیا جاسکتا ہے۔ یہ روایات ضعیف ہی نہیں بلکہ موضوع ہیں۔ جیسا کہ علماء رجال نے لکھا ہے۔

جس شخص نے رسول اللہ ﷺ کی حیات طیبہ میں آپ ﷺ کی زیارت کی اس کا شمار ان لوگوں میں ہوگا جنہوں نے آپ ﷺ کی طرف ہجرت کی۔ ان نفوس قدسیہ کے مقابلہ میں اگر کوئی شخص احد پہاڑ کے برابر بھی سونا خرچ کر دے تو ایسے شخص کا اجر صحابہ رضی اللہ عنہم کے ایک یا نصف مد ''جو'' کے برابر بھی نہیں ہوسکتا۔ اگر یہ شخص فرائض کی ادائیگی کرے تو بھی صحابہ کا مقابلہ نہیں کرسکتا۔ چہ جائیکہ نفلی عبادت! اس کے برعکس اس شخص کا کیا حال ہوگا جو ایسا عمل کرے جو قرب الٰہی کا ذریعہ بھی نہیں۔ یا ایسا عمل کرے جس سے رسول اللہ ﷺ نے منع فرمایا ہے۔

امام مالک رحمہ اللہ تو یہاں تک فرماتے ہیں کہ کسی شخص کو جائز نہیں کہ وہ یہ کہے کہ ''زُرْتُ قَبْرَ النَّبِيِّ ﷺ'' یہ اور اسی قسم کے دوسرے الفاظ کہنا مکروہ ہے۔ کیونکہ سنت خیر الوریٰ میں اس قسم کے الفاظ نہیں ملتے۔ اس کی تعلیل میں بہت سی وجوہ نقل کی گئی ہیں۔

زیارت قبور میں عام احادیث کی روشنی میں بعض لوگوں نے یہ لفظ کہنے کی اجازت دی ہے جو صحیح نہیں ہے۔

---

[1] یعنی ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام

بدعات سے بچنے کا سنہری اصول عمل صحابہؓ کی اتباع

امام مالک ﷫ ہر اس عمل کو مستحب سمجھتے ہیں جسے تمام علمائے امت نے مستحب کہا ہے۔ جیسے اس غرض سے مدینہ منورہ کا سفر کرنا کہ وہاں مسجد نبوی میں نماز ادا کی جائے گی۔ اور پھر آپ ﷺ اور آپ کے دونوں ساتھیوں (ابوبکرؓ و عمرؓ) پر سلام کہا جائے گا۔ جیسے عبداللہ بن عمرؓ کیا کرتے تھے۔

زیر بحث مسئلہ میں امام مالک ﷫ کو دوسرے ائمہ سے زیادہ معلومات تھیں۔ کیونکہ انہوں نے تابعین کے عمل کو دیکھا جنہوں نے براہ راست صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے فیض حاصل کیا تھا۔ اسی بنا پر امام مالک ﷫ سلف امت کی اتباع کو مستحب سمجھتے تھے۔ امام موصوف قبر مکرم کے پاس بدعت کو بہت برا سمجھتے تھے۔ اسی بناء پر قبر مکرم کے پاس دیر تک کھڑے ہو کر دعاء و سلام کہنا مکروہ سمجھتے تھے۔ کیونکہ یہ عمل صحابہ میں نہ تھا۔

مدینہ منورہ میں رہائش پذیر انسان جب مسجد نبوی میں آئے اور پھر قبر مکرم کے پاس بھی جائے تو اسے بھی امام مالک ﷫ مکروہ سمجھتے تھے۔ کیونکہ یہ عمل سلف امت میں نہیں پایا جاتا۔ امام مالک ﷫ کا یہ جملہ حقیقت میں سنہری حروف سے لکھنے کے قابل ہے کہ:

((لَنْ يُّصْلِحَ اٰخِرُ هٰذِهِ الْاُمَّةِ اِلَّا مَا اَصْلَحَ اَوَّلَهَا))

''اس امت کی اصلاح اسی طرح ہوگی جس طرح قرون اولی کے مسلمانوں کی اصلاح ہوئی تھی۔''

صحابہ کرامؓ مسجد نبوی میں ابوبکر عمر فاروق عثمان غنی اور علی ﷡ کی امامت میں نمازیں ادا کرتے رہے اور اپنی نمازوں میں کہتے رہے:

((اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ))

''اے نبی ﷺ آپ پر سلام ہو۔ اور اللہ کی رحمتیں اور اس کی برکتیں نازل ہوں۔''

جیسا کہ وہ آپ کی زندگی میں آپ ﷺ کے پیچھے نماز ادا کرتے وقت کہا کرتے

تھے۔

صحابہ کرامؓ نماز سے فارغ ہو کر ذکر و اذکار میں مصرف رہتے یا اپنے کاروبار کے لیے نکل جاتے تھے۔ نماز کے بعد قبر مکرم کے پاس درود و سلام کے لیے ہرگز نہ آتے۔ کیونکہ انہیں علم تھا کہ وہ درود و سلام جو نماز کے اندر پڑھا گیا ہے وہ مکمل بھی ہے اور افضل بھی۔ اور یہی مسنون ہے درود و سلام کے لیے حجرہ مبارک میں داخل ہو کر قبر مکرم کے پاس جانا مشروع نہیں۔

رسول اللہؐ کی وصیت

آپ نے اس سے بایں الفاظ منع فرمایا:

((لَا تَتَّخِذُوا قَبْرِيْ عِيْدًا وَ صَلُّوا عَلَيَّ حَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَإِنَّ صَلَاتَكُمْ تَبْلُغُنِيْ))[1]

''میری قبر کو میلہ گاہ نہ بنا لینا اور تم جہاں بھی ہو مجھ پر درود پڑھ لینا۔ کیونکہ تمہارا درود مجھ تک پہنچا دیا جائے گا۔''

اس ارشاد گرامی میں رسول اللہ ﷺ نے اس امر کی وضاحت فرمائی کہ مجھ پر درود و سلام دور سے پہنچایا جاتا ہے۔

بعض احادیث میں مروی ہے کہ جو شخص آپؐ پر ایک دفعہ درود و سلام پڑھتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر دس دفعہ رحمت بھیجتا ہے۔[2]

حجرہ مبارک کو درود و سلام کے لیے مخصوص کر لینے کا مطلب یہ ہے کہ اسے عید بنا لیا جائے جس سے آپ ﷺ نے سختی سے منع فرمایا ہے۔ قبر مکرم یا کسی بھی دوسری قبر کو عبادت گاہ بنانے سے روکا ہی نہیں بلکہ اس پر لعنت فرمائی ہے تاکہ آپ کی امت اس لعنت میں گرفتار نہ ہو جائے جس میں پہلی امتیں گرفتار ہو چکی ہیں۔

---

[1] سنن ابی داؤد۔ کتاب المناسک : باب زیارۃ القبور (حدیث : ۲۰۴۲)

[2] صحیح مسلم۔ کتاب الصلاۃ : باب الصلاۃ علی النبی ﷺ بعد التشہد (حدیث : ۴۱۸)

صحابہ رضی اللہ عنہم کا دور بہترین دور تھا' یہ نفوس قدسیہ سنت خیر الوریٰ سے کما حقہ آگاہ اور آپ کی تعلیمات کے متبع تھے۔ جب وہ مسجد نبوی میں تشریف لاتے تو ان میں سے ایک شخص بھی ایسا نہ تھا جو قبر مکرم کے نزدیک جاتا۔ نہ حجرہ کے اندر نہ باہر۔

صحابہ رضی اللہ عنہم کے دور' اور جب تک ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بقید حیات رہیں اور آپ کی وفات کے کافی عرصہ بعد جب تک کہ دوسری دیوار نہیں چنی گئی تھی حجرہ مبارک میں داخلے کے لیے دروازہ تھا۔ بایں ہمہ صحابہ کرام قبر مکرم کے پاس جانے کی کوشش نہ کرتے' نہ درود وسلام کے لئے' نہ اپنے لیے دعاء کی خاطر' نہ کسی سوال کی خاطر' اور نہ ہی ابلیس کو موقع ملا کہ وہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے دلوں میں کوئی غلط وسوسہ ڈال سکے' مثلاً کسی نے قبر مکرم کے پاس کوئی کلام سنا ہے جس سے یہ خدشہ پیدا ہو کہ یہ کلام نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا تھا۔ یا یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام کا جواب دیا ہے۔ جیسا کہ عام قبروں کے پاس شیطان کو یہ موقع مل گیا۔ جس سے بہت سے لوگ گمراہ بھی ہوگئے۔ کیونکہ جب وہ کسی قبر کے پاس گئے تو انہوں نے کسی غیبی آواز کو سنا جس سے وہ یہ سمجھے کہ صاحب قبر ان سے ہمکلام ہے۔ جو انہیں کوئی فتویٰ دے رہا یا کسی چیز سے منع کر رہا ہے۔

فوت شدہ کی صورت میں اس قسم کا وسوسہ بھی ڈالا کہ وہ قبر سے نکل کر ملاقات کرے گا جس سے یہ لوگ خیال کریں گے کہ میت نے بذات خود قبر سے نکل کر ان سے گفتگو کی ہے جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے معراج کی رات بہت سے فوت شدگان کو دیکھا اور ان سے گفتگو کی۔

صحابہؓ کا مقام اور ان کے طبقات

صحابہ کرامؓ کا دور خیر القرون کہلاتا ہے یہی لوگ خیر امتہ کا صحیح مصداق ہیں۔ صحابہؓ ہی نے بلا واسطہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دین اخذ کیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقاصد کو سمجھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اعمال و افعال سے اس کا معائنہ کیا اور آپ کی زبان مبارک سے امت کی شفاء کا نسخہ سنا۔ یہ مقام دوسرے افراد کو حاصل نہ ہوا۔ اور پھر صحابہ کرامؓ ایک دوسرے سے

مستفید ہوتے رہے اور یہی وہ جوہر نایاب تھا جس کی بنا پر انہوں نے پوری دنیا سے ٹکر لی۔ اور پھر تمام ادیان اور ان کے ماننے والوں کو لاتعلق چھوڑا ہی نہیں بلکہ ان سے اپنی جان اور مال سے جہاد بھی کیا۔ یہی وجہ تھی کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

((لَا تَسُبُّوا اَصْحَابِیْ فَوَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ لَوْ اَنْفَقَ اَحَدُکُمْ مِّثْلَ اُحُدٍ ذَھَبًا مَا بَلَغَ مُدَّ اَحَدِھِمْ وَلَا نَصِیْفَہٗ))[1]

"میرے صحابہؓ کو گالی نہ دینا۔ مجھے اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے' اگر تم میں سے کوئی احد پہاڑ کے برابر سونا خرچ کر دے تو ان کے ایک یا نصف مد کے برابر بھی نہیں ہوسکتا۔"

یہ ارشاد گرامی آپ ﷺ نے خالد بن ولیدؓ کو اس وقت فرمایا تھا' جب عبدالرحمٰن بن عوفؓ سے ان کا اختلاف ہوگیا تھا۔ کیونکہ عبدالرحمٰن بن عوفؓ کا شمار سابقین الاولین میں ہوتا ہے اور یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے صلح حدیبیہ سے پہلے جہاد کیا اور اپنے قیمتی سرمایہ کو بھی اللہ کے دین کی سربلندی کے لیے وقف کر دیا تھا۔

البتہ خالد بن ولیدؓ عمرو بن عاصؓ عثمان بن طلحہؓ حدیبیہ کے بعد اور فتح مکہ سے پہلے مدت معاہدہ میں مسلمان ہوگئے تھے۔ ان کا شمار سابقون الاولون میں نہیں ہوتا۔

اور جو لوگ فتح مکہ والے سال مسلمان ہوئے انہیں مہاجرین نہیں کہا جاتا۔ کیونکہ فتح مکہ کے بعد ہجرت نہیں ہے۔ ان کا نام آپ ﷺ نے طلقاء رکھا تھا اس لیے کہ آپ ﷺ نے پورے تسلط اور کنٹرول کے بعد ان کو آزاد کیا تھا۔

السابقون الاولون صحابہ کرامؓ

کچھ صحابہ ایسے ہیں جنہوں نے بیعت رضوان میں شمولیت کا شرف حاصل کیا اور کچھ حبشہ کی طرف ہجرت کر کے چلے گئے۔ ان ہی دو قسم کے صحابہ ؓ کو اَلسَّابِقُوْنَ

[1] صحیح بخاری۔ کتاب فضائل اصحاب النبی ﷺ : باب (حدیث : ۳۶۷۳) صحیح مسلم۔ کتاب فضائل الصحابۃ : باب تحریم سب الصحابۃ ؓ (حدیث : ۲۵۴۰، ۲۵۴۱)

الْاَوَّلُوْنَ کا خطاب ملا۔ وہ خواہ مہاجر ہوں یا انصار۔ صحیحین میں جابر بن عبداللہؓ سے مروی حدیث کے مطابق صلح حدیبیہ کے روز رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا:

((اَنْتُمْ خَیْرُ اَھْلِ الْاَرْضِ))

''خطہ ارض پر تم سب سے بہتر ہو۔ اس روز ہماری تعداد چودہ سو تھی۔''[1]

ان ہی خصوصیات کی وجہ سے ابلیس کو موقع نہ ملا کہ وہ ان کو گمراہ کر سکے۔ اور ان میں سے کسی کو یہ جرأت نہ ہوئی کہ وہ رسول اللہ ﷺ پر جھوٹ باندھ سکے۔ بتقاضائے بشریت ان سے ایسے اعمال بھی سرزد ہوئے جن پر نکیر ہو سکتی ہے بایں ہمہ ان میں سے ایک شخص بھی ایسا نہ تھا جس میں کوئی بدعت پائی جائے۔ خارجی' رافضی' قدریہ' مرجبہ اور جہمیہ وغیرہ یہ سب فرقے بعد کی پیداوار ہیں جن پر شیطان کا داؤ چل گیا۔

صحابہ کرام کے سامنے شیطان بے بس رہا

ان سابقون الاولون میں ایک شخص بھی ایسا نہیں ملتا جس کے سامنے بشری صورت آ کر شیطان نے یہ کہا ہو کہ میں خضر علیہ السلام' ابراہیم علیہ السلام' موسیٰ علیہ السلام' عیسیٰ علیہ السلام' یا مسیح علیہ السلام ہوں۔ اور نہ ہی کسی قبر کے پاس آ کر اس قسم کی کلام کی جس سے یہ خیال پیدا ہو کہ یہ صاحب قبر ہے جو مجھ سے ہم کلام ہے۔

ہاں بعد میں آنے والوں پر شیطان کا بھرپور داؤ چلا۔ خصوصاً نصاریٰ پر جب کہ انہوں نے بزعم خود عیسیٰ علیہ السلام کو سولی پر لٹکا دیا۔ ابلیس نے آ کر کہا کہ دیکھو! یہ ہیں کیلوں کے نشان۔ میں وہی مسیح ہوں۔ مجھے شیطان نہ سمجھنا کیونکہ شیطان کا جسم نہیں ہے وغیرہ وغیرہ۔

اسی قسم کی باتوں پر اعتماد کرتے ہوئے نصاریٰ نے بغیر مشاہدہ کہا کہ وہ سولی پر لٹکا دیئے گئے ہیں۔ ان میں سے ایک شخص نے بھی بچشم خود مسیح کو سولی پر لٹکے ہوئے نہیں

[1] صحیح بخاری۔ کتاب المغازی : باب غزوۃ الحدیبیۃ (حدیث : ۴۱۵۴) صحیح مسلم۔ کتاب الامارۃ : باب استحباب مبایعۃ الامام الجیش ...... (حدیث : ۱۸۵۶)

دیکھا۔ البتہ یہودیوں میں سے چند ایک نے کسی کو سولی پر چڑھایا اور مشہور کر دیا کہ مسیحؑ ہی مصلوب ہیں۔ اگرچہ یہود اپنے اس منصوبے میں بری طرح ناکام رہے لیکن ان کے اس ارادہ بد کی وجہ سے ان کو مجرم قرار دیتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ وَبِكُفْرِهِمْ وَقَوْلِهِمْ عَلَىٰ مَرْيَمَ بُهْتَانًا عَظِيمًا ۝ وَقَوْلِهِمْ إِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيحَ عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ رَسُولَ اللَّهِ وَمَا قَتَلُوهُ وَمَا صَلَبُوهُ وَلَٰكِن شُبِّهَ لَهُمْ ۚ وَإِنَّ الَّذِينَ اخْتَلَفُوا فِيهِ لَفِي شَكٍّ مِّنْهُ ۚ مَا لَهُم بِهِ مِنْ عِلْمٍ إِلَّا ۝ ﴾ (النساء: ۴/ ۱۵۶ تا ۱۵۸)

''اپنے کفر میں یہ اتنے بڑھے کہ مریم علیہا السلام پر سخت بہتان لگایا اور خود کہا کہ ہم نے مسیح عیسیٰ بن مریم رسول اللہ کو قتل کر دیا ہے۔ حالانکہ فی الواقع انہوں نے اس کو قتل کیا نہ صلیب پر چڑھایا' بلکہ معاملہ ان کے لیے مشتبہ کر دیا گیا۔ اور جن لوگوں نے اس کے بارے میں اختلاف کیا ہے وہ بھی دراصل شک میں مبتلا ہیں۔ ان کے پاس اس معاملہ میں کوئی علم نہیں ہے محض گمان ہی کی پیروی ہے۔ انہوں نے مسیحؑ کو یقیناً قتل نہیں کیا بلکہ اللہ نے اس کو اپنی طرف اٹھالیا۔''

عیسیٰؑ کے بارے میں تفصیلات کا یہ موقع نہیں اس پر کسی دوسری جگہ مکمل بحث ہوگی۔ ان شاء اللہ۔[1]

خلاصہ یہ کہ صحابہ کرامؓ پر شیطان کا داؤ نہ چل سکا کہ انہیں راہ راست سے ہٹا سکے۔ البتہ اہل بدعت کو گمراہ کرنے کے لیے اسے موقع مل گیا جنہوں نے قرآن کریم کی ایسی تاویلات کیں جو صحیح نہ تھیں یا وہ سنت سے بے بہرہ تھے' یا ایسی ایسی باتیں سنیں اور دیکھیں جو مافوق العقل تھیں تو انہوں نے ان کو انبیاء و صالحین کی کرامات خیال کیا حالانکہ ان باتوں کی شیطانی شعبدہ بازی سے زیادہ وقعت نہ تھی کہ اس نے جیسے نصاریٰ کو گمراہ کیا گیا۔

---

[1] دیکھئے امام موصوف کی کتاب ''الجواب الصحیح لمن بدل دین المسیح''

نصاریٰ اور اہل بدعت محکم آیات کو چھوڑ کر متشابہ آیات کی ٹوہ میں لگ گئے۔
متشابہات عقلی اور حسی دلائل کو سامنے رکھ کر ان پر عمل کرتے ہوئے ایسے ایسے امور سنتے اور دیکھتے جنہیں رحمانی خیال کرتے۔ حالانکہ وہ شیطانی دھوکہ ہوتے جن کی کوئی اصل نہ تھی اور ایسے بین اور واضح حق کر چھوڑ دیتے جس میں کسی قسم کا الجھاؤ نہ تھا۔

ابلیس انسانی شکل میں غیر اللہ سے استغاثہ کرانے میں بھی کامیاب نہ ہوسکا اور نہ ہی اپنی آواز کو صحابی کی آواز سے مشابہ کرسکا کہ یہ لوگ دھوکہ کھا جائیں۔ کیونکہ ان لوگوں کو علم تھا کہ یہ شرک ہے۔

شیطان یہ دھوکہ دینے میں بھی کامیاب نہ ہوسکا کہ وہ کسی صحابی کے دل میں یہ وسوسہ ڈال سکے کہ وہ کسی دوسرے صحابی سے کہے کہ اگر تمہیں کسی قسم کی حاجت ہو تو میری قبر پر آ کر مجھ سے فریاد کرنا۔ جیسا کہ بعد میں آنے والوں کو اس قسم کے وسوسے ڈالنے میں کامیاب ہوگیا۔

یہ وسوسہ بھی نہ ڈال سکا کہ وہ کسی سے یہ کہے کہ میں رجال غیب میں سے ہوں یا میں ان چار، سات اور چالیس اوتاد میں سے ایک ہوں، یا تم ان میں سے ہو۔ کیونکہ صحابہ رضی اللہ عنہم کو علم تھا کہ یہ سراسر دجل وفریب اور جھوٹ ہے جس کی کوئی حقیقت نہیں۔

یہ افتراء باندھنے میں بھی کامیاب نہ ہوسکا کہ وہ کسی سے یہ کہے کہ میں رسول اللہ ﷺ ہوں۔ یا کم از کم قبر مکرم کے پاس ہی جا کر کسی سے کلام کر سکے۔ جیسا کہ بعد میں آنے والے لوگوں کے ساتھ ہوا۔ خصوصاً مشرکین اور اہل کتاب گمراہ ہوئے اور اب بھی ہو رہے ہیں۔ بعض اوقات یہ لوگ دیکھتے ہیں کہ کوئی شخص اسی بزرگ کی صورت میں نمودار ہوا ہے جو مدفون ہے جس کی عظمت وتوقیر ہو رہی ہے۔

قبر پرستوں اور نصاری کو شیطان خوب جھلکیاں دکھاتا ہے

کبھی کبھی نصاریٰ کو بھی یہ شبہ ہوتا ہے کہ یہ ان کا وہی نبی یا حواری ہے جس کی وہ تعظیم وتوقیر کرتے ہیں۔

❀ بعض اوقات اہل قبلہ میں سے گمراہ اور بدعتی لوگ اچانک دیکھتے ہیں کہ ان کے سامنے نبی یا کوئی ولی کھڑا گفتگو کر رہا ہے۔ اور یہ سوالات پوچھ رہے ہیں یا احادیث کے بارے میں گفتگو ہے اور وہ ان کو جواب دے رہا ہے۔

❀ بعض لوگ ایسے بھی ہیں جن کو یہ وہم ہوتا ہے کہ حجرہ مبارک اچانک پھٹ گیا اور اس میں سے رسول اللہ ﷺ اور آپ کے دونوں ساتھی نکلے اور ان سے معانقہ کیا۔

❀ بعض کو یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ اس نے دور دراز سے بلند آواز سے سلام کہا اور اس کی آواز رسول اللہ ﷺ تک پہنچ گئی۔

یہ اور اسی قسم کی دوسری بے شمار خرافات میں عوام کی اکثریت گرفتار ہے۔ اس سلسلے میں مجھے بعض لوگوں نے چشم دید واقعات بھی بیان کیے۔ بعض اوقات اس قسم کی خرافات سچے اور صحیح العقیدہ لوگوں کو بھی پیش آئیں جن کے ذکر کی یہاں گنجائش نہیں۔

مندرجہ بالا توہمات اکثر لوگوں میں اسی طرح پائے جاتے ہیں۔ ان میں اکثریت ایسے لوگوں کی ہے جو جھوٹ بولتے ہیں' کچھ افراد سچ بھی کہتے ہیں تو انہیں یہ وہم ہوتا ہے کہ اس کے تقویٰ اور دینداری کی وجہ سے یہ کرامت ظاہر ہوتی ہے' حالانکہ یہ شیطانی وسوسہ تھا' جو اس کے علم و حکمت کی دولت سے کورا ہونے کی وجہ سے پیدا ہوا تھا' جسے معمولی علم ہو اسے شیطان ایسے ایسے اعمال بتاتا ہے جو کھلم کھلا شریعت سے متصادم ہوتے ہیں۔ اور جسے شریعت کا علم ہو اسے ایسے اعمال بتاتا ہے جو بظاہر شریعت کے مخالف تو نہیں ہوتے لیکن ان میں دینی فائدہ بھی کچھ نہیں ہوتا۔ خصوصاً ایسے شخص کو اس کی معلومات کے مطابق گمراہ کرتا ہے۔ انسان یہ سمجھتا ہے کہ اسے کچھ نہ کچھ فائدہ ضرور ہوا۔ لیکن اس فائدہ سے اس کے دین کا نقصان زیادہ ہوتا ہے۔

لہٰذا شیطان نے کبھی بھی کسی صحابی سے یہ نہیں کہا کہ اس کے پاس خضر' موسیٰ عیسیٰ میں سے کوئی آیا تھا اور نہ ہی یہ کہا کہ اس کو رسول اللہ ﷺ نے جواب دیا ہے۔

عبداللہ بن عمرؓ کا معمول تھا کہ وہ جب بھی کسی سفر سے واپس مدینہ طیبہ پہنچے تو قبر مکرم کے پاس آ کر رسول اللہ ﷺ کو سلام کہتے[1] لیکن انہوں نے کبھی بھی یہ نہیں کہا کہ مجھے آپ ﷺ نے سلام کا جواب دیا ہے۔ تابعین و تبع تابعین کا بھی یہی حال تھا البتہ بعض متاخرین میں بدعات وخرافات رواج پا گئی تھیں۔

صحابہ کرام کے مقابلہ میں ابلیس بے بس رہا

صحابہ کرامؓ اور خصوصاً خلفاء اربعہ کے درمیان بعض مسائل میں اختلاف رائے بھی ہوا لیکن کسی ایک صحابی سے ثابت نہیں کہ اس نے قبر مکرم کے پاس جا کر رسول اللہ ﷺ سے اس کا حل دریافت کیا ہو۔ حتیٰ کہ آپ ﷺ کی لخت جگر فاطمہؓ کے دل میں بھی شیطان یہ وسوسہ نہ ڈال سکا کہ وہ قبر مکرم کے پاس جا کر اپنے بارے میں یہ سوال کرے کہ آیا اسے ورثہ ملے گا یا نہیں؟

صحابہؓ کے دل میں یہ خیال بھی پیدا نہ کر سکا کہ وہ قحط سالی کے دوران رسول اللہ ﷺ سے بارش کی دعاء کرائیں یا امداد طلب کریں یا استغفار کریں' جیسا کہ آپ ﷺ کی زندگی میں امداد اوز بارش کی دعاء کرایا کرتے تھے۔ آپ کی وفات سے لے کر قرون ثلاثہ کے اختتام تک اس قسم کے وساوس اور توہمات کا بالکل وجود نہ تھا۔ یہ گمراہی اس وقت ظہور پذیر ہوئی جب کتاب وسنت اور توحید خالص کا علم لوگوں کے دلوں میں کمزور پڑ گیا۔ شیطان مسلمانوں کو گمراہ کرنے میں اسی طرح کامیاب ہوا جس طرح اس نے نصاریٰ کو گمراہ کیا تھا' جب نصاریٰ نے سیدنا مسیحؑ اور ان سے پہلے انبیاء کی تعلیمات کو فراموش کر دیا۔

شیطان صحابہ کرام میں سے کسی میں یہ وسوسہ بھی پیدا نہ کر سکا کہ وہ ان میں سے کسی کو ہوا میں اڑا کر لے گیا ہو۔ اور نہ ہی یہ کہ اس نے طویل مسافت چند لمحوں میں طے کرا دی ہو۔ جیسا کہ متاخرین کے ساتھ کئی دفعہ ایسا ہو چکا ہے۔

---

[1] مصنف عبدالرزاق (۳/ ۵۷۶) مصنف ابن ابی شیبۃ (۱/ ۱۵۱)

صحابہؓ یہ سمجھتے تھے کہ حج، عمرہ اور جہاد کے لیے ہم جو دور دراز کا سفر کرتے ہیں تو ہر قدم پر ثواب ملتا ہے جتنی مسافت زیادہ ہوگی اس قدر اجر وثواب بھی زیادہ ہوگا۔ جیسے کوئی شخص اپنے گھر سے نماز کے لیے مسجد کی طرف چلتا ہے تو ہر قدم پر ایک درجہ بلند اور دوسرے پر گناہ معاف ہوتا ہے۔ پس شیطان کے لیے یہ ممکن نہ رہا کہ وہ صحابہ رضی اللہ عنہم کو اس اجر سے بایں طور پر محروم کر سکے، کہ انہیں ہوا میں اڑا کر لے جائے یا اتنی تیزی سے لے چلے کہ سینکڑوں میل کی مسافت چند لمحوں میں طے کرا دے۔

صحابہ کرامؓ کو معلوم تھا کہ رسول اللہ ﷺ کو اس لیے معراج کرائی گئی کہ اللہ تعالیٰ اپنے بڑے بڑے نشانات دکھلائے، واقعہ معراج آپ کا خاصہ تھا۔ آپ سے پہلے اور بعد اس قسم کی معراج کسی کو نصیب نہیں ہوئی۔ بعض اوقات شیطان شعبدہ بازی دکھلاتا ہے جس سے جاہل انسان کو محسوس ہوتا ہے کہ وہ انتہائی بلندیوں پر جا پہنچا ہے۔

رہا بڑے سے بڑے دریا کو بغیر کشتی عبور کر جانا جیسے زمین پر چل رہا ہو۔ تو اس قسم کی ضروریات بعض اوقات مومنین کو بھی پیش آئیں۔ اس لیے کہ اگر وہ اس دریا کو عبور نہ کرتے تو دشمن سے مقابلہ اور جہاد کی فضیلت حاصل نہ ہوتی۔ لہٰذا ایسے اہم موقع پر رب کریم نے صحابہ اور تابعین کی عزت وتکریم کی خاطر ان مشکلات سے بھی عہدہ برآ ہونے کا شرف بخشا۔ جیسے العلاء بن الحضرمی، ابو مسلم خولانی اور ان کے ساتھی وغیرہ۔

مطلب یہ ہے کہ صحابہؓ کا دور خیرون القرون تھا اور وہ انبیاء علیہم السلام کے بعد امت میں افضل ترین افراد تھے۔ ان کے بعد آنے والے بعض افراد سے بھی اس قسم کی کرامات کا ظہور ہوا، اس سے یہ گمان کرنا کہ یہ فضیلت صرف متاخرین کو حاصل ہے پہلے لوگ اس سے خالی تھے۔ سراسر شیطانی دھوکہ ہے جو کرامت کی نقیض ہے فضیلت نہیں۔ خواہ اس کا تعلق روز مرہ کے امور زندگی سے ہو یا عبادات سے۔ خرق عادت سے تعلق ہو یا ملکی سیاست سے، بہترین لوگ وہ تھے جو صحابہ رضی اللہ عنہم کے متبع تھے، عبداللہ بن مسعودؓ کا مشہور قول ہے:

((مَنْ كَانَ مِنْكُمْ مُسْتَنًّا فَلْيَسْتَنَّ بِمَنْ قَدْ مَاتَ فَإِنَّ الْحَيَّ لَا يُؤْمَنُ عَلَيْهِ الْفِتْنَةُ أُولَئِكَ أَصْحَابُ مُحَمَّدٍ ﷺ أَبَرُّ هَذِهِ الْأُمَّةِ قُلُوبًا وَ أَعْمَقُهَا عِلْمًا وَأَقَلُّهَا تَكَلُّفًا۔ قَوْمٌ اخْتَارَهُمُ اللّٰهُ لِصُحْبَةِ نَبِيِّهِ، وَإِقَامَةِ دِينِهِ، فَاعْرِفُوا لَهُمْ حَقَّهُمْ، وَتَمَسَّكُوا بِهَدْيِهِمْ۔ فَإِنَّهُمْ كَانُوا عَلَى الْهُدَى الْمُسْتَقِيمِ))[1]

''تمہیں اپنے گزرے ہوئے سلف کا طریق زندگی اختیار کرنا چاہیے۔ کیونکہ زندہ شخص فتنہ سے بے خوف نہیں ہوسکتا۔ یہ تھے رسول اکرم ﷺ کے صحابہ ؓ ان کے دل ساری امت سے پاکیزہ۔ ان کا علم بہت ہی گہرا' اور ان میں تکلف نہ تھا' یہ ایسے افراد تھے جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کی صحبت اور اقامت دین کے لیے چن لیا تھا۔ ان کے حقوق کو پہچانو' ان کے نقش قدم پر چلو' کیونکہ یہ ہدایت اور صراط مستقیم پر تھے۔''

خلاصہ کلام یہ کہ صحابہ کرام ؓ نے قبور سے متعلق تمام بدعات کو ترک کر دیا تھا' جو عام قبور پر کی جاتی ہیں۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے ان سے منع فرما دیا تھا تاکہ آپ ﷺ کی امت اہل کتاب کے ساتھ مشابہت اختیار نہ کر لے۔ کیونکہ انہوں نے اپنے انبیاء علیہم السلام کی قبروں کو وثن اور بت بنا لیا تھا۔

قبر مبارک پر سلام کہنے والے کو جواب ملتا ہے

بعض صحابہ جیسے عبداللہ بن عمرؓ جب کسی سفر سے واپس مدینہ منورہ پہنچتے تو آپ ﷺ پر سلام کہتے۔ صحابہ ؓ کا معمول تو یہ بھی تھا کہ رسول اللہ ﷺ کی حیات طیبہ میں آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتے تو سلام عرض کرتے اور پھر مسجد سے نکل جاتے' ہر نماز کے وقت ایسا نہ کرتے۔ آپؐ کی عادت مبارکہ تھی کہ جو شخص سلام کہتا آپ اس کا

---

[1] ابن عبدالبر فی جامع بیان العلم (۲/ ۹۷) والهروی (ق ۸۶/ ۱) و رواه ابو نعیم فی الحلیة (۱/ ۳۰۵) عن ابن عمر ؓ۔

جواب دیتے۔ اور اب بھی جو شخص قبر مکرم کے قریب جا کر سلام عرض کرتا ہے آپ اس کا جواب دیتے ہیں۔

صحابہ کرامؓ جب ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوتے تو رسول اللہ ﷺ پر اسی طرح سلام عرض کرتے جس طرح آپ ﷺ کی زندگی میں کہا کرتے تھے۔ صحابہؓ ان الفاظ میں سلام عرض کیا کرتے تھے:

((اَلسَّلَامُ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ))

"رسول اللہ ﷺ پر سلام ہو۔ اور اللہ کی رحمتیں اور اس کی برکتیں نازل ہوں۔"

ہر مؤمن کو قبر پر سلام کہنے سے جواب ملتا ہے

تمام مومنوں کی قبروں پر جا کر سلام کہنا تو عام ہے۔ البتہ جو شخص ایسے انسان کی قبر کے پاس آتا ہے جسے وہ زندگی میں جانتا تھا اور اس کو سلام کہتا ہے تو اللہ تعالیٰ مرنے والے کی روح کو اس کے جسم میں لوٹا دیتا ہے، جس سے وہ سلام کہنے والے کو جواب دیتا ہے۔[1]

پس ثابت ہوا کہ جب مؤمن کی قبر پر سلام کہنے سے اس کی روح واپس لوٹ آتی ہے اور وہ جواب دیتا ہے تو امام الانبیاء اور افضل الخلق بالاولیٰ جواب دیتے ہیں۔

[1] اخرجه بن عبدالبر فی التمهید والاستذکار (۱/ ۱۸۵) کما فی شرح الصدور للسیوطی (ص: ۲۰۲) و قال الحافظ ابن رجب: خرجه ابن عبدالبر و قال عبدالحق الإشبیلی اسناده صحیح۔ یشیر الی ان رواته کلهم ثقات وهو کذالك الاانه غریب بل منکر (اهوال القبور: ص: ۱۴۱) و انظر ایضاً تاریخ دمشق لابن عساکر (۳/ ۲۸۹، ۱۰/ ۲۴۹) و میزان الاعتدال للذهبی (۲/ ۵۶۵) یہ روایت ضعیف ہے اس کی سند میں عبدالرحمٰن بن زید متروک راوی ہے اور یہ اپنے باپ سے موضوع روایات بیان کرتا ہے جیسا کہ امام حاکم نے المدخل ص ۱۰۴ میں ذکر کیا ہے۔ اور علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے سلسلة الاحادیث الضعیفة والموضوعة رقم ۴۴۹۳ میں ذکر کیا ہے۔ عبدالحق اشبیلی کا اس کی سند کو صحیح قرار دینا صحیح نہیں ہے۔ حافظ ابن رجب حنبلی نے اس بات کا رد کیا ہے اور اسے منکر قرار دیا ہے۔ (مبشر احمد ربانی)

رسول اللہ پر صلوۃ وسلام کہنے پر اللہ کی طرف سے دس جوابی رحمتیں

جب کوئی مسلمان نماز کے اندر سلام کہتا ہے تو اگرچہ اس کا جواب نہیں دیا جاتا' تاہم اللہ تعالیٰ ایسے شخص پر دس مرتبہ رحمت بھیجتا ہے۔ جیسے رحمت عالم ﷺ کا ارشاد ہے:

((مَنْ سَلَّمَ عَلَیَّ مَرَّةً سَلَّمَ اللّٰهُ عَلَیْهِ عَشْرًا))[1]

''جو شخص مجھ پر ایک بار سلام کہتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر دس مرتبہ رحمت بھیجتا ہے۔''

سلام کہنے کا اجر جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملتا ہے وہ میت کے جواب سے ہزارہا درجہ افضل واعلیٰ ہے۔ کیونکہ جو شخص رسول اللہ ﷺ پر ایک بار درود وسلام پڑھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس پر دس مرتبہ رحمت بھیجتا ہے۔

قبر مبارک پر سلام کہہ کر فوراً واپس ہٹ آنا چاہیے

سیدنا عبداللہ بن عمرؓ کا معمول تھا کہ وہ سلام عرض کرنے کے بعد فوراً واپس چلے جاتے تھے۔ ابن عمرؓ کے اسی عمل کو سامنے رکھ کر امام مالک رحمہ اللہ قبر مکرم کے پاس زیادہ عرصہ تک کھڑے رہنے کو مکروہ سمجھتے تھے۔ کیونکہ دیر تک کھڑے رہنا کسی صحابی سے ثابت نہیں۔ لہٰذا یہ بدعت کے دائرہ میں سمجھا جائے گا۔ امام مالک رحمہ اللہ کے درج ذیل اصلاحی قول کو ہمیشہ مدنظر رکھنا چاہیے کہ:

((لَنْ یُّصْلِحَ اٰخِرُ هٰذِهِ الْاُمَّةِ اِلَّا مَا اَصْلَحَ اَوَّلَهَا))

''امت کے آخری دور کے لوگوں کی اصلاح اسی طرح ممکن ہے جس طرح قرون اولیٰ کے مسلمانوں کی اصلاح ہوئی تھی۔''

عبداللہ بن عمرؓ کی دیکھا دیکھی چند ایک افراد کے علاوہ صحابہ کرامؓ کی اکثریت نے عمل نہیں کیا۔ لہٰذا ابن عمرؓ کا عمل صرف دلیل جواز بن سکتا ہے۔

زیر نظر عمل کو مستحب' مباح یا ممنوع قرار دینے کے لیے بھی دلیل شرعی کا ہونا

---

[1] سنن نسائی۔ کتاب السهو : باب فضل التسليم على النبی ﷺ (حدیث : ۱۲۸۴) نحو المعنی۔

ضروری ہے کیونکہ استحباب اباحت' کراہت اور تحریم اس وقت تک ثابت نہیں ہوگی جب تک کہ ادلہ شرعیہ سامنے نہ ہوں۔ اور یہ بھی یاد رکھئے کہ ادلہ شرعیہ کا مرجع صرف کتاب و سنت ہے

- قرآن وہ جو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا۔
- سنت وہ جس پر آپ ﷺ نے عمل کر کے دکھلایا
- قیاس اس وقت قابل عمل ہوگا جب معلوم ہو جائے کہ فرع اصل کے مطابق ہے اور جو علت اصل میں ہے وہی فرع میں ہے۔

دلائل سے ثابت ہوگیا کہ رحمت دو عالم ﷺ کے ارشادات میں تناقض نہیں ہے۔ آپ نے ایک جیسی دو چیزوں میں بیک وقت دو حکم نہیں فرمائے۔ اور یہ بھی ثابت ہے کہ آپ ﷺ نے کبھی کسی معاملہ میں ایک علت کی بنا پر حکم دیا ہو اور پھر اسی مسئلے میں کسی دوسرے وقت کسی دوسری علت کو مد نظر رکھتے ہوئے اس سے منع فرما دیا ہو ...... ہاں! دونوں صورتوں میں سے ایک تخصیص وجوب کی متحمل ہو تو دوسری بات ہے۔

پس شریعت وہ جو آپ مقرر فرما دیں' سنت وہ جس پر آپ عمل کر کے سمجھائیں جب آپ ﷺ کی سنت مطلوب ہو تو آپ ﷺ کے عمل میں کسی شخص کے قول و فعل کو نہیں ملایا جا سکتا۔ اگرچہ وہ شخص تمام لوگوں سے افضل ہی کیوں نہ ہو۔

اسی بنا پر تمام صحابہ اور خصوصاً ابوبکر صدیقؓ عمر فاروقؓ اور ابن مسعودؓ اپنے اجتہاد سے کوئی بات کہتے تو اکثر دفعہ وہ سنت کے مطابق ہوتی لیکن بایں ہمہ وہ لوگوں کو بطور خاص آگاہ کرتے کہ:

"یہ میری ذاتی رائے ہے اگر یہ صحیح ثابت ہو تو اللہ کی طرف سے ہے۔ اور غلط ہو تو اسے میری اور شیطان کی طرف سے سمجھنا اور اللہ تعالیٰ کا رسول اس سے بری الذمہ ہیں۔"

ہر وہ کام جو سنت نبوی کے مخالف ہے وہ منسوخ ہوگا یا تحریف شدہ' لیکن مجتہدین

کرام نے جو مسئلہ اپنی رائے سے لکھا اگر وہ صحیح نہیں تو ان کی یہ خطاء معاف ہے البتہ اس پر انہیں اجر ضرور ملے گا۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جب اپنے لیے دعاء کرنے کا ارادہ کرتے تو مسجد نبوی میں قبلہ رخ ہوکر دعاء مانگتے جس طرح وہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں دعاء مانگا کرتے تھے' حجرہ مبارک کے قریب یا اندر قبر مکرم کے پاس جانے کی کوشش نہ کرتے۔

رسول اللہ پر نماز میں سلام کہنے کا طریقہ

رہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کرنے کا مسئلہ تو یہ ہر مسلمان پر ضروری ہے کہ وہ نماز کے اندر اور مسجد میں داخل ہوتے اور مسجد سے نکلتے وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر دورد وسلام کہے۔ نماز میں سلام کے الفاظ یہ ہیں:

((اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُه اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِيْنَ))

"اے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ پر سلام ہو۔ اللہ کی رحمتیں اور اس کی برکتیں ہوں۔ ہم اور اللہ کے تمام صالح بندوں پر اللہ کی رحمتیں نازل ہوں۔"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم یہ کہو گے تو زمین و آسمان میں جتنے اللہ کے صالح بندے ہیں سب پر اللہ کی رحمت ہوگی۔

پس ہر مسلمان کے لیے ضروری ہے کہ وہ ہر نماز میں بطور خاص رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور عمومی طور پر صالحین' ملائکہ' انسانوں اور جنوں پر سلام کہے:

صحیحین میں ابن مسعودؓ سے مروی ہے' وہ کہتے ہیں کہ ہم لوگ جب رسول مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھتے تو کہتے کہ فلاں فلاں شخص پر سلام ہو۔ یہ سن کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

((اِنَّ اللّٰهَ هُوَ السَّلَامُ فَاِذَا قَعَدَ اَحَدُكُمْ فِي الصَّلٰوةِ فَلْيَقُلْ: اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلَوٰتُ الطَّيِّبَاتُ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ

وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُه۔ اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَ عَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِيْنَ۔ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُه وَرَسُوْلُه))[1]

"بے شک اللہ ہی سلام ہے۔ اور جب تم میں سے کوئی شخص نماز میں تشہد میں بیٹھے تو یہ دعاء پڑھے۔ تمام تحیات ہر قسم کی عبادات اور تمام اچھی باتیں اللہ کے لیے ہیں۔ اے نبی ﷺ! آپ پر سلام ہو۔ اور اللہ کی رحمت اور اس کی برکتیں آپ پر نازل ہوں۔ ہم پر اور اللہ کے تمام صالحین بندوں پر سلام ہو۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں۔"

صحیح مسلم میں ابن عباسؓ سے مروی حدیث[2] کے مطابق ابن مسعودؓ سے تشہد کے الفاظ مندرجہ بالا الفاظ کے علاوہ بھی مروی ہیں۔ نیز ابن عمرؓ بھی لوگوں کو تشہد سکھلایا کرتے تھے۔

امام بخاری ؒ نے صرف ابن مسعودؓ سے مروی تشہد ہی نقل کیا ہے تشہد کے جتنے الفاظ مروی ہیں سب جائز ہیں۔ کیونکہ قرآن کریم سات قرات میں نازل ہوا ہے اگر تشہد کے الفاظ مختلف ہو گئے ہیں تو کوئی مضائقہ نہیں یہ تو بالاولیٰ جائز ہوں گے۔

ہماری گفتگو کا مقصد یہ ہے کہ جب نماز ادا کرنے والا مسلمان کہتا ہے کہ "اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِيْنَ" تو اس کا اجر ہر صالح انسان تک پہنچتا ہے خواہ وہ آسمان میں ہو یا زمین پر۔ جیسے ملائکہ صالح انسان اور جن۔ ان ہی جنات کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَّاَنَّا مِنَّا الصّٰلِحُوْنَ وَمِنَّا دُوْنَ ذٰلِكَ ۚ كُنَّا طَرَآئِقَ قِدَدًا﴾

(الجن : ۷۲/ ۱۱)

---

[1] صحیح بخاری۔ کتاب الاذان : باب التشهد فی الاخرہ (حدیث : ۸۳۱) صحیح مسلم۔ کتاب الصلاۃ : باب التشهد فی الصلاۃ (حدیث : ۴۰۲)

[2] صحیح مسلم۔ کتاب الصلاۃ : باب التشهد فی الصلاۃ (حدیث : ۴۰۳)

"اور ہم میں سے کچھ لوگ صالح ہیں اور کچھ اس سے فروتر ہیں، ہم مختلف طریقوں میں بٹے ہوئے تھے۔"

مسجد میں داخل ہوتے اور نکلتے وقت رسول اللہ پر سلام کا طریقہ

۲.....دوسری قسم یہ ہے کہ مسجد میں داخل ہوتے اور نکلتے وقت آپ پر سلام پڑھا جائے۔ جیسا کہ مسند اور سنن میں فاطمۃ الزہراؓ سے مروی حدیث میں رسول مکرم ﷺ نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی شخص مسجد میں داخل ہو تو کہے:

((بِسْمِ اللّٰهِ وَالسَّلَامُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيْ ذُنُوْبِيْ وَافْتَحْ لِيْ اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ))

"اللہ کا نام لے کر اور رسول اللہ ﷺ پر سلام ہو! اے اللہ! میرے گناہ معاف فرما اور میرے لیے اپنی رحمت کے دروازے کھول دے۔"

اور جب مسجد سے باہر نکلے تو یہ دعاء پڑھے:

((بِسْمِ اللّٰهِ وَالسَّلَامُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيْ ذُنُوْبِيْ وَافْتَحْ لِيْ اَبْوَابَ فَضْلِكَ))[1]

"اللہ کا نام لے کر۔ رسول اللہ ﷺ پر سلام ہو۔ اے اللہ میرے گناہ معاف فرما۔ اور میرے لیے اپنے فضل کے دروازے کھول دے۔"

صحیح مسلم میں مروی ہے کہ مسجد میں داخل ہوتے وقت مندرجہ بالا دعاء پڑھنی سنت موکدہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ علماء نے اپنی اپنی کتب مناسک میں لکھا ہے کہ جو شخص مسجد نبوی میں داخل ہوا اس کے لیے مندرجہ بالا دعاء پڑھنا بہت ضروری ہے۔

پس مسجد میں داخل اور مسجد سے نکلتے وقت اور نماز کے اندر رسول اللہ ﷺ پر سلام

---

[1] مسند احمد (۶/ ۲۸۲) سنن ترمذی۔ کتاب الصلاۃ : باب ماجاء ما یقول عند دخوله المسجد (حدیث : ۳۱۴) سنن ابن ماجه۔ کتاب المساجد : باب الدعاء عند دخول المسجد (حدیث : ۷۷۱)

کہنا قبر مکرم کے نزدیک سلام کہنے سے زیادہ افضل ہے۔ اس میں مصلحت ہی مصلحت ہے اور نقصان کا خطرہ بالکل نہیں۔ اس میں اللہ تعالیٰ راضی بھی ہوتا ہے اور اس کا اجر رسول اللہ ﷺ اور تمام مومنین کو بھی پہنچاتا ہے۔

قبر مبارک پر داخل ہونا ممکن نہ تھا اور نہ ہے

جب سے آپ ﷺ قبر مکرم میں مدفون ہیں اس وقت سے آج تک کسی کے لیے یہ ممکن ہی نہیں کہ وہ قبر مکرم کی زیارت کے لیے یا آپ ﷺ پر درود و سلام یا دعاء وغیرہ کے لیے حجرہ مبارک میں داخل ہو سکے۔ البتہ ام المومنین عائشہ صدیقہؓ اس میں رہائش پذیر تھیں کیونکہ وہ ان کا گھر تھا اور وہ بھی قبر مکرم سے ایک جانب کیونکہ آپ کی اور آپ ﷺ کے دونوں ساتھیوں کی قبریں دروازہ کے پاس ہی ہیں اور ام المومنین عائشہؓ حجرہ کے بالکل آخری حصہ میں رہتی تھیں۔ کوئی صحابی اندر داخل نہ ہوتا تھا۔

صحابہؓ کے دور تک حجرہ مبارک مسجد سے باہر ہی رہا۔ ولید بن عبدالملک بن مروان کے دور حکومت میں جب مسجد نبوی کی توسیع کی گئی تو حجرہ مبارک کو مسجد میں داخل کر دیا گیا۔ یاد رہے کہ اس وقت تک ابن عمرؓ ابن عباسؓ ابن زبیرؓ اور ابن عمروؓ صحابہ فوت ہو چکے تھے۔ بلکہ یوں کہنا زیادہ مناسب اور صحیح ہے کہ مدینہ منورہ میں کوئی ایک صحابی بھی بقید حیات نہ تھا۔ سب اپنے مالک حقیقی سے جا ملے تھے۔ تمام صحابہ کے بعد ٧٠ ھ میں جابر بن عبداللہؓ فوت ہوئے اور مسجد کی توسیع ٨٠ ھ میں عمل میں آئی۔

صحابہ کرام کا آپ پر سلام کہنے کا محتاط طریقہ کار

صحابہ کرامؓ کی یہ عادت نہ تھی کہ وہ حجرہ مبارک کے اندر قبر مکرم کے پاس جاتے یا حجرہ کے باہر کھڑے رہتے۔ حالانکہ وہ رات دن مسجد نبوی میں آتے جاتے۔ انہیں رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد گرامی معلوم تھا:

((صَلٰوةٌ فِیْ مَسْجِدِیْ هٰذَا خَیْرٌ مِّنْ اَلْفِ صَلٰوةٍ فِیْمَا سِوَاهُ مِنَ

الْمَسَاجِدِ اِلَّا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ))[1]

''عام مساجد سے میری اس مسجد میں ایک نماز کا ثواب ہزار نماز سے بہتر ہے سوائے مسجد الحرام کے۔''

رسول اکرم ﷺ کا یہ ارشاد گرامی بھی ان کے پیش نگاہ رہتا:

((لَا تُشَدُّ الرِّحَالُ اِلَّا اِلٰی ثَلَاثَۃِ مَسَاجِدَ اَلْمَسْجِدُ الْحَرَامُ وَ مَسْجِدِیْ ھٰذَا وَالْمَسْجِدُ الْاَقْصٰی))[2]

''تین مساجد یعنی مسجد الحرام، میری یہ مسجد، اور مسجد اقصیٰ کے علاوہ کسی مسجد کے لیے رخت سفر نہ باندھا جائے۔''

صحابہ کرامؓ دور دراز کا سفر طے کر کے خلفاے راشدین کے پاس بعض اہم امور میں مشورہ کے لیے مدینہ منورہ تشریف لاتے رہے۔ وہ مسجد میں نماز ادا کرتے اور نماز میں نیز مسجد میں داخل ہوتے اور مسجد سے نکلتے وقت آپ ﷺ پر درود و سلام کہتے۔ لیکن قبر مکرم کے پاس جانے کی ضرورت محسوس نہ کرتے۔ کیونکہ ان کو علم تھا کہ رسول اللہ ﷺ نے نہ تو اس کی اجازت دی ہے اور نہ ہی اسے سنت قرار دیا ہے۔ ہاں! نماز کے اندر، مسجد میں داخل ہوتے اور مسجد سے نکلتے وقت آپ پر سلام کہنا سنت ہے۔ البتہ ابن عمرؓ کا یہ ذاتی فعل تھا کہ وہ جب بھی سفر سے واپس مدینہ منورہ پہنچتے تو قبر مکرم کے قریب آ کر رسول اکرم ﷺ اور آپ ﷺ کے دونوں ساتھیوں پر سلام کہتے۔

عبداللہ بن عمرؓ کے علاوہ بعض صحابہ رضی اللہ عنہم سے کبھی کبھار ایسا کرنا ثابت ہے۔ اسی لیے بعض علماء کی رائے یہ ہے کہ ان صحابہ رضی اللہ عنہم کے نقش قدم پر چلتے ہوئے قبر کے پاس

---

[1] صحیح بخاری۔ کتاب فضل الصلاۃ فی مسجد مکۃ والمدینۃ : باب فضل الصلاۃ فی مسجد مکۃ والمدینۃ (حدیث : ۱۱۹۰) صحیح مسلم۔ کتاب الحج : باب فضل الصلاۃ بمسجدی مکۃ و المدینۃ (حدیث : ۱۳۹۴)

[2] صحیح بخاری (حوالہ سابق) (حدیث : ۱۱۸۹) صحیح مسلم۔ کتاب الحج : باب فضل المساجد الثلاثۃ (حدیث : ۱۳۹۷)

جا کر سلام کہنا جائز ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ یہ بات ہمیشہ پیش نگاہ رہے کہ ابن عمرؓ سلام کہہ کر فوراً واپس چلے آتے۔ وہاں زیادہ دیر تک نہ رکتے تھے۔ آپ قبر مکرم کے پاس کھڑے ہو کر یوں سلام کہتے:

((اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا اَبَابَكْرٍ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا اَبَتِ))

''اے اللہ کے رسول! آپ پر سلام ہو۔ اے ابوبکر! آپ پر سلام ہو۔ اے ابا جان! آپ پر سلام ہو۔''

جمہور صحابہ ازواج مطہرات اور اہل یمن کا طرز عمل

ابن عمرؓ کی طرح جمہور صحابہ کرامؓ کا یہ معمول تھا۔ بلکہ وہ تو حج سے فارغ ہو کر جب مدینہ منورہ پہنچتے تو اس وقت بھی قبر مکرم کے پاس جا کر سلام نہ کہتے۔ اسی طرح ازواج مطہرات بھی حج سے فارغ ہو کر جب مدینہ منورہ واپس پہنچتیں تو سیدھی اپنے اپنے گھروں کو چلی جاتیں جیسا کہ انہیں وصیت رسول تھی۔

اور سنئے! یمن کے وہ قافلے جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

﴿فَسَوْفَ يَأْتِي اللّٰهُ بِقَوْمٍ يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَهٗٓ﴾ (المائدۃ: ۵/ ۵۴)

''اللہ اور بہت سے لوگ ایسے پیدا کر دے گا جو اللہ کو محبوب ہوں گے اور اللہ ان کو محبوب ہوگا۔''

ابوبکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما کے دور خلافت میں جب لوگ فوج در فوج جہاد کی خاطر مدینہ منورہ آتے اور مسجد نبوی میں خلفاء کے پیچھے نمازیں ادا کرتے تو ان میں سے کوئی ایک شخص بھی سلام کہنے کی غرض سے حجرہ کے اندر داخل ہوتا اور نہ ہی باہر کھڑا ہونے کی ضرورت محسوس کرتا۔ کیونکہ ان کو سلام کہنے کا طریقہ معلوم تھا جیسا کہ ان کو صحابہ اور تابعین نے سکھلایا تھا۔

رسول اللہ ﷺ کے حقوق اللہ کے حقوق کے ساتھ وابستہ ہیں۔ اللہ کے وہ تمام

احکام جن کی بجا آوری کا حکم ہے اور جو اس نے پسند فرمائے اور رسول اللہ ﷺ کے تمام حقوق کی ادائیگی ہر مسلمان پر فرض ہے خواہ وہ دنیا کے کسی بھی خطے میں رہائش پذیر ہو۔

قبر مبارک یا کسی بھی قبر کے پاس سلام' دعاء یا عبادت کی فضیلت ہے

عام مقامات کے مقابلہ میں قبر مکرم کے پاس درود و سلام کہنا کوئی فضیلت نہیں رکھتا۔ بلکہ انسان جہاں بھی ہو وہیں سے سلام کہہ سکتا ہے۔ عمومی طور پر بھی اور خاص موقعوں پر بھی۔ جیسے نماز' دعاء اور اذان کے وقت۔

رسول اللہ ﷺ کے حقوق ہوں یا اللہ تعالیٰ کی عبادات میں سے کوئی عبادت ہو اس کی ادائیگی قبر مکرم کے نزدیک افضل نہیں ہے۔ بلکہ مسجد مدینہ کو بھی اسی لیے فضیلت ہے کہ وہ مسجد نبوی ہے۔ اب جو شخص یہ عقیدہ رکھے کہ قبر مکرم سے پہلے مسجد نبوی کو کوئی خاص فضیلت اور اہمیت نہیں تھی بلکہ یہ فضیلت اس وقت حاصل ہوئی جب ولید بن عبدالملک کی خلافت میں مسجد کی توسیع کے وقت قبر مکرم کو مسجد میں داخل کر دیا گیا۔ تو یہ بات وہی شخص کہہ سکتا ہے جو جہالت میں حد سے تجاوز کر جائے یا وہ شخص کہہ سکتا ہے جو کافر ہو۔ ایسا شخص شریعت اسلامیہ کو جھٹلانے والا ہے' جو واجب القتل ہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مسجد نبوی میں اس طرح دعاء کرتے جس طرح آپ ﷺ کی زندگی میں دعاء کیا کرتے تھے۔ آپ ﷺ کی وفات کے بعد ان کے پاس کوئی نئی شریعت نہیں آ گئی تھی بلکہ وہی شریعت تھی جس کی تعلیم خود رسول اللہ ﷺ نے اپنی زندگی میں دی تھی۔

رسول اللہ ﷺ نے کسی کو یہ حکم نہیں دیا کہ وہ کسی ضرورت کے وقت کسی نبی یا صالح شخص کی قبر کے پاس جا کر نماز پڑھے اور وہاں دعاء کرے یا اپنی کوئی حاجت اللہ سے طلب کرے یا صاحب قبر سے کہے کہ وہ سائل کے لیے دعاء کرے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو علم تھا کہ آپ ﷺ نے اس قسم کا کوئی حکم نہیں دیا اور نہ یہ کہا کہ وہ آپ ﷺ کے حجرہ مبارک یا قبر مکرم کو نماز اور دعاء کے لیے مخصوص کر لیں۔ بلکہ اس بات سے منع فرمایا کہ کوئی شخص

آپ کے گھر کو میلہ گاہ بنا لے۔ اور نہ ہی وہ بات فرمائی جو بعض جاہل اور احمق صوفیاء اپنے مریدوں سے کہتے ہیں کہ:

جب تمہیں کوئی حاجت' ضرورت یا کوئی مشکل پیش آجائے تو ہماری قبر پر آجایا کرنا۔ بلکہ اس سے بھی زیادہ وضاحت سے منع فرمایا کہ کوئی شخص رسول اللہ ﷺ یا کسی اور شخص کی قبر کو نماز کے لیے عبادت گاہ بنا لے۔ یہ ممانعت اس لیے کر دی گئی تا کہ شرک کے تمام ذرائع بند ہو جائیں۔

((فَصَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَسَلَّمَ تَسْلِيْمًا وَجَزَاهُ اَفْضَلَ مَا جَازٰى نَبِيًّا عَنْ اُمَّتِهٖ۔ قَدْ بَلَّغَ الرِّسَالَةَ وَاَدَّى الْاَمَانَةَ۔ وَنَصَحَ الْاُمَّةَ۔ وَجَاهَدَ فِي اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهٖ۔ وَعَبَدَاللّٰهَ حَتّٰى اَتَاهُ الْيَقِيْنُ مِنْ رَّبِّهٖ))

"پس اللہ تعالیٰ آپ ﷺ اور آپ ﷺ کی آل پر سلامتی اور رحمت فرمائے اور آپ کو امت کی طرف سے تمام انبیاء سے بڑھ کر جزائے خیر سے نوازے۔ کیونکہ آپ ﷺ نے تبلیغ رسالت' ادائے امانت اور امت کو نصیحت کا حق ادا کر دیا۔ اور آپ آخری دم تک جہاد فی سبیل اللہ اور عبادت الٰہی میں مصروف و مشغول رہے۔"

افضل اعمال کے لیے راہنمائی

رسول اللہ ﷺ پر اللہ تعالیٰ کا سب سے بڑا اور افضل ترین انعام جو وہ اپنے بندوں پر کیا کرتا ہے یہ تھا کہ آپ ﷺ نے بہترین عبادات کی رہنمائی فرمائی اور افضل ترین مقامات کی نشاندہی کی۔ جیسے صحیحین میں ابن مسعودؓ سے مروی ہے وہ کہتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا کہ:

((اَىُّ الْعَمَلِ اَفْضَلُ؟))

"کون سا عمل افضل ہے؟"

((اَلصَّلٰوۃُ عَلٰی مَوَاقِیْتِھَا!))

آپ ﷺ نے فرمایا بروقت نماز ادا کرنا

((ثُمَّ اَیٌّ؟ قَالَ بِرُّالْوَالِدَیْنِ))

میں نے عرض کی: اس کے بعد کون سا عمل افضل ہے

آپ ﷺ نے فرمایا:

والدین کے ساتھ حسن سلوک کرنا

((ثُمَّ اَیٌّ؟))

میں نے عرض کی: اس کے بعد کون سا عمل افضل ہے؟

((قَالَ اَلْجِھَادُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ))

آپ ﷺ نے فرمایا:

"اللہ کے راستہ میں جہاد کرنا"

((قَالَ سَاَلْتُہٗ عَنْھُنَّ وَلَوِ اسْتَزِدْتُّہٗ لَزَادَنِیْ))[1]

ابن مسعودؓ نے کہتے ہیں:

میں نے صرف اتنے ہی سوال کیے۔ اگر زیادہ سوالات کرتا تو آپ ﷺ ضرور جواب دیتے۔

باوضوء رہنے کی فضیلت

مسند اور سنن ابن ماجہ میں ثوبانؓ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((اِسْتَقِیْمُوْا وَلَنْ تُحْصُوْا وَاعْلَمُوْا اَنَّ خَیْرَ اَعْمَالِکُمُ الصَّلٰوۃُ وَلَا یُحَافِظُ عَلَی الْوُضُوْءِ اِلَّا مُؤْمِنٌ))[2]

---

[1] صحیح بخاری۔ کتاب مواقیت الصلاۃ : باب فضل الصلاۃ لوقتھا (حدیث : ۵۲۷) صحیح مسلم۔ کتاب الایمان : باب بیان کون الایمان باللّٰہ تعالیٰ افضل الاعمال (حدیث : ۸۵)

[2] مسند احمد (۵/ ۲۷۷) سنن ابن ماجہ۔ کتاب الطھارۃ : باب المحافظۃ علی ←

''استقامت اختیار کرو۔ اور تم اس کی کما حقہ طاقت نہیں رکھتے۔ اور یاد رکھو کہ بہترین عمل نماز ہے۔ اور وضوء کی حفاظت صرف مؤمن ہی کرتا ہے۔''

نماز ایک ایسی عبادت ہے جس کے لیے امت کو حکم ہے کہ مسجد بنائیں اور مسجد ایسی جگہ ہے جو تمام مقامات سے اللہ کو زیادہ محبوب ہے۔ جیسے کہ صحیح مسلم میں مروی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((اَحَبُّ الْبِقَاعِ اِلَی اللّٰهِ الْمَسَاجِدُ وَاَبْغَضُ الْبِقَاعِ اِلَی اللّٰهِ الْاَسْوَاقُ))[1]

''زمین کے تمام ٹکڑوں سے مساجد اللہ کو بہت محبوب ہیں۔ اور زمین کے بدترین ٹکڑے اللہ کے ہاں بازار ہیں۔''

مسجد کی اتنی عظمت و توقیر کے باوجود رسول اللہ ﷺ نے اپنے مرض الموت میں امت کو نصیحت کرتے ہوئے اور ان کی ہدایت کو مدنظر رکھتے ہوئے ان لوگوں کو ملعون قرار دیا جو انبیاء اور صالحین کی قبروں کو پر مسجد بنا لیتے ہیں۔ رسول اکرم ﷺ کی اسی مشفقانہ صفت کے پیش نظر آپ کی تعریف کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ﴾ (التوبہ: ۹/ ۱۲۸)

''تم لوگوں کے پاس ایک رسول آیا ہے جو خود تم ہی میں سے ہے۔ تمہارا نقصان میں پڑنا اس پر شاق ہے۔ تمہاری فلاح کا وہ حریص ہے۔ ایمان لانے والوں کے لیے وہ شفیق اور رحیم ہے۔''

صحیحین میں ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے اپنے مرض الموت میں فرمایا:

الوضوء (حدیث: ۲۷۷)

[1] صحیح مسلم، کتاب المساجد: باب فضل الجلوس فی مصلاہ بعد الصبح (حدیث: ۲۷۱) بلفظ ''احب البلاد.....'' واللہ اعلم۔

((لَعَنَ اللّٰهُ الْيَهُوْدَ وَالنَّصَارٰى اِتَّخَذُوْا قُبُوْرَ اَنْبِيَائِهِمْ مَسَاجِدَ))[1]

"اللہ تعالیٰ کی یہود و نصاریٰ پر لعنت ہو' انہوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو مسجدیں بنا لیا۔"

ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں:

((وَلَوْ لَا ذٰلِكَ لَاُبْرِزَ قَبْرُهٗ وَلٰكِنْ خَشِيَ[2] اَنْ يُّتَّخَذَ مَسْجِدًا))[3]

"اگر یہ خدشہ نہ ہوتا تو آپ ﷺ کی قبر کو ظاہر ہی رہنے دیا جاتا۔ لیکن آپ کو یہی خدشہ تھا کہ کہیں آپ کی قبر کو لوگ عبادت گاہ نہ بنا لیں۔"

ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی شہادت

ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ مرض الموت میں جب آپ ﷺ کو سخت تکلیف ہوئی تو آپ اپنی چادر بھگو کر اپنے چہرہ انور پر ڈال لیتے اور جب ذرا افاقہ ہوتا تو چہرہ مبارک کھول کر فرماتے:

((لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْيَهُوْدِ وَالنَّصَارٰى اتَّخَذُوْا قُبُوْرَ اَنْبِيَائِهِمْ مَسَاجِدَ يُحَذِّرُ مَا صَنَعُوْا))[4]

یہود و نصاریٰ پر اللہ کی لعنت ہو! انہوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو عبادت گاہ بنا لیا تھا۔ آپ ﷺ ان کے اس عمل بد سے ڈرا رہے تھے۔"

---

[1] صحیح بخاری۔ کتاب الجنائز : باب ما یکرہ من اتخاذ المساجد علی القبور (حدیث : ۱۳۳۰) صحیح مسلم۔ کتاب المساجد : باب النھی عن بناء المسجد علی القبور (حدیث : ۵۲۹)

[2] اصل نسخہ میں خشی کی جگہ کرہ لفظ تھا۔ ہم نے سیدہ عائشہ والی روایت جو صحیحین میں ہے کو مدنظر رکھتے ہوئے کرہ کی جگہ خشی لکھا۔ ہو سکتا ہے کہ یہ لفظ سلیمان المصنع کے قلم سے سہوا لکھا گیا ہو۔

[3] صحیح بخاری و صحیح مسلم (حوالہ سابق)

[4] صحیح بخاری۔ کتاب الصلاۃ : باب (۵۵) (حدیث : ۴۳۶) صحیح مسلم۔ کتاب المساجد : باب النھی عن بناء المسجد علی القبور (حدیث : ۵۲۹)

سیدنا ابو ہریرہ اور دیگر صحابہ کی شہادت

اللہ کی حکمت دیکھئے کہ ام المومنین جن کے حجرہ میں رحمت دو عالم ﷺ استراحت فرما ہیں' ان کی ان احادیث پر نگاہ ہے۔ یہ وہی احادیث ہیں جن کو سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے خود رسول مکرم ﷺ کی زبان مبارک سے سنا۔ اگرچہ آپ کے علاوہ بھی بعض صحابہ ان روایات کو نقل کرتے ہیں جیسے ابن عباس رضی اللہ عنہ، ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، جندب بن عبداللہ اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ وغیرہ۔ چنانچہ صحیحین میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((قَاتَلَ اللّٰهُ الْيَهُوْدَ اِتَّخَذُوْا قُبُوْرَ اَنْبِيَائِهِمْ مَسَاجِدَ))[1]

''اللہ یہود کو ہلاک کرے' انہوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو عبادت گاہ بنا لیا تھا۔''

امہات المومنین کی شہادت

صحیحین میں عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مشہور حدیث بھی مروی ہے جس میں ام المومنین ام حبیبہ رضی اللہ عنہا اور ام سلمہ رضی اللہ عنہا اپنا چشم دید واقعہ بیان کرتی ہیں کہ انہوں نے حبشہ میں ایسا کنیسا دیکھا جس میں بہت سے انبیاء وصلحا کی تصاویر تھیں۔ آپ ﷺ نے یہ واقعہ سن کر فرمایا:

((اِنَّ اُولٰئِكَ اِذَا كَانَ فِيْهِمُ الرَّجُلُ الصَّالِحُ فَمَاتَ بَنَوْا عَلٰى قَبْرِهٖ مَسْجِدًا وَصَوَّرُوْا فِيْهِ تِلْكَ الصُّوَرَ اُولٰئِكَ شِرَارُ الْخَلْقِ عِنْدَاللّٰهِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ))[2]

''وہ ایسے لوگ تھے کہ اگر ان میں سے کوئی صالح شخص فوت ہو جاتا تو یہ اس کی قبر کو عبادت گاہ بنا لیتے اور اس میں اس کی تصویر لٹکا دیتے' قیامت کے دن اللہ

---

[1] صحیح بخاری۔ کتاب الصلاۃ : باب (۵۵) (حدیث : ۴۳۷) صحیح مسلم۔ کتاب المساجد : باب النهی عن بناء المسجد علی القبور (حدیث : ۵۳۰)

[2] صحیح بخاری۔ کتاب الصلاۃ : باب الصلاۃ فی البیعۃ (حدیث : ۴۳۴، ۴۲۷) صحیح مسلم۔ کتاب المساجد : باب النهی عن بناء المسجد علی القبور (حدیث : ۵۲۸)

کے نزدیک یہ بدترین لوگ شمار ہوں گے۔"

وفات سے پانچ روز پہلے وصیت

صحیح مسلم میں جندب بن عبداللہؓ سے مروی ہے' وہ کہتے ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ کو وفات سے پانچ روز پہلے یہ فرماتے ہوئے سنا:

((اِنِّیْ اَبْرَأُ اِلَی اللّٰہِ اَنْ یَّکُوْنَ لِیْ مِنْکُمْ خَلِیْلٌ فَاِنَّ اللّٰہَ قَدِ اتَّخَذَنِیْ خَلِیْلًا کَمَا اتَّخَذَ اِبْرَاهِیْمَ خَلِیْلًا وَلَوْ کُنْتُ مُتَّخِذًا مِّنْ اُمَّتِیْ خَلِیْلًا لَاتَّخَذْتُ اَبَابَکْرٍ خَلِیْلًا۔ اَلَا وَاِنَّ مَنْ کَانَ قَبْلَکُمْ کَانُوْا یَتَّخِذُوْنَ الْقُبُوْرَ مَسَاجِدَ اَلَا فَلَا تَتَّخِذُوا الْقُبُوْرَ مَسَاجِدَ فَاِنِّیْ اَنْهَاکُمْ عَنْ ذٰلِكَ)) [1]

"میں اس بات سے بری الذمہ ہوں کہ تم میں سے میرا کوئی خلیل ہو۔ کیونکہ مجھے اللہ نے اپنا خلیل بنا لیا ہے جیسے ابراہیمؑ کو خلیل بنایا تھا۔ اگر میں اپنی امت میں سے کسی کو خلیل بناتا تو صرف ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کو بناتا۔ خبردار! تم سے پہلے لوگ قبروں کو عبادت گاہ بنا لیا کرتے تھے۔ پس خبردار! تم قبروں کو عبادت گاہ نہ بنا لینا۔ میں تم کو اس سے منع کرتا ہوں۔"

سیدنا ابومرثد غنوی کی شہادت

صحیح مسلم میں ابی مرثد غنویؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((لَا تَجْلِسُوْا عَلَی الْقُبُوْرِ وَلَا تُصَلُّوْا اِلَیْهَا)) [2]

"قبروں پر مجاور بن کر مت بیٹھو اور نہ ہی قبروں کی طرف منہ کر کے نماز پڑھو۔"

مسند اور صحیح ابی حاتم میں روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

---

[1] صحیح مسلم۔ کتاب المساجد: باب النهی عن بناء المسجد علی القبور (حدیث: ۵۳۲)

[2] صحیح مسلم۔ کتاب الجنائز: باب النهی عن الجلوس علی القبر والصلاة الیه (حدیث: ۹۷۲)

((اِنَّ مِنْ شِرَارِ النَّاسِ مَنْ تُدْرِكُهُمُ السَّاعَةُ وَهُمْ اَحْيَاءٌ وَالَّذِيْنَ يَتَّخِذُوْنَ الْقُبُوْرَ مَسَاجِدَ))[1]

''بدترین وہ لوگ ہوں گے جن کی زندگی میں قیامت برپا ہوگی اور جو قبروں کو عبادت گاہ بنا لیتے ہیں۔''

قبرستان کو عید اور میلہ بنانے کی نفی پر پچھلے صفحات میں مکمل بحث ہو چکی ہے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم کو علم تھا کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی قبر کو فرائض کی ادائیگی کے لیے عبادت گاہ بنانے سے منع فرمایا تھا۔ فرائض کی ادائیگی ایسا عمل ہے جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہوتا ہے۔ یہ ممانعت اس لیے کر دی تاکہ مسلمانوں کی مشرکین سے مشابہت نہ رہے۔ کیونکہ وہ اہل قبور کو پکارتے' ان کے لیے نمازیں پڑھتے اور ان کے نام کی نذر و نیاز دیتے ہیں۔ اس لیے مسلمانوں کو قبر مکرم کے متعلق ایسے اعمال سے روکنا اشد ضروری تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے طلوع شمس اور غروب آفتاب کے وقت نماز پڑھنے سے منع فرمایا تاکہ ان لوگوں سے مشابہت نہ ہو جو سورج اور چاند کی پوجا کرتے ہیں لہٰذا قبر پرستوں کی مشابہت سے روکنا زیادہ اولیٰ تھا۔

عبادت کے لیے صحابہ قبر پر نہیں مسجد میں جایا کرتے تھے

پس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نماز' دعاء اور ذکر اور اذکار کے لیے مساجد ہی کا رخ کرتے تھے جو صرف اللہ تعالیٰ کے ذکر کے لیے تعمیر کی گئی تھیں۔ انبیاء و صالحین کی قبروں کی طرف جنھیں عبادت گاہ بنانے سے روکا گیا تھا' جانے کی کوشش بھی نہ کرتے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اسی طرح عمل کرتے رہے جس طرح وہ رحمت عالم ﷺ کی حیات طیبہ میں کیا کرتے تھے۔

---

[1] مسند احمد (۱/ ۴۰۵'۴۳۵) صحیح ابن حبان (۳۴۰) و علقه البخاری فی کتاب الفتن : باب ظهور الفتن (حدیث : ۷۰۶۷) مختصراً

امام مالک کا مؤقف اور توثیق بالحدیث

علماء اسلام خصوصاً امام مالک رحمہ اللہ کا یہ نقل کرنا اہل مدینہ مسجد نبوی میں داخل اور نکلتے وقت قبر مکرم کے پاس جانے کو مکروہ سمجھتے تھے خواہ ان کا ارادہ فقط درود و سلام ہی کا ہو۔ ان کے اس مسلک کی تائید مندرجہ ذیل دلائل و براہین سے ہوتی ہے۔

صحیحین میں ابن عمرؓ سے مروی ہے:

((كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَأْتِيْ قُبَاءٍ كُلَّ سَبْتٍ رَاكِبًا وَمَاشِيًا فَيُصَلِّيَ فِيْهِ رَكْعَتَيْنِ))[1]

”رسول اللہ ﷺ ہر ہفتہ کبھی پیدل اور کبھی سواری پر مسجد قبا تشریف لے جاتے اور وہاں دو رکعت نماز ادا کرتے۔“

ابن عمرؓ کا معمول بھی یہی تھا۔

مندرجہ بالا صحیح حدیث اس پر شاہد ہے کہ رسول اللہ ﷺ مسجد میں نماز جمعہ ادا فرماتے اور ہفتہ کے دن مسجد قباء تشریف لے جاتے اور دو رکعت نماز ادا فرماتے۔ مسجد قباء اور مسجد نبوی دونوں کی بنیاد تقویٰ پر رکھی گئی ہے، جس کی شہادت خود رب کریم نے دی:

﴿ لَمَسْجِدٌ اُسِّسَ عَلَى التَّقْوٰى مِنْ اَوَّلِ يَوْمٍ اَحَقُّ اَنْ تَقُوْمَ فِيْهِ ۚ فِيْهِ رِجَالٌ يُّحِبُّوْنَ اَنْ يَّتَطَهَّرُوْا ۚ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِيْنَ ۝﴾ (التوبہ: ۹/ ۱۰۸)

”جو مسجد اول روز سے تقویٰ پر قائم کی گئی تھی وہی اس کے لیے زیادہ موزوں ہے کہ تم (عبادت کے لیے) کھڑے ہو۔ اس میں ایسے لوگ ہیں جو پاک رہنا پسند کرتے ہیں اور اللہ کو پاکیزگی اختیار کرنے والے ہی پسند ہیں۔“

کتب حدیث میں یہ روایت کئی طرق سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اہل

[1] صحيح بخاري۔ كتاب فضل الصلاة في مسجد مكة والمدينة : باب اتيان مسجد قباء ماشياء و راكبا (حديث : ۱۱۹۴) صحيح مسلم۔ كتاب الحج : باب فضل مسجد قباء و فضل الصلاة فيه (حديث : ۱۳۹۹)

قباء سے پوچھا کہ تم کون سا عمل کرتے ہو جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے تمہاری تعریف کی ہے؟ انہوں نے عرض کی کہ ہم پانی سے بھی استنجا کرتے ہیں۔

سنن ابی داؤد کی روایت کے مطابق رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((نَزَلَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةُ فِيْ مَسْجِدِ اَهْلِ قُبَاءٍ فِيْهِ رِجَالٌ يُّحِبُّوْنَ اَنْ يَّتَطَهَّرُوْا قَالَ: كَانُوْا يَسْتَنْجُوْنَ بِالْمَآءِ. فَنَزَلَتْ فِيْهِمْ هٰذِهِ الْاٰيَةُ))[1]

''یہ آیت مسجد قباء والوں کے حق میں نازل ہوئی ہے کہ اس میں ایسے لوگ ہیں جو پاکیزگی کو پسند کرتے ہیں۔ راوی کہتا ہے! کہ ''اہل قباء پانی سے بھی استنجا کرتے تھے۔ ان ہی کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی۔''

صحیحین میں سعدؓ سے روایت ہے:

((اَنَّهٗ سَاَلَ النَّبِيَّ ﷺ عَنِ الْمَسْجِدِ الَّذِيْ اُسِّسَ عَلَى التَّقْوٰى. وَهُوَ فِيْ بَيْتِ بَعْضِ اَزْوَاجِهٖ. فَاَخَذَ كَفًّا مِّنْ حَصًى فَضَرَبَ بِالْاَرْضِ ثُمَّ قَالَ: هُوَ مَسْجِدُكُمْ هٰذَا لَمَسْجِدُ الْمَدِيْنَةِ))[2]

''انہوں نے رسول اکرم ﷺ سے اس مسجد کے بارے میں دریافت کیا جس کی بنیاد تقویٰ پر رکھی گئی تھی جبکہ آپ ﷺ اپنے کسی ایک گھر میں تشریف فرما تھے۔'' آپ ﷺ نے ایک مٹھی بھر کنکریاں اٹھا کر زمین پر ماریں اور فرمایا۔ وہ تمہاری یہی مسجد ہے۔ یعنی مسجد مدینہ۔''

ان روایات سے ثابت ہوا کہ ان دونوں مساجد کی بنیاد تقویٰ پر تھی۔ البتہ ان میں سے مسجد نبوی اس نام کی زیادہ مستحق ہے اور مسجد قباء کے بارے میں آیت مذکورہ نازل

---

[1] سنن ابی داؤد۔ کتاب الطھارۃ : باب فی الاستنجاء بالماء (حدیث : ۴۴) سنن ترمذی۔ کتاب تفسیر القرآن : باب ومن سورۃ التوبۃ (حدیث : ۳۱۰۰) سنن ابن ماجہ۔ کتاب الطھارۃ : باب الاستنجاء بالماء (حدیث : ۳۵۷)

[2] صحیح مسلم۔ کتاب الحج۔ باب بیان المسجد الذی اسس علی التقوی (حدیث : ۱۳۹۸) عن ابی سعید الخدری ﷺ لم اجدہ فی الصحیحین عن سعد ﷺ واللہ اعلم!

ہوئیں۔ کیوں کہ اسی مسجد کے پڑوس میں منافقین نے مسجد ضرار تعمیر کی تھی۔ جس میں رسول اللہ ﷺ کو اللہ کی طرف سے نماز ادا کرنے سے روک دیا گیا تھا۔

مطلب یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہر ہفتہ مسجد قباء تشریف لے جایا کرتے تھے۔ جسے ابن عمرؓ نے اپنا معمول بنا لیا تھا۔ یہ بھی یاد رکھئے کہ ابن عمرؓ بھی جب تک مدینہ منورہ میں رہتے وہ ہر روز اور ہر ہفتہ قبر مکرم کے پاس نہ جاتے تھے۔ ہاں! جب کبھی سفر سے واپس تشریف لاتے تو قبر مکرم کے پاس جا کر سلام عرض کرتے تھے۔ اسی طرح اکثر صحابہ کرام ؓ جب سفر سے واپس آتے تو پھر بھی قبر مکرم کے پس نہ آتے۔ نہ سلام کے لیے نہ دعاء وغیرہ کے لئے۔ اور نہ ہی ان کی یہ عادت تھی کہ حجرہ مبارک سے باہر کھڑے رہیں' نہ اندر داخل ہونے کی کوشش کرتے جیسے ابن عمرؓ کا معمول تھا۔

اگر کبھی ام المومنین عائشہ صدیقہؓ سے کوئی سوال پوچھنا مقصود ہوتا تو پھر حجرہ مبارک میں چلے جاتے۔ اس موقع پر اسی طرح رسول اللہ ﷺ کو سلام عرض کرتے جیسے آپ ﷺ کی زندگی میں کیا کرتے تھے۔

صلوٰۃ وسلام کی مختلف اقسام

رہا وہ سلام جو آپ ﷺ نہیں سن پاتے تو اس کے بدلے رب کریم آپ ﷺ پر دس مرتبہ رحمت بھیجتا ہے جیسے نماز میں' مسجد میں داخل ہوتے اور مسجد سے نکلتے وقت سلام کہا جاتا ہے۔ یہ ایسا سلام ہے جس کا حکم ہر جگہ اور ہر وقت ہے۔ یہ دور کا سلام قریب والے سلام سے افضل ہے۔ قریب سے سلام پڑھنے میں مومنین خواہ زندہ ہوں یا فوت شدہ برابر ہیں۔ البتہ مطلق اور عام سلام کا حکم رسول اللہ ﷺ کے لیے خاص ہے۔ جیسے درود شریف کا حکم آپ ﷺ کی ذات کے لیے خاص ہے اگرچہ غیر نبی پر عموماً درود وسلام اور خصوصاً درود پڑھنے میں اختلاف ہے۔

بعض علماء نے درود اور سلام دونوں کو رسول اللہ ﷺ کے لیے مخصوص کیا ہے۔ یہ مسلک ابو محمد الجوینی سے منقول ہے۔

اس سلسلے میں جمہور علماء کا کہنا ہے کہ سلام رسول اللہ ﷺ کے لیے خاص نہیں ہے۔ اور صلوۃ میں اختلاف ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے خاص طور پر صلوۃ و سلام کے متعلق فرمایا ہے:

﴿إِنَّ اللَّهَ وَمَلَٰٓئِكَتَهُۥ يُصَلُّونَ عَلَى ٱلنَّبِيِّ ۚ يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ صَلُّوا۟ عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا۟ تَسْلِيمًا ۝﴾ (الاحزاب: ۳۳/ ۵۶)

''اللہ اور اس کے فرشتے نبی پر درود بھیجتے ہیں۔ اے لوگو جو ایمان لائے ہو تم بھی ان پر درود و سلام بھیجو۔''

اس آیت کریمہ میں خبر اور امر دونوں موجود ہیں۔ لیکن عام مومنین کے بارے میں صرف خبر ہے جیسے:

﴿هُوَ ٱلَّذِى يُصَلِّى عَلَيْكُمْ وَمَلَٰٓئِكَتُهُۥ ۝﴾ (الاحزاب: ۳۳/ ۴۳)

''وہی ہے جو تم پر اپنی رحمت نازل فرماتا ہے اور اس کے فرشتے طلب رحمت کی دعاء کرتے ہیں۔''

اسی وجہ سے خطباء حضرات کا کہنا ہے کہ انسان کو اللہ تعالیٰ نے وہ حکم دیا ہے جس کی اس نے پہلے خود ابتداء کی ہے اور جس پر اللہ نے فرشتوں کی تعریف کی ہے۔

رسول اللہ ﷺ پر صلوۃ و سلام کہتے ہوئے اللہ نے اپنی تمام مخلوق میں سے صرف مومنین کو یا ایھا سے خطاب کیا اور مومنین پر اپنی صلاۃ (رحمتِ) کا ذکر کرتے ہوئے پہلے اپنی ذات سے ابتداء کی ہے اور پھر فرشتوں کا ذکر کیا ہے' لیکن اس کے بعد یہاں مومنوں کو ایھا سے خطاب نہیں کیا۔ حدیث میں آیا ہے:

((إِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰئِكَتَه يُصَلُّوْنَ عَلٰى مُعَلِّمِ النَّاسِ الْخَيْرَ))[1]

''اللہ رحمت بھیجتا ہے اور اس کے ملائکہ طلب رحمت کی دعاء کرتے ہیں اس شخص کے لیے جو لوگوں کو بھلائی کی تعلیم دیتا ہے۔''

---

[1] سنن ترمذی۔ کتاب العلم: باب ماجاء فی فضل الفقه علی العبادة (حدیث: ۲۶۸۵)

تمام مسلمانوں کا اس پر اتفاق ہے کہ انسان نماز اور غیر نماز میں اپنے لیے دعاء کرنے سے پہلے رسول اکرم ﷺ پر درود وسلام کہے اور اس کے بعد دعاء مانگے۔

فرض نمازوں میں رسول اللہ ﷺ پر درود وسلام کہنے میں اختلاف ہے۔

- امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک واجب ہے۔
- امام ابوحنیفہ امام مالک اور امام احمد رحمہم اللہ کی ایک روایت کے مطابق واجب نہیں ہے۔

وجوب کی صورت میں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ آیا یہ نماز کا رکن ہے یا نہیں؟ یا اس کے سہوا ترک سے نماز باطل ہوگی یا نہیں؟

اس کے جواب میں دو روایات منقول ہیں۔

زیادہ صحیح یہ ہے کہ دعاء کے ساتھ درود شریف واجب ہے۔ ہمیں دعاء کی ابتداء آپ ﷺ پر درود سے کرنی چاہئے اور نماز میں آپ ﷺ پر سلام پڑھنے کا حکم ہے اور وہ ہے تشہد میں جو کہ امام احمد رحمہ اللہ (کے مشہور قول کے مطابق) اور امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک نماز کا رکن ہے اسے عمداً یا سہواً ترک کرنے سے نماز باطل ہو جائے گی جبکہ امام مالک رحمہ اللہ اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک آخری تشہد میں ترک کرنے سے نماز باطل ہوگی۔

امام احمد رحمہ اللہ (کے مشہور قول کے مطابق) اور امام مالک رحمہ اللہ کے نزدیک اگر پہلے تشہد میں اسے عمداً ترک کر دیا جائے تو نماز باطل ہوگی لیکن سہواً چھوٹ گیا تو سجود سہو لازم ہوں گے۔

اسے امام احمد رحمہ اللہ واجب اور اصحاب مالک رحمہ اللہ واجب سنت کا نام دیتے ہیں۔

جو شخص عمداً چھوڑ دے اسے نماز دوبارہ ادا کرنے میں کسی کو اختلاف نہیں اور جو سہواً چھوڑ دے اسے سجدہ سہو کرنا ضروری ہوگا۔

امام مالک امام احمد اور امام ابوحنیفہ رحمہم اللہ کے نزدیک نماز کے اندر جتنے بھی افعال

ہیں ان کی تین قسمیں ہیں۔

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک جو عمل ہے' اگر کوئی شخص اسے عمداً یا سہواً چھوڑ دے تو وہ گنہگار ہوگا' نماز کا اعادہ ضروری نہیں۔

امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک جو عمل واجب ہے وہ رکن ہے۔ بخلاف حج کے۔ کیونکہ حج کے اندر باتفاق ائمہ جو عمل مستحب ہے (نہ کہ رکن) ادائے دم سے اس کی تلافی ہو جاتی ہے۔

عامِ مسلمانوں پر صلوٰۃ (درود)

اس میں کسی کو اختلاف نہیں کہ رسول اللہ ﷺ بذات خود دوسروں کے لیے رحمت کی دعاء مانگا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَصَلِّ عَلَيْهِمْ ۝﴾ (التوبہ: ۱۰۳)

''ان کے حق میں دعائے رحمت کرو۔''

صحیحین میں روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے یہ دعاء کی کہ:

((اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى اٰلِ اَبِيْ اَوْفٰى))[1]

''اے اللہ! ابی اوفی کی آل پر رحمت نازل فرما۔''

ایک دفعہ ایک عورت نے آ کر عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ! میرے اور میرے خاوند کے لیے دعاء فرمایئے۔ تو آپ ﷺ نے یوں دعاء کی کہ:

((صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْكِ وَعَلٰى زَوْجِكِ))[2]

''اللہ تعالیٰ تجھ پر اور تیرے خاوند پر رحمت نازل فرمائے۔''

---

[1] صحیح بخاری۔ کتاب الزکاۃ : باب صلاۃ الامام و دعائہ لصاحب الصدقۃ (حدیث : ۱۴۹۷) صحیح مسلم۔ کتاب الزکاۃ : باب الدعاء لمن اتی بصدقۃ (حدیث : ۱۰۷۸)

[2] مسند احمد (۳/ ۳۹۸) سنن ابی داؤد۔ کتاب الوتر : باب الصلاۃ علی غیر النبی ﷺ (حدیث : ۱۵۳۳)

رسول اللہ ﷺ کی آل پر صلوۃ (درود)

اس میں بھی کسی کو اختلاف نہیں کہ رسول اللہ ﷺ اپنی آل کے لیے بھی اسی طرح طلب رحمت کی دعاء فرمایا کرتے تھے جیسے آپ نے امت کو تعلیم دی تھی۔ آپ ﷺ کے تعلیمی کلمات یہ ہیں:

((اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔ اَللّٰھُمَّ بَارِكْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ))[1]

''اے اللہ!...... محمد ﷺ اور ان کی آل پر رحمت نازل فرما جیسے تو نے ابراہیم علیہ السلام پر اور ان کی آل پر رحمت نازل کی۔ بے شک تو حمید و مجید ہے اور محمد ﷺ اور ان کی آل پر برکت نازل فرما جیسے تو نے ابراہیم علیہ السلام اور ان کی آل پر برکت نازل کی بے شک تو حمید و مجید ہے۔''

اگر کوئی شخص انفرادی طور پر کسی کو صلوۃ کہتا ہے' جیسے صلی اللہ علی ابی بکر' صلی اللہ علی عمر' صلی اللہ علی عثمان یا صلی اللہ علی علی۔ تو اس میں دو صورتیں ہیں۔

۱...... پہلی یہ کہ جائز ہے

کیونکہ امام احمد رحمہ اللہ نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے اس قول سے استدلال کیا ہے جس میں انہوں نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے کہا تھا کہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْكَ۔

امام احمد رحمہ اللہ کے جمہور اصحاب جیسے قاضی ابی یعلیٰ' ابن عقیل اور الشیخ عبدالقادر بھی اسی کو ترجیح دیتے ہیں۔ اس باب میں انہوں نے کسی اختلاف کا تذکرہ نہیں کیا۔

[1] صحیح بخاری۔ کتاب احادیث الانبیاء: باب (۱۰) (حدیث: ۳۳۷۰) صحیح مسلم۔ کتاب الصلاۃ: باب الصلاۃ علی النبی ﷺ بعد التشہد (حدیث: ۴۰۸)

۲...... دوسری صورت منع کی ہے۔

امام مالک رحمہ اللہ اور امام شافعی رحمہ اللہ کے اصحاب میں سے ایک گروہ نے منع ہی لکھا ہے۔ اور ہمارے جد امجد ابوالبرکات رحمہ اللہ نے بھی اپنی کتاب کبیر میں یہی کہا ہے' ان کی دلیل سیدنا ابن عباسؓ کا وہ قول ہے جس میں وہ فرماتے ہیں کہ:

((لَا اَعْلَمُ الصَّلٰوةَ تَنْبَغِیْ مِنْ اَحَدٍ عَلٰی اَحَدٍ اِلَّا عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ))[1]

''میں نہیں سمجھتا کہ رسول مکرم ﷺ کے علاوہ کسی کی طرف سے کسی اور کو مستحق صلوۃ گردانا جائے۔''

وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ جو لوگ رسول اکرم ﷺ کے علاوہ کسی اور پر صلوۃ کو ممنوع قرار دیتے ہیں۔ ان کا نقطہ نظر یہ ہے کہ اگر رسول اللہ ﷺ کے سوا کسی اور پر صلوۃ بھیجی جائے تو اس کے مستحق بھی رسول اللہ ﷺ ہی ہوں گے۔ البتہ تبعاً دوسرے پر اس کا اطلاق ہوسکتا ہے کیونکہ جو چیز اولاً جائز نہ ہو' وہ تبعاً جائز ہوسکتی ہے۔

رسول اللہ پر صلوۃ پڑھنا واجب اور عام مسلمانوں پر پڑھنا مستحب

جن لوگوں نے اس کو جائز قرار دیا ہے وہ کہتے ہیں کہ کتاب وسنت میں اس کی نفی نہیں۔ سیدنا عمرؓ اور سیدنا علیؓ کے قول سے استدلال کرتے ہیں اور یہ بھی کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے سوا کسی کے لیے واجب نہیں ہے۔ آپ ﷺ کے لیے وجوب کی تخصیص امر کی بنا پر ہے جواز واستحباب کی بنا پر نہیں۔

ایک دلیل یہ بھی دیتے ہیں کہ مومنین کے لیے ملائکہ دعاء کرتے ہیں جیسے صحیحین میں مروی ہے رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

((اِنَّ الْمَلَائِكَةَ تُصَلِّیْ عَلٰی اَحَدِكُمْ مَا دَامَ فِیْ مُصَلَّاه))[2]

---

[1] فضل الصلاۃ علی النبی ﷺ القاضی اسمعیل (ص :)

[2] صحیح بخاری۔ کتاب الاذان : باب فضل صلاۃ الجماعۃ (حدیث : ۶۴۷) صحیح مسلم۔ کتاب المساجد : باب فضل الصلاۃ المکتوبۃ فی جماعۃ (حدیث ۲۷۲/ ۶۴۹)

”تم میں سے اس شخص کے لیے ملائکہ رحمت کی دعاء کرتے رہتے ہیں جب تک وہ اپنی جانماز کی جگہ پر بیٹھا رہتا ہے۔“

لہٰذا جب ایک مؤمن کے لیے فرشتے طلب رحمت کی دعاء کریں اور اللہ تعالیٰ اپنی رحمتوں کا نزول فرمائے تو ایک مؤمن کے لیے کیسے ناجائز ہوگا کہ وہ اپنے مؤمن بھائی کے لیے طلب رحمت کی دعاء نہ کرے؟

اہل بدعت کی اصلاح

رہا ابن عباسؓ کا قول: تو یہ ان اہل بدعت کے لیے ہے جو عام مومنین کو چھوڑ کر صرف سیدنا علیؓ کے لیے صلوۃ کے قائل ہیں' جو بالاتفاق بدعت ہے۔ یہ بدعتی لوگ بنی ہاشم کے تمام افراد' اور حسن رضی اللہ عنہ وحسین رضی اللہ عنہ اور ان کی ازواج کے تمام افراد کے حق میں رحمت کی دعاء نہیں کرتے۔ حالانکہ صحیحین میں یہ الفاظ بصراحت موجود ہیں:

((اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اَزْوَاجِهٖ وَذُرِّيَّتِهٖ))[1]

”اے اللہ!...... محمد ﷺ اور آپ کی ازواج مطہرات اور آپ کی اولاد پر رحمت نازل فرما۔“

اس روایت کے بعد کسی شخص کے پاس کوئی جواز نہیں کہ وہ اہل بیت میں سے چند افراد کو چھوڑ کر بعض کے لیے دعاء کرے۔ یا ...... چند مؤمنین کو دعاء کے لیے مخصوص کر لے۔

عام مسلمانوں کے لیے سلام

جب یہ بات ثابت ہوگئی کہ اللہ نے حکم دیا ہے کہ ہر مؤمن دوسرے پر سلام کہے تو اب جو شخص اس کو ممنوع کہے اور عقیدہ رکھے کہ رسول اللہ ﷺ کے سوا کسی پر بھی درود و سلام نہ کہا جائے جیسے ابو محمد الجوینی رحمہ اللہ وغیرہ کا مسلک ہے تو یہ بات علمائے متقدمین میں

[1] صحیح بخاری۔ کتاب احادیث الانبیاء : باب (۱۰) (حدیث : ۳۳۶۹) صحیح مسلم۔ کتاب الصلاۃ : باب الصلاۃ علی النبی ﷺ بعد التشہد (حدیث : ۴۰۷)

معروف نہ تھی بلکہ اکثر علماء متاخرین نے بھی اس کی تردید کی ہے۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ کے علاوہ عام مؤمنوں کو حکم ہے کہ ایک دوسرے کو سلام کہیں۔

عام مؤمنوں کا آپس میں سلام کہنا واجب ہے یا مستحب موکد؟ اس میں دو قول ہیں اور یہ دونوں قول امام احمد رحمہ اللہ کے مسلک کے مطابق درست ہیں البتہ سلام کا جواب دینا بالا جماع واجب ہے۔ سب لوگ جواب دیں یا ایک شخص جواب دے دے تو بھی کافی ہے۔

جب کوئی مسلمان نماز سے فارغ ہو تو کہے کہ السلام علیکم۔ السلام علیکم۔

رسول اللہ ﷺ صحابہ کرام کو زیارت قبور کے وقت مندرجہ ذیل دعاء سکھلایا کرتے تھے۔

((اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ اَهْلَ الدِّيَارِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُسْلِمِيْنَ))[1]

"اے مؤمن اور مسلمان اہل دار! تم پر اللہ تعالیٰ کی رحمت ہو۔"

دور سے سلام وصلوۃ بھیجنا رسول اللہ کے لیے مخصوص ہے

جو علماء کرام کہتے ہیں کہ ...... سلام رسول اللہ ﷺ کا خاصہ ہے وہ حاضر و موجود شخص کو سلام کہنے سے نہیں روکتے۔ لیکن وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ غیر حاضر کو سلام نہیں کہا جاسکتا دور سے سلام کہنا صرف رسول اللہ ﷺ کا ہی خاصہ ہے۔ ان کا یہ مؤقف کمزور ہے۔ اس لیے کہ اس کا حکم اور وجوب رسول اللہ ﷺ کا خاصہ ہے۔ جیسے تشہد میں۔ تشہد میں آپ ﷺ کے سوا کسی خاص اور معین شخص کو سلام نہیں کہا جاتا۔ یہی صورت مسجد میں داخل ہوتے اور نکلتے وقت سلام کہنے کی ہے۔ اس سے اس بات کی تائید ہوتی ہے کہ سلام صلوۃ ہی کی طرح ہے اور یہ دونوں نماز اور غیر نماز میں واجب ہیں۔ البتہ رسول اللہ ﷺ کے سوا عام افراد کو ملاقات کے وقت سلام تحیہ کہنا بالاتفاق واجب ہے۔

---

[1] صحیح مسلم۔ کتاب الجنائز: باب مایقال عند دخول القبور (حدیث: ۹۷۴)

مسلمان کے مسلمان پر پانچ حقوق

سلام تحیہ واجب ہے یا مستحب؟ اس میں امام احمد رحمہ اللہ سے دو قول مروی ہیں۔ دلائل اور نصوص کی روشنی میں اسے واجب ہی سمجھا جائے گا۔ ہمارے اس مسلک کی تائید صحیح مسلم کی اس روایت سے بھی ہوتی ہے جس میں رحمت دو عالم ﷺ نے فرمایا ہے کہ:

((خَمسٌ تَجِبُ لِلْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ))

ایک مسلمان کے دوسرے پر پانچ حقوق واجب ہیں:

① ((يُسَلِّمُ عَلَيْهِ إِذَا لَقِيَه))

جب ملاقات ہو تو سلام کہے۔

② ((وَيَعُودُه إِذَا مَرِضَ))

جب بیمار پڑ جائے تو اس کی عیادت کرے۔

③ ((وَيُشَيِّعُه إِذَا مَاتَ))

جب فوت ہو جائے تو اس کے جنازہ کے ساتھ جائے۔

④ ((وَيُجِيبُهُ إِذَا دَعَاه))

جب دعوت دے تو قبول کرے۔

⑤ ((وَيُشَمِّتُه إِذَا عَطِسَ))[1]

جب چھینک آئے تو جواب دے۔

اکثر فقہاء نے دعوت قبول کرنے کو واجب قرار دیا ہے اور نماز جنازہ بالاتفاق فرض کفایہ ہے۔ ملاقات کے وقت سلام کہنا' اور بیمار کی عیادت دعوت قبول کرنے سے زیادہ اہم ہے۔ کیونکہ ملاقات کے وقت سلام نہ کہنے اور مریض کی عیادت نہ کرنے کے نقصانات دعوت قبول نہ کرنے کے نقصانات سے زیادہ سنگین ہیں۔ دعوت قبول کرنے اور مریض کی

[1] صحیح بخاری۔ کتاب الجنائز : باب الامر باتباع الجنائز (حدیث : ۱۲۴۰) صحیح مسلم۔ کتاب السلام۔ باب حق المسلم للمسلم رد السلام (حدیث : ۲۱۶۲)

عیادت کرنے سے سلام کہنا زیادہ آسان ہے۔ ان مسائل کی مزید تشریح کا یہ موقع نہیں۔

زندگی میں ملاقات اور قبر پر زیارت کے وقت سلام مسلمان کا حق ہے

ہماری گفتگو کا ما حاصل یہ ہے کہ زندگی میں ملاقات اور مرنے کے بعد قبر کی زیارت کے وقت سلام کہنا ہر مسلمان کا دوسرے پر حق ہے۔

مندرجہ بالا حدیث کی روشنی میں صحابہ کرام کو اس بات کا علم تھا کہ قبر مکرم کے پاس آپ کو سلام کرنے میں آپ کی کوئی خصوصیت نہیں۔ بلکہ یہ تو ہر مسلمان کے حق میں ضروری ہے خواہ وہ زندہ ہو یا مردہ۔ کیونکہ ہر مؤمن سلام کا جواب دیتا ہے۔

یہاں سلام کا جواب مقصود بالذات نہیں بلکہ حکم تو یہ ہے کہ جب بھی ایک مؤمن دوسرے سے ملے تو سلام کہے اور جب کسی مؤمن کی قبر پر جائے تو سلام کہے۔ دور دراز کا تکلفاً سفر کرنا مناسب نہیں۔

رسول اللہ کے لیے مخصوص صلاۃ وسلام

نماز کے اندر مسجد میں داخل اور مسجد سے نکلتے وقت رسول اللہ ﷺ پر سلام کہنا' یہ آپ ﷺ کی خصوصیت ہے۔ یہ ایسا عمل ہے جس کا قرآن کریم میں حکم ہے اور جو شخص رسول اللہ ﷺ پر درود و سلام کہتا ہے' اللہ تعالیٰ اس پر دس مرتبہ رحمت بھیجتا ہے۔ یہ ایسا عمل ہے جو افضل و انفع اور اکمل ہونے کے ساتھ ساتھ اس میں فتنہ وفساد کا خدشہ نہیں۔

درود و سلام کہنا ایسا عمل ہے جو قبر مکرم کے ساتھ خاص نہیں اور نہ ہی اس عمل کے لیے سفر کرنے کی اجازت ہے۔ بلکہ اس مقصد کے لیے نیت کرنا بھی قبر مکرم کو میلہ بنانے کے مترادف ہوگا۔ جیسے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''میرے گھر کو میلہ نہ بنا لینا''[1]

پس صحابہؓ خلفائے راشدین اور مہاجر و انصار سابقین الاولین کے دور میں معمول یہ تھا کہ وہ مسجد نبوی میں تشریف لاتے۔ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کے ارشادات کے

---

[1] سنن ابی داؤد۔ کتاب المناسك : باب زیارة القبور (حدیث : ۲۰۴۲)

مطابق آپ پر درود و سلام کہتے تھے۔ اور دوران نماز اپنے لیے ہر وہ دعاء کرتے جو انہیں زیادہ پسندیدہ ہوتی تھی۔ جیسے صحیحین میں ابن مسعودؓ کو تشہد سکھلایا تو فرمایا کہ تشہد کے بعد جو چاہو دعاء مانگو۔[1]

صحابہ کرام کا طرز عمل

صحابہ کرامؓ درود و سلام یا کسی بھی مسنون عمل کی بجا آوری کے لیے حجرہ مبارک کے قریب یا اس کے اندر قبر مکرم کے پاس نہیں جاتے تھے۔ جیسے کہ مشرک اور بدعتی لوگ کرتے ہیں۔ اس قسم کے مشرکانہ افعال کا وجود قرون ثلاثہ میں ناپید تھا۔ ان بدعات سے صحابہ، تابعین، تبع تابعین کا دور بالکل خالی، صاف ستھرا اور نکھرا ہوا ہے۔

صاحب علم و ایمان انسان اگر مذکورۃ الصدر دلائل پر غور کرے تو اس پر دین حق اور صحیح مؤقف واضح ہو جائے گا، اور پھر وہ شخص اہل توحید، اہل سنت، اہل ایمان اور اہل جہل و بدعت میں فرق کر سکے گا۔

مندرجہ دلائل و براہین کی روشنی میں یہ بات اظہر من الشمس ہوگئی کہ خلفاء راشدین اور جمہور صحابہ مسجد نبوی میں داخل ہوکر نمازیں ادا کرتے اور پھر نماز کے اندر، مسجد میں داخل اور مسجد سے نکلتے وقت رسول اللہ ﷺ پر درود و سلام کہتے لیکن قبر مکرم کے قریب جانے کی ضرورت محسوس نہ کرتے تھے۔

مسجد میں داخل ہوتے اور نکلتے وقت رسول اللہ پر سلام کا طریقہ

ہر مسلمان پر لازم ہے کہ وہ مسجد میں داخل ہوتے وقت آپ ﷺ پر یوں سلام کہے کہ:

((بِسْمِ اللّٰهِ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِیْ ذُنُوْبِیْ وَافْتَحْ لِیْ اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ))

---

[1] صحیح بخاری۔ کتاب الاذان : باب مایتخیر من الدعاء بعد التشهد (حدیث : ۸۳۵)
صحیح مسلم۔ کتاب الصلاة : باب التشهد فی الصلاة (حدیث : ۴۰۲)

”اللہ کا نام لے کر رسول اللہ ﷺ پر سلام ہو۔ اے اللہ! میرے گناہ معاف فرما۔ اور اپنی رحمت کے دروازے کھول دے۔“

اور جب مسجد سے نکلے تو کہے:

((بِسۡمِ اللّٰهِ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوۡلِ اللّٰهِ ﷺ اَللّٰهُمَّ اغۡفِرۡلِیۡ ذُنُوۡبِیۡ وَافۡتَحۡ لِیۡ اَبۡوَابَ فَضۡلِكَ))

”اللہ کا نام لے کر۔ رسول اللہ ﷺ پر سلام ہو۔ اے اللہ! میرے گناہ معاف فرما اور اپنے فضل کے دروازے میرے لیے کھول دے۔“

یہ ایسا سلام ہے جو انسان کو قبر مکرم کے نزدیک سلام کرنے سے بے نیاز کر دیتا ہے۔ یہ رسول اللہ ﷺ کا خاصہ ہے جس میں کسی قسم کا خدشہ و مفسدہ نہیں ہے۔ یہ ایسا عمل ہے جو نمازوں میں بار بار دہرایا جاتا ہے۔ اذان کے وقت بھی اس کی تجدید ہوتی ہے اور ہر مسلمان رسول مکرم کے لیے وسیلہ کا طالب ہوتا ہے۔ صحیح مسلم میں عبداللہ بن عمرو بن العاص سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((اِذَا سَمِعۡتُمُ الۡمُؤَذِّنَ فَقُوۡلُوۡا مِثۡلَ مَا یَقُوۡلُ ثُمَّ صَلُّوۡا عَلَیَّ فَاِنَّهٗ مَنۡ صَلّٰی عَلَیَّ مَرَّةً صَلَّی اللّٰهُ عَلَیۡهِ عَشۡرًا ثُمَّ سَلُوا اللّٰهَ لِیَ الۡوَسِیۡلَةَ فَاِنَّهَا دَرَجَةٌ فِی الۡجَنَّةِ لَا تَنۡبَغِیۡ اِلَّا لِعَبۡدٍ مِنۡ عِبَادِ اللّٰهِ وَاَرۡجُوۡا اَنۡ اَکُوۡنَ اَنَا هُوَ مَنۡ سَاَلَ لِیَ الۡوَسِیۡلَةَ حَلَّتۡ عَلَیۡهِ شَفَاعَتِیۡ یَوۡمَ الۡقِیَامَةِ))[1]

”جب اذان سنو تو جو الفاظ مؤذن کہے وہی تم کہو۔ پھر مجھ پر درود بھیجو۔ کیونکہ جو شخص مجھ پر ایک بار درود بھیجتا ہے اللہ اس پر دس دفعہ رحمت نازل فرماتا ہے۔“ پھر میرے لیے وسیلہ کی دعاء کرو۔ وسیلہ جنت کے درجات میں سے ایک درجہ ہے جو اللہ کے بندوں میں سے صرف ایک کے لیے خاص ہے اور مجھے

---

[1] صحیح مسلم۔ کتاب الصلاۃ: باب استحباب القول مثل قول المؤذن (حدیث: ۳۸۴)

امید ہے کہ وہ بندہ میں ہی ہوں۔ جو شخص میرے لیے وسیلہ کی دعاء کرتا ہے قیامت کے دن اس کی شفاعت مجھ پر حلال ہو جائے گی۔"

قبر پر سلام اور اس کا جواب عام ہے

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس سے بخوبی آگاہ تھے کہ قبر مکرم پر وہی سلام مستحب ہے جو عام ملاقات کے وقت کہا جاتا ہے اور جو ہر مسلمان پر مستحب ہے کہ وہ اپنے بھائی کو ملتے وقت یا اس کی قبر پر حاضری کے وقت کہے۔ اس سلام میں رسول اللہ ﷺ اور عام مؤمن برابر شامل ہیں...... رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

((مَا مِنْ رَجُلٍ يُسَلِّمُ عَلَيَّ اِلَّا رَدَّ اللّٰهُ عَلَيَّ رُوْحِيْ حَتّٰى اَرُدَّ عَلَيْهِ السَّلَامَ))[1]

"اگر کوئی شخص مجھ پر سلام بھیجے گا تو اللہ تعالیٰ میرے جسم میں روح کو واپس کر دے گا۔ یہاں تک کہ میں اس کے سلام کا جواب دوں گا"

اور عام مومنین کے بارے میں مروی ہے:

((مَا مِنْ رَجُلٍ يَمُرُّ بِقَبْرِ اَخِيْهِ الْمُؤْمِنِ كَانَ يَعْرِفُه فَيُسَلِّمُ عَلَيْهِ اِلَّا عَرَفَه وَرَدَّ عَلَيْهِ السَّلَامُ))[2]

"جب کوئی شخص اپنے اس مؤمن بھائی کی قبر کے پاس سے گزرتا ہے جس کو وہ پہچانتا تھا۔ تو وہ اسے سلام کرتا ہے تو وہ اس کو پہچان لیتا ہے اور اس کے سلام کا جواب دیتا ہے۔"

زیارت قبور کی مسنون دعاء

رسول اللہ ﷺ کا معمول تھا کہ جب آپ قبرستان تشریف لے جاتے تو یہ دعاء

---

[1] سنن ابی داؤد۔ کتاب المناسک : باب زیارة القبور (حدیث : ۲۰۴۰)

[2] اخرجه ابن عبدالبر فی المتهید والاستذکار (۱/ ۱۸۵) کما فی شرح الصدور للسیوطی (ص : ۲۰۲) و تقدم تخریجه مفصلاً (ص : ۱۳۷)

پڑھتے :

((اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ اَهْلَ الدِّيَارِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُسْلِمِيْنَ وَاِنَّا اِنْ شَاءَ اللّٰهُ بِكُمْ لَاحِقُوْنَ۔ اَنْتُمْ لَنَا فَرَطٌ وَ نَحْنُ لَكُمْ تَبَعٌ اَسْأَلُ اللّٰهَ الْعَافِيَةَ لَنَا وَلَكُمْ))[1]

''سلامتی ہو تم پر اے گھر والو! مؤمنوں اور مسلمانوں میں سے اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا تو ہم تمہیں ملنے والے ہیں۔ تم ہم سے تو اور ہم تمہارے تابع ہیں۔ میں اپنے اور تمہارے لیے اللہ تعالیٰ سے عافیت مانگتا ہوں۔''

نماز والا صلوٰۃ وسلام قبر پر صلاۃ وصوم سے افضل ہے

آپ ﷺ صحابہ کرام کو بھی یہی دعاء سکھلایا کرتے تھے۔ دوران نماز آپ ﷺ پر درود وسلام کہنا قبر مکرم کے نزدیک کہنے سے افضل ہے۔ اس کا ہر مسلمان کو حکم بھی ہے اور آپ کا خاصہ بھی۔

جو شخص آپ ﷺ پر درود وسلام کہتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر رحمتیں نازل فرماتا ہے۔

جو شخص رسول مکرم ﷺ پر ایک دفعہ درود بھیجتا ہے اللہ اس پر دس دفعہ رحمت نازل فرماتا ہے اور جو شخص ایک دفعہ سلام کہتا ہے اللہ اس پر دس مرتبہ رحمت بھیجتا ہے۔

لہٰذا یہ مقصد رسول اللہ ﷺ اور امتی کو اس وقت حاصل ہو جاتا ہے جب وہ مسجد نبوی ﷺ میں یا کسی دوسری مسجد میں داخل ہوتے رسول اللہ ﷺ پر درود وسلام کہتا ہے لہٰذا قبر مکرم کے پاس جانے سے نہ آپ ﷺ کو اور نہ سلام کہنے والے کو کوئی خاص فائدہ ہوتا ہے۔ البتہ مسجد قبا اس سے مستثنیٰ ہے۔ کیونکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہر ہفتہ کے دن وہاں جا کر اتباع سنت کا مظاہرہ کیا کرتے تھے۔ انہیں علم تھا کہ مسجد قباء میں حاضری دے کر اتباع رسول ﷺ کا فریضہ بھی ادا کرتے اور مسجد نبوی ﷺ میں جمعہ اور نماز کے اندر درود وسلام پڑھ کر دونوں اجروں کو سمیٹ لیتے تھے کیونکہ مسجد قباء میں نماز ادا کرنے سے دونوں

[1] صحیح مسلم۔ کتاب الجنائز : باب ما یقال عند دخول القبور (حدیث : ۹۷۴، ۹۷۵)

فائدے بیک وقت حاصل ہو جاتے ہیں۔

یہی حال اس شخص کا ہے جو اہل بقیع اور شہدائے احد کی قبروں کی زیارت کے لیے جاتا ہے۔ جیسے رحمت دو عالم ﷺ وہاں تشریف لے جا کر ان کے لیے دعاء فرماتے تھے۔ اس میں صرف فائدہ ہی فائدہ ہے خرابی کوئی نہیں۔ جنت البقیع اور شہدائے احد کیلئے نماز کے اندر دعاء نہیں کی جاتی' اسی وجہ سے ان کی قبروں پر جانا ایک مستقل مسئلہ ہے۔ بایں ہمہ امام مالک رحمہ اللہ سے منقول ہے کہ اس کو سنت قرار دے لینا مکروہ ہے۔ اس سلسلے میں ابن عمرؓ کا عمل واجب اتباع نہ ہوگا۔ جیسے ان کے منبر نبوی ﷺ کے اس حصے کو چھونا جہاں رسول اللہ ﷺ بیٹھا کرتے تھے کہ قابل عمل نہیں سمجھا گیا۔

رسول معظم ﷺ نے جن مقامات پر نماز ادا کی ہے ابن عمرؓ وہاں جانا مستحب سمجھتے تھے' بلکہ وہاں جا کر نماز ادا کرنا آپ کا معمول بن گیا تھا۔ اس کے باوجود جمہور صحابہ کرامؓ نے اسے استحباب کی نگاہ سے نہیں دیکھا۔ جمہور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہر اس عمل کو محبوب سمجھتے تھے جسے رسول اللہ ﷺ نے پسند فرمایا تھا اور وہ یہ کہ جہاں نماز کا وقت ہو جائے وہیں نماز ادا کرنا ضروری ہے۔

اثار و مشاھد کے تتبع پر سیدنا عمرؓ کی تنبیہ

سیدنا عمر بن خطابؓ اس شخص کو سختی سے منع فرماتے جو ایسی جگہ جا کر نماز ادا کرنے کی کوشش کرتا جہاں رسول اللہ ﷺ نے نماز پڑھی تھی۔ آپ کا مشہور قول ہے:

((اِنَّمَا هَلَكَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ بِهٰذَا فَاِنَّهُمْ اِتَّخَذُوْا اٰثَارَ اَنْبِيَائِهِمْ مَسَاجِدَ مَنْ اَدْرَكَتْهُ الصَّلٰوةُ فِيْهِ فَلْيُصَلِّ وَ اِلَّا فَلْيَذْهَبْ))[1]

"تم سے پہلے لوگ اسی بناء پر ہلاک ہوئے کہ وہ اپنے انبیاء کے نشانات (اثار) کو عبادت گاہ بنا لیا کرتے تھے اور اگر کسی کو وہاں (اتفاقاً) نماز کا وقت آئے تو نماز ادا کرے ورنہ وہاں سے چل دیئے۔"

---

[1] البدع والنھی عنھا لمحمد بن وضاح (ص : ۴۱۔ ۴۲)

سیدنا عمر بن خطابؓ نے لوگوں کو وہی حکم دیا جو سنت نبوی ﷺ کے مطابق تھا۔ آپ ان خلفائے راشدین میں سے ایک ہیں جن کی اتباع کرنے کی رسول اللہ ﷺ نے وصیت فرمائی تھی۔ ابوبکر صدیقؓ اور عمر فاروقؓ کی اتباع کی بطور خاص وصیت ہے' آپ ﷺ فرماتے ہیں:

((اِقْتَدُوْا بِالَّذِیْنَ مِنْ بَعْدِیْ اَبِیْ بَکْرٍ وَ عُمَرَ))[1]

''میرے بعد ابوبکرؓ اور عمرؓ کی اقتداء کرنا۔''

بیت المقدس کی طرف کثرت سفر پر امام مالک کی ناپسندیدگی

اقتدا کا حکم امر سنت سے زیادہ اعلیٰ وارفع ہے۔ امام مالک رحمہ اللہ سے منقول ہے کہ وہ بیت المقدس کی طرف بار بار سفر کرنے کو مکروہ سمجھتے تھے تاکہ اس سفر کو لوگ سنت نہ سمجھ لیں۔

امام موصوف سے یہ بھی منقول ہے کہ وہ وقت مقرر کر کے بیت المقدس کی طرف جانے کو بھی مکروہ سمجھتے تھے تاکہ اس سفر کو لوگ سنت نہ سمجھ لیں جیسے کہ حج وغیرہ۔ کیونکہ وقت مقرر کر کے رسول مکرم ﷺ قبور شہداء گئے اور نہ ہی جنت البقیع کی طرف تشریف لے گئے جس طرح حج' جمعہ اور عیدین میں آپ کا معمول تھا لہٰذا اس فرق کو مدنظر رکھنا انتہائی ضروری ہے۔

آپ ﷺ نے رات کے وقت بارہا جماعت سے نماز ادا کی۔ ضحیٰ' کسوف' عیدین اور جمعہ کے علاوہ پانچوں نمازوں کا وقت مقرر فرمایا۔

رہا صرف سلام عرض کرنے کے لیے قبر مکرم کے پاس جانا۔ تو یہ وظیفہ نماز کے اندر' مسجد میں داخل ہوتے اور نکلتے وقت مسنون دعاء پڑھنے سے حاصل ہو جاتا ہے۔ لہٰذا قبر مکرم کے پاس جانے کی ضرورت ہی نہیں رہتی۔

---

[1] سنن ترمذی۔ کتاب المناقب : باب (۱۶) (حدیث : ۳۶۶۲) سنن ابن ماجہ۔ المقدمۃ : باب فضل ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہ (حدیث : ۹۷)

نماز کے بعد بار بار قبر مکرم کے پاس جانے سے یہ خطرہ ہے کہ قبر مکرم میلہ اور وثن نہ بن جائے جس سے آپ ﷺ نے منع فرمایا ہے۔

مسجد نبوی کی تاریخ توسیع

رسول اللہ ﷺ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے مکان میں مدفون ہیں۔ تمام امہات المومنینؓ کے مکانات مسجد نبوی ﷺ سے مشرقی جانب واقع تھے۔ آپ ﷺ کی حیات طیبہ میں ایک مکان بھی مسجد کے اندر نہ تھا بلکہ آپ ﷺ مکان سے نکل کر مسجد کی طرف تشریف لے جایا کرتے تھے۔

جب ولید بن عبدالملک نے اقتدار سنبھالا تو اس نے مساجد کی تعمیر و توسیع میں ایک خاص مقام حاصل کیا۔ اسے مساجد تعمیر کرنے کا خاصہ شوق اور جذبہ تھا۔ چنانچہ اس نے مسجد نبوی ﷺ مسجد الحرام اور مسجد دمشق وغیرہ میں توسیع کی۔ اس نے اپنے گورنر عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کو لکھا کہ وہ رسول اکرم ﷺ کے تمام مکانات جن جن کے پاس بطور ورثہ ہیں قیمتاً خرید کر مسجد میں شامل کر دے۔ چنانچہ تمام مکانات کو خریدا گیا اور پھر انہیں مسجد میں شامل کر دیا گیا۔

یہ وہ وقت تھا جب خطہ ارض پر صحابہ میں سے ایک بھی بقید حیات نہ تھا۔ ابن عمرؓ ابن عباسؓ، ابو سعید خدریؓ اور سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بھی اس دار فانی سے رحلت فرما گئی تھیں۔

سعید بن مسیب رحمہ اللہ کے بارے میں مروی ہے کہ انہوں نے اس توسیع کو اچھا نہیں سمجھا۔ اکثر صحابہ اور تابعین نے بھی سیدنا عثمانؓ کی تجدید مسجد نبوی ﷺ سے بھی اتفاق نہیں کیا تھا۔ کیونکہ سیدنا عثمانؓ نے پتھر، چونا اور ساگون کی لکڑی سے مسجد کو مزین بنا دیا تھا۔

جب ولید نے مسجد کی توسیع کی تو اکثر تابعین نے اسے استحسان کی نگاہ سے نہیں دیکھا۔

رہا سیدنا عمرؓ کا مسجد کی وسیع کرنا۔ تو آپ نے دیواریں گارے سے، ستون کھجور کے

ستون کے اور چھت کھجور کی ٹہنیوں سے بنائی تھی۔ سیدنا عمرؓ کے اس عمل پر کسی صحابی نے تنقید نہیں کی۔ البتہ سیدنا عثمانؓ اور ولید کی توسیع پر اختلاف پیدا ہوا تھا۔

ولید کے سکریٹری کا بیان ہے۔[1]

''امام بخاری رحمہ اللہ نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا قول نقل کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے مبارک دور میں مسجد نبوی ﷺ کی دیواریں اینٹوں کی، چھت کھجور کی ٹہنیوں کی اور ستون کھجور کی لکڑی کے تھے۔ ابوبکر صدیقؓ نے اس پر کسی قسم کا اضافہ نہیں کیا۔ عمر فاروقؓ نے توسیع کی تو پھر مسجد کی شکل وصورت وہی رہی، جو آپ ﷺ کے وقت تھی۔ البتہ سیدنا عثمانؓ نے خاصی تبدیلیاں کی تھیں۔ آپ نے دیواریں اور ستون منقش پتھروں سے بنائے اور چھت کو ساج سے مزین کیا۔

امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

منبر رسول ﷺ اور مسجد کی وہ دیوار جو قبلہ کی طرف تھی ان کے درمیان صرف اتنا فاصلہ تھا کہ ایک بکری گزر سکتی تھی۔ پھر عمر فاروقؓ نے قبلہ رخ دیوار کو حد مقصود تک بڑھا دیا۔ پھر عثمان رضی اللہ عنہ کی دیوار کو وہاں تک لے آئے جہاں اب واقع ہے۔ البتہ منبر کو اپنی جگہ پر ہی رہنے دیا۔

خارجہ بن زید جن کا شمار مدینہ منورہ کے سات معروف ومشہور فقہاء میں ہوتا ہے۔ فرماتے ہیں کہ:

رسول اللہ ﷺ نے اپنی مسجد تعمیر کی، جس کا طول ۷۰ اور عرض ۶۰ ہاتھ یا قدرے زیادہ تھا۔

اہل سیر کا کہنا ہے:

سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے جب مسجد نبوی ﷺ کی توسیع کی تو اس وقت مسجد کا طول و عرض ۱۶۰ ہاتھ مربع تھا۔ اور مسجد کے چھ دروازے بنائے گئے۔ جیسے عمر فاروقؓ کے دور

---

[1] ان کا نام عبداللہ بن یعقوب اسکندری تھا۔ (مترجم)

میں تھے۔

اور جب ولید بن عبدالملک نے مسجد کی توسیع کی تو مسجد کا طول ۲۰۰ ہاتھ اور عرض قبلہ کی طرف سے ' ۲۰۰ اور پچھلی طرف سے ۸۰ ہاتھ تک بڑھا دیا۔

پھر اس کے بعد مہدی نے اس کی لمبائی میں صرف شام کی جانب ایک سو گز کا مزید اضافہ کر دیا۔ باقی تین جہتوں سے تعرض نہیں کیا گیا۔ واللہ اعلم۔

عہد صحابہ میں جو شخص رسول اللہ ﷺ پر سلام عرض کرنا چاہتا وہ حجرہ کی مغربی جانب سے قبلہ رخ ہو کر یا حجرہ کی طرف منہ کر کے سلام کہتا۔ اب جہت قبلہ سے بھی آنا ممکن ہے۔ اکثر علماء کا کہنا ہے کہ سلام عرض کرنے والے کو مستحب یہ ہے کہ وہ حجرہ کی طرف منہ کر کے سلام کہے۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا مسلک یہ ہے کہ قبلہ رخ ہو کر سلام کہے۔

ولید نے اپنے باپ عبدالملک کی وفات کے بعد ۸۰ سے ۹۰ھ کے درمیان عنانِ حکومت سنبھالی تو اس وقت صحابہ کرام میں سے چند ایک کے سوا کوئی بقید حیات نہ تھا۔ جیسے انس بن مالک رضی اللہ عنہ وہ بھی بصرہ میں تھے۔ آپ کی وفات ۹۰ سے ۱۰۰ھ کے درمیان ولید بن عبدالملک کے دور میں ہوئی۔ مدینہ منورہ میں تمام صحابہ کے بعد فوت ہونے والوں میں جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ تھے جو ۷۸ھ میں فوت ہوئے۔ آپ کی وفات کے تقریباً دس سال بعد ولید بن عبدالملک نے رسول اللہ ﷺ کے مکانات کو خرید کر مسجد میں داخل کیا اور مسجد کی توسیع ان کی وفات کے بعد عمل میں آئی۔

سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے صحابہ کی موجودگی میں مسجد کی توسیع ضرور کی لیکن رسول اللہ ﷺ کے مکانات میں سے معمولی حصہ بھی مسجد میں داخل نہیں کیا۔ وہ مسجد سے باہر ہی رہے...... جیسے رسول اللہ ﷺ اور ابوبکر رضی اللہ عنہ و عمر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں تھا۔ اس لیے کہ ام المومنین رضی اللہ عنہن ان میں رہائش پذیر تھیں۔

سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت تک آپ وہیں رہیں۔ حسن بن علی رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد آپ کا انتقال ہوا۔ سیدنا حسن رضی اللہ عنہ نے ام المومنین سے حجرہ مبارک میں دفن ہونے کی اجازت

طلب کی۔ چنانچہ آپ نے بخوشی اجازت عطاء فرما دی۔ لیکن دوسرے صحابہ نے اچھا نہ سمجھا کیونکہ جب سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ جیسے صحابی حجرہ میں دفن نہ ہوئے تو دوسرا بھی دفن نہیں ہوسکتا۔ دوسری بات یہ بھی زیر غور تھی کہ کہیں اس پر کوئی فتنہ کھڑا نہ ہو جائے۔

جب ام المومنین عائشہ صدیقہؓ کی وفات کے آثار نمودار ہوئے تو آپ نے بطور خاص وصیت فرمائی کہ مجھے حجرہ کی بجائے جنت البقیع میں دفن کیا جائے۔

مسجد کی توسیع کے سلسلے میں ولید بن عبدالملک نے جو کچھ کیا' اس کے متعلق تابعین کے سوا کسی نے اظہار خیال نہ کیا' جیسے کہ سعید بن میتب رحمہ اللہ اور ان ہی جیسے دیگر تابعین کرامؒ (نے اس عمل کو اچھا نہیں سمجھا۔)

امام موصوف سے سوال ہوا کہ وہ علقمہ اور اسود سے بھی افضل ہیں؟ آپ نے کہا: ہاں! سعید بن میتب رحمہ اللہ افضل ہیں۔

یہ بھی یاد رکھیے کہ علقمہ اور اسود مسجد کی اس توسیع سے کافی عرصہ پہلے فوت ہو چکے تھے۔

حجرہ مبارک کو مسجد میں داخل کرنے سے پہلے ہی مسجد نبوی کی فضیلت مسلم تھی۔ مسجد نبوی کی فضیلت تو اس لیے ہے کہ اسے رسول اللہ ﷺ نے اپنے اور مومنین کے لیے تعمیر کیا تھا کہ اس میں نماز ادا کیا کریں گے۔ اس لیے رسول اللہ ﷺ نے خود اس کی فضیلت بیان فرمائی۔

ہم یہاں مسجد نبوی کی فضیلت کے بارے میں امام مالک رحمہ اللہ کا ایک قول نقل کرتے ہیں' وہ کہتے ہیں:

''مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو جبریل علیہ السلام ہی نے جہت قبلہ سے آگاہ کیا تھا۔ رسول اکرم ﷺ نے وفات تک اسی مسجد میں جمعہ اور نماز باجماعت کا اہتمام فرمایا اور سفر وحضر میں اس مسجد کے سوا کہیں جمعہ ادا نہیں کیا' ہاں البتہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز باجماعت ہر جگہ پر ادا کرلیا کرتے تھے جہاں بھی موقعہ ملتا۔''

لہٰذا ہم رسول اللہ ﷺ کی اتباع کرنے کے مکلف ہیں۔ ہم پر لازم ہے کہ آپ کی ہر بات کی تصدیق کریں اور جو حکم دیں اس پر عمل کریں کیونکہ آپ کی تصدیق اور اطاعت کے بغیر ایمان کی تکمیل ناممکن ہے۔ رسول مکرم کے جمیع افعال کی اقتداء کرنا ہمارے لیے مسنون ہے۔

آثار و مشاہد کی بجائے مساجد سے دل لگانا سنت ہے

آپ ﷺ کے وہ افعال و اعمال جو وجوب' استحباب یا اباحت پر مبنی ہیں' ان پر اسی طرح عمل کرنے کے مکلف ہیں۔ ہاں! جو اعمال آپ ﷺ کی ذات کے ساتھ خاص ہیں' وہ الگ ہیں۔ آپ ﷺ نے جس جگہ کو عبادت کے لیے مسنون قرار دیا ہے ہم پر لازم ہے کہ ہم بھی اسی جگہ کا قصد کریں۔

رسول اللہ ﷺ نے جب مکہ مکرمہ کے سفر کا ارادہ فرمایا تو نیت یہ تھی کہ مسجد الحرام میں دوسری عبادات کے ساتھ ساتھ اس میں نماز ادا کریں گے۔

- بیت اللہ کا طواف کریں گے۔
- صفا مروہ کی سعی کریں گے۔
- میدان عرفات اور مشعر الحرام میں وقوف کریں گے۔
- تینوں جمرات کو کنکریاں ماریں گے۔
- پہلے دو جمروں کے پاس کھڑے ہو کر دعاء مانگیں گے۔

لہٰذا یہ سب کام ہمارے لیے مشروع ہیں۔ بعض واجب اور بعض مستحب۔

رسول مکرم ﷺ مکہ مکرمہ میں مقیم رہے مسجد الحرام کے علاوہ کہیں نہیں گئے۔ دوران سفر ہجرت جس غار (غار ثور) میں قیام کیا تھا وہاں بھی نہیں گئے اور نہ غار حرا میں تشریف لے گئے جہاں آپ ﷺ نبوت سے پہلے عبادت کیا کرتے تھے۔ نیز اہل مکہ بھی اسی طرح عبادت کیا کرتے تھے۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ یہ طریقہ عبدالمطلب نے ایجاد کیا تھا۔

رسول اللہ ﷺ نے طواف کے بعد دو رکعت نماز ادا کی' لیکن سعی بین الصفاء والمروۃ کے بعد نماز پڑھنا ثابت نہیں اور نہ ہی آپ ﷺ نے نماز پڑھی۔

آپ ﷺ جب مسجد الحرام میں داخل ہوئے تو سب سے پہلے طواف کیا اور یہی طواف تحیۃ المسجد کے قائم مقام ٹھہرا۔ آپ عام مساجد میں داخل ہوکر دو رکعت تحیۃ المسجد ادا کیا کرتے تھے۔ مسجد الحرام میں داخل ہوکر یہ دو رکعت ادا نہیں کیں۔

- رسول اللہ ﷺ جب منیٰ پہنچے تو سب سے پہلے جمرۃ العقبہ کو رمی کی۔ اس کے بعد قربانی کی۔
- پھر سر مبارک منڈوایا۔
- اس کے بعد طواف بیت اللہ کے لیے تشریف لے گئے۔
- اب سنت طریقہ یہی ہے کہ اہل منیٰ پہلے رمی کریں' پھر قربانی کریں۔
- اہل منیٰ کا جمرات کو رمی کرنا (دوسروں کے حق میں) نماز عید کے برابر ہے۔

عرفات میں اور منیٰ میں نماز عید ہے نہ جمعہ۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے ان مقامات پر نماز عید پڑھی اور نہ جمعہ۔ آپ ﷺ دوران سفر عید کی نماز پڑھتے نہ جمعہ۔ اسی بنا پر علماء کا خیال ہے کہ سفر میں نماز جمعہ نہ پڑھی جائے۔ اس میں علماء کا معمولی اختلاف ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے سفر میں نماز عید ادا نہیں کی اسی بناء پر جمہور علماء کا کہنا ہے کہ جہاں جمعہ وہاں نماز عید بھی نہیں۔

مدینہ طیبہ میں رسول اللہ ﷺ کے مبارک دور میں صرف ایک ہی عید پڑھی جاتی تھی اور کوئی شخص انفرادی طور پر نماز عید نہیں پڑھتا تھا۔ یہ جمہور علماء کا قول ہے' لیکن اس میں اختلاف ہے۔

اسی بناء پر منیٰ میں مسلمان پہلے رمی اور پھر قربانی کرتے ہیں تا کہ سنت کی اتباع ہو جائے۔

رسول اکرم ﷺ نے جو عمل قرب الٰہی کی خاطر انجام دیا' وہ عبادت ہے اور اسے

اسی طرح تقرب الٰہی کے لیے انجام دیا جائے گا۔

رسول اللہ ﷺ نے جس کام سے اعراض کیا یا کسی وجہ سے اسے انجام نہیں دیا وہ نہ تو عبادت ہے نہ مستحب۔ اور جس کام کو اباحت کی بنا پر کیا لیکن اس میں نیت عبادت کی نہ تھی وہ مباح ہوگا۔

بعض علماء نے ہیئت تک میں مشابہت کو مستحب قرار دیا ہے' جیسے سیدنا عبداللہ بن عمرؓ کا معمول تھا۔

اکثر علماء یہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی متابعت اس وقت ہوگی جب ہم وہی نیت کریں جو آپ ﷺ نے کی تھی صرف صورت میں مشابہت فائدہ مند نہ ہوگی اور جو کام آپؐ نے عبادت کی نیت سے نہیں کیا ایسا کام عبادت کی نیت سے کرنا مستحب نہیں کیونکہ یہ آپ ﷺ کی متابعت نہ ہوگی بلکہ مخالفت ہوگی۔ ایک روایت میں ہے کہ:

((اِنَّه كَانَ يُصَلِّي حَيْثُ اَدْرَكَتْهُ الصَّلٰوةُ))[1]

"رسول اکرم ﷺ جہاں نماز کا وقت ہو جاتا وہیں ادا کر لیتے۔"

صحیح بخاری میں روایت بھی ہے جس میں سیدنا ابوذر غفاریؓ نے سوال کیا تھا کہ زمین پر سب سے پہلے کون سی مسجد تعمیر ہوئی؟ آپ ﷺ نے فرمایا تھا کہ:

((اَلْمَسْجِدُ الْحَرَامُ ثُمَّ الْمَسْجِدُ الْاَقْصٰى ثُمَّ حَيْثُ مَا اَدْرَكَتْكَ الصَّلٰوةِ فَصَلِّ فَاِنَّه مَسْجِدٌ))

"پہلے مسجد الحرام' پھر مسجد اقصیٰ' اس کے بعد جہاں نماز کا وقت ہو جائے وہیں نماز ادا کر لے وہی مسجد ہے۔"

صحیح کی ایک روایت میں یہ الفاظ بھی ہیں:

((فَاِنَّ فِيْهِ الْفَضْلَ))

---

[1] صحیح بخاری۔ کتاب مناقب الانصار : باب مقدم النبی ﷺ و اصحابه المدينة (حديث: ۳۹۳۲)

''وہیں نماز ادا کرنا افضل ہے۔''[1]

پس وہ لوگ انہیں کسی جگہ نماز کا وقت ہو جائے اور وہ نماز پڑھے بغیر ہی وہاں سے آگے نکل جائیں تا کہ ایسی جگہ جا کر نماز ادا کریں جہاں کسی نبی کی کوئی نشانی ہو تو وہ لوگ سنت نبوی کے تارک اور مخالف ہوں گے۔

متلاشیانِ آثار و تبرکات کو سیدنا سیدنا عمرؓ کی تنبیہ

سیدنا عمر بن خطابؓ نے ایک دفعہ دیکھا کہ کچھ لوگ ایسی جگہ جا رہے ہیں جہاں رسول اللہ ﷺ نے نماز پڑھی تھی۔ سیدنا عمرؓ نے پوچھا: یہ کیا ماجرا ہے؟

جواب ملا کہ اس جگہ رسول اللہ ﷺ نے نماز پڑھی تھی۔

سیدنا عمرؓ نے کہا: اچھا یہ وہ جگہ ہے جہاں آپ ﷺ نے نماز ادا کی تھی۔ پھر فرمایا کہ:

((اَتُرِيْدُوْنَ اَنْ تَتَّخِذُوْا اٰثَارَ اَنْبِيَائِكُمْ مَسَاجِدَ۔ اِنَّمَا هَلَكَ بَنُوْ اِسْرَائِيْلَ بِمِثْلِ هٰذَا فَمَنْ اَدْرَكَتْهُ الصَّلٰوةُ فِيْهِ فَلْيُصَلِّ فِيْهِ وَاِلَّا فَلْيَذْهَبْ))[2]

''تم چاہتے ہو کہ انبیاء ﷺ کے آثار کو عبادت گاہ بنا لو۔ بنو اسرائیل اسی وجہ سے ہلاک ہوئے تھے۔'' جس شخص کو جہاں نماز کا وقت ہو جائے وہ وہیں نماز ادا کر لے ورنہ گزر جائے۔''

مشاہد کی بجائے مساجد سے دل لگانے کی ترغیب

مسجد نبوی ہی فضیلت والی ہے کیونکہ اس میں نماز کی فضیلت وارد ہے۔ یہ فضیلت کیوں نہ ہو جبکہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

---

[1] صحیح بخاری۔ کتاب الانبیاء: باب (۱۰) (حدیث: ۳۳۶۶، ۳۴۲۵) صحیح مسلم۔ کتاب المساجد: باب المساجد و مواضع الصلاۃ (حدیث: ۵۲۰)

[2] البدع والنهي عنها لمحمد بن وضاح (ص: ۴۱۔۴۲)

((صَلٰوۃٌ فِی مَسْجِدِی ھٰذَا خَیْرٌ مِّنْ اَلْفِ صَلٰوۃٍ فِیْمَا سِوَاہُ اِلَّا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ))[1]

"مسجد الحرام کے سوا تمام مساجد سے میری اس مسجد میں نماز ادا کرنا ایک ہزار درجہ زیادہ ثواب ہے۔"

رسول اللہ ﷺ کا یہ بھی ارشاد گرامی ہے:

((لَا تُشَدُّ الرِّحَالُ اِلَّا اِلٰی ثَلَاثَۃِ مَسَاجِدَ۔ اَلْمَسْجِدِ الْحَرَامِ، وَالْمَسْجِدِ الْاَقْصٰی وَ مَسْجِدِی ھٰذَا))[2]

"تین مساجد کے علاوہ کسی بھی مسجد کے لیے رخت سفر نہ باندھا جائے۔ یعنی مسجد الحرام، مسجد اقصیٰ اور میری یہ مسجد۔"

مسجد نبوی کو یہ فضیلت حجرہ نبوی کو مسجد میں داخل کرنے سے پہلے ہی حاصل ہے۔ حجرہ کو مسجد میں داخل کرنے سے پہلے ایسے لوگ اس میں نماز ادا کرتے رہے جن کا مقابلہ قیامت تک آنے والے افراد نہ کرسکیں گے۔ کسی شخص کے ذہن میں یہ وہم ہرگز نہیں آنا چاہیے کہ مسجد نبوی کو یہ فضیلت اس لیے ملی کہ اس میں حجرہ مبارک داخل کر دیا گیا ہے اور اب اس کی فضیلت رسول اللہ ﷺ اور خلفائے راشدین کی زندگی سے بھی زیادہ ہے۔

اگرچہ خلفائے راشدین اور اس وقت کے افراد امت کو فضیلت حاصل ہے۔ لیکن اب نہ وہ افراد ہیں نہ وہ دور مسعود ہے۔ مسجد نبوی کو اس وقت بھی فضیلت حاصل تھی جب کہ ابھی حجرہ مبارک اس میں داخل نہیں تھا۔ اگرچہ حالات و واقعات اور افراد امت میں بے شمار تبدیلیاں آچکی ہیں۔

---

[1] صحیح بخاری۔ کتاب فضل الصلاۃ فی مسجد مکۃ والمدینۃ : باب فضل الصلاۃ فی مسجد مکۃ والمدینۃ (حدیث : ۱۱۹۰) صحیح مسلم۔ کتاب الحج : باب فضل الصلاۃ فی مسجد مکۃ والمدینۃ (حدیث: ۱۳۹۴)

[2] صحیح بخاری۔ کتاب فضل الصلاۃ فی مسجد مکۃ والمدینۃ (حدیث : ۱۱۸۹) صحیح مسلم۔ کتاب الحج : باب فضل المساجد الثلاثہ (حدیث: ۱۳۹۷)

بہر کیف یہ خیال رکھنا غلط ہے کہ مسجد نبوی کو حجرہ مبارک کی وجہ سے فضیلت ہے۔

جن افراد نے حجرہ مبارک کو مسجد میں داخل کیا ان کا مقصد تو صرف یہ تھا کہ مسجد کی توسیع ہو۔ اسی مصلحت کی پیش نظر آپ ﷺ کے مکانات کو مسجد میں داخل کر دیا گیا۔ اگرچہ اس عمل کو بعض افراد نے اچھا نہیں سمجھا۔

ہماری گفتگو کا مقصد وحید یہ ہے کہ جو مساجد اللہ تعالیٰ کی رضاء کے لیے تعمیر کی گئی ہیں تا کہ ان میں اللہ کی عبادت ہو اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بنایا جائے۔ تو ان مساجد کی فضیلت عبادت کی وجہ سے ہے کہ ان میں اللہ کے عام بندوں اور بعض انبیاء نے بھی عبادت کی ہے۔ جیسے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ لَمَسْجِدٌ اُسِّسَ عَلَى التَّقْوٰى مِنْ اَوَّلِ يَوْمٍ اَحَقُّ اَنْ تَقُوْمَ فِيْهِ ۚ فِيْهِ رِجَالٌ يُّحِبُّوْنَ اَنْ يَّتَطَهَّرُوْا ۚ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِيْنَ ۝﴾

(التوبہ: ۹/ ۱۰۸)

”جو مسجد اول روز سے تقویٰ پر قائم کی گئی تھی وہی اس کے لیے زیادہ موزوں ہے کہ تم اس میں (عبادت کے لئے) کھڑے ہو۔ اس میں ایسے لوگ ہیں جو پاک رہنا پسند کرتے ہیں۔ اور اللہ کو پاکیزگی اختیار کرنے والے ہی پسند ہیں۔“

﴿ اَفَمَنْ اَسَّسَ بُنْيَانَهٗ عَلٰى تَقْوٰى مِنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانٍ خَيْرٌ اَمْ مَّنْ اَسَّسَ بُنْيَانَهٗ عَلٰى شَفَا جُرُفٍ هَارٍ فَانْهَارَ بِهٖ فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ ۗ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۝﴾ (التوبہ ۹/ ۱۰۹)

”پھر تمہارا کیا خیال ہے کہ بہتر انسان وہ ہے جس نے اپنی عمارت کی بنیاد اللہ کے خوف اور اس کی رضاء کی طلب پر رکھی ہو؟ یا وہ جس نے اپنی عمارت ایک وادی کی کھوکھلی بے ثبات کگر (کنارہ) پر اٹھائی اور وہ اسے لے کر سیدھی جہنم کی آگ میں جا گری؟ ایسے ظالم لوگوں کو اللہ کبھی سیدھی راہ نہیں دکھاتا۔

اخلاص نیت اور عمل صالح کی فضیلت

اعمال کی فضیلت نیت کی درستی' اللہ کی اطاعت اور ایمان محکم پر موقوف ہے :

((اِنَّ اللّٰهَ لَا يَنْظُرُ اِلٰى صُوَرِكُمْ وَاَمْوَالِكُمْ وَاِنَّمَا يَنْظُرُ اِلٰى قُلُوْبِكُمْ وَاَعْمَالِكُمْ))[1]

''اللہ تعالیٰ تمہاری ظاہری شکل وصورت کو نہیں دیکھتا بلکہ وہ تمہارے دلوں اور اعمال کو دیکھتا ہے۔''

بری نیت پر عذاب اور ترک فرض پر سزا ملے گی' اس کی بدولت دنیا اور آخرت کی مشکلات پیدا ہوتی ہیں۔ انسان کو جو مصیبت آتی ہے وہ اس کی بدعملی کی وجہ سے آتی ہے۔ ارشاد الٰہی ہے:

﴿اِنْ اَحْسَنْتُمْ اَحْسَنْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ وَاِنْ اَسَاْتُمْ فَلَهَا ۝﴾ (الاسراء : ۱۷/ ۷)

''تم نے بھلائی کی تو وہ تمہارے اپنے ہی لیے بھلائی تھی اور برائی کی تو وہ تمہاری اپنی ذات کے لیے برائی ثابت ہوئی۔''

﴿وَمَآ اَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِيْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيْكُمْ وَيَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ ۝﴾

(الشوری : ۴۲/ ۳۰)

''اے انسان! تجھے جو بھلائی بھی حاصل ہوتی ہے اللہ کی عنایت سے ہوتی ہے اور جو مصیبت تجھ پر آتی ہے وہ تیرے اپنے کسب وعمل کی بدولت ہے۔''

مفسرین نے لکھا ہے کہ رزق' عافیت اور تندرستی اللہ کے انعامات ہیں۔ اور مصائب ومشکلات انسان کے گناہوں کی وجہ سے نازل ہوتی ہیں۔ رب کریم کا ارشاد ہے:

﴿وَمَآ اَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِيْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيْكُمْ وَيَعْفُوْ عَنْ كَثِيْرًا﴾

''تم لوگوں پر جو مصیبت بھی آتی ہے تمہارے اپنے ہاتھوں کی کمائی سے آتی

---

[1] صحیح مسلم۔ کتاب البر والصلة : باب تحریم الظلم المسلم و خذله (حدیث : ۳۴/ ۲۵۶۴)

ہے۔ اور بہت سے قصوروں سے وہ ویسے ہی درگزر کر جاتا ہے۔"

عبادت اللہ کی طریقہ رسول اللہ کا

تمام علماء امت کا مندرجہ ذیل باتوں پر اتفاق ہے:

- اللہ تعالیٰ کے سوا عبادت کسی کی نہیں۔
- اللہ تعالیٰ کے سوا توکل کسی پر نہیں۔

اور رسول اللہ ﷺ کے حقوق میں امت کا کوئی شخص شریک اور ساجھی نہیں، جیسے آپ ﷺ کے احکامات میں آپ ﷺ کی لازمی اطاعت و فرمانبرداری ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿مَنْ يُطِعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ ۝﴾ (النساء: ۴/۸۰)

"جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے دراصل اللہ کی اطاعت کی۔

﴿وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ رَسُولٍ إِلَّا لِيُطَاعَ بِإِذْنِ اللَّهِ ۝﴾ (النساء: ۴/۶۴)

"ہم نے جو رسول بھی بھیجا ہے اسی لیے بھیجا ہے کہ اللہ کے اذن (حکم) کی بنا پر اس کی اطاعت کی جائے۔"

رسول اللہ ﷺ کی اطاعت اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہوگی۔ ارشاد الٰہی ہے:

﴿إِنَّ الَّذِينَ يُبَايِعُونَكَ إِنَّمَا يُبَايِعُونَ اللَّهَ ۝﴾ (الفتح: ۴۸/۱۰)

"اے نبی!...... جو لوگ تم سے بیعت کر رہے تھے وہ دراصل اللہ سے بیعت کر رہے تھے۔"

بیعت رضوان کے موقع پر صحابہؓ نے یہ عہد باندھا تھا کہ وہ جہاد میں رسول اللہ ﷺ کی اطاعت و فرمانبرداری کریں گے اور جنگ کی صورت میں وہ شہید تو ہو جائیں گے لیکن بھاگنا پسند نہیں کریں گے۔

سب سے زیادہ رسول اللہ سے محبت ایمان کے لیے شرط

رسول اللہ ﷺ کی یہ اطاعت حقیقت میں اللہ تعالیٰ کی ہی اطاعت ہے اور ہم پر

فرض ہے کہ ہم اپنی جانوں' اپنے آباء واجداد' اپنی اولاد' اور اپنے اہل وعیال اور مال و متاع سے زیادہ رسول اللہ ﷺ سے محبت رکھیں' جیسا کہ صحیح بخاری کی ایک روایت کے مطابق آپ ﷺ فرماتے ہیں:

((وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی اَکُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْہِ مِنْ وَالِدِہٖ وَوَلَدِہٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ))[1]

"مجھے اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مؤمن نہیں ہوسکتا' جب تک کہ میں اس کے ہاں اس کے والد' اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔"

آپؐ جان سے زیادہ عزیز نہیں تو کچھ بھی نہیں

صحیح بخاری میں عبداللہ بن ہشامؓ سے مروی ہے' وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے اور آپ عمر بن خطابؓ کا ہاتھ پکڑے ہوئے جا رہے تھے۔ عمرؓ بولے: یا رسول اللہ ﷺ آپ مجھے اپنی جان کے علاوہ ہر چیز سے زیادہ محبوب ہیں۔ آپ ﷺ نے جواباً فرمایا:

((لَا وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ حَتّٰی اَکُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْکَ مِنْ نَفْسِكَ))

"اللہ کی قسم! ہرگز نہیں۔ یہاں تک کہ میں تیری اپنی جان سے بھی زیادہ محبوب نہ بن جاؤں۔"

((فَقَالَ لَہٗ عُمَرُ فَاِنَّہُ الْآنَ وَاللّٰہِ لَاَنْتَ اَحَبُّ اِلَیَّ مِنْ نَفْسِیْ))

"عمر نے عرض کی: اللہ کی قسم!...... اب آپ مجھے میری جان سے بھی زیادہ محبوب ہیں۔"

((فَقَالَ النَّبِیُّ ﷺ اَلْآنَ یَا عُمَرُ))[2]

---

[1] صحیح بخاری۔ کتاب الایمان : باب حب الرسول ﷺ من الایمان (حدیث : ۱۴، ۱۵)
صحیح مسلم۔ کتاب الایمان : باب وجوب محبۃ الرسول ﷺ (حدیث : ۴۴)

[2] صحیح بخاری۔ کتاب الأیمان والنذور : باب کیف کانت۔ یمین النبیؐ (حدیث : ۶۶۳۲)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے عمر! اب ٹھیک ہے۔
اس سلسلے میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:
﴿قُلْ إِنْ كَانَ آبَاؤُكُمْ وَأَبْنَاؤُكُمْ وَإِخْوَانُكُمْ وَأَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيرَتُكُمْ وَأَمْوَالٌ اقْتَرَفْتُمُوهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسَاكِنُ تَرْضَوْنَهَا أَحَبَّ إِلَيْكُمْ مِنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ وَجِهَادٍ فِي سَبِيلِهِ فَتَرَبَّصُوا حَتَّىٰ يَأْتِيَ اللَّهُ بِأَمْرِهِ ۗ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ﴾

(التوبة : ۹/ ۲۴)

''اے نبی!...... کہدو کہ اگر تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے اور تمہارے بھائی اور تمہاری بیویاں اور تمہارے عزیز و اقارب اور تمہارے وہ مال جو تم نے کمائے ہیں اور تمہارے وہ کاروبار جن کے ماند پڑ جانے کا تم کو خوف ہے اور تمہارے وہ گھر جو تم کو پسند ہیں۔ (یہ سب) تم کو اللہ اور اس کے رسول اور اس کی راہ میں جہاد عزیز تر ہیں' تو انتظار کرو' یہاں تک کہ اللہ اپنا فیصلہ تمہارے سامنے لے آئے۔ اور اللہ فاسق لوگوں کی رہنمائی نہیں کیا کرتا۔''

نیز فرمایا:
﴿النَّبِيُّ أَوْلَىٰ بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ أَنْفُسِهِمْ﴾ (الاحزاب : ۳۳/ ۶)
''بلاشبہ نبی تو اہل ایمان کے لیے ان کی اپنی ذات پر مقدم ہے۔''
صحیحین میں مروی روایت کے مطابق رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ:
((أَنَا أَوْلَى بِكُلِّ مُؤْمِنٍ مِنْ نَفْسِه))[1]
''میں ہر مومن کو اس کی جان سے بھی زیادہ عزیز ہوں۔''
پس رسول اللہ ﷺ کی اتباع کے بغیر نہ عذاب الٰہی سے نجات مل سکتی ہے اور نہ

[1] صحیح بخاری۔ کتاب الفرائض : باب قول النبی ﷺ ''من ترك مالا فلاهله'' (حدیث : ۶۷۳۱) صحیح مسلم۔ کتاب الفرائض : باب من ترك مالا فلورثته (حدیث : ۱۶۱۹) سنن ابی داؤد۔ کتاب الفرائض : باب فی میراث ذوی الارحام (حدیث : ۲۹۰۰) واللفظ له۔

ہی اللہ کی رحمت تک رسائی ممکن ہے جبکہ ہم رسول اللہ ﷺ پر ایمان لائیں' ان سے محبت رکھیں' ان سے دوستی قائم کریں' ان کی اتباع کو اپنا نصب العین قرار دیں۔ یہی وہ گوہر نایاب ہے جو دنیا و آخرت میں عذاب الٰہی سے نجات کا باعث بن سکتا ہے۔ اسی سے دنیا و آخرت کی خیر اور بھلائی مل سکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے تمام انعامات میں سب سے بڑا انعام ایمان ہے اور یہ رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کے بغیر حاصل نہیں ہوسکتا۔ ہمارے اپنے نفوس و اموال سے کہیں زیادہ رسول کریم ﷺ ناصح ہیں۔ رب کریم رسول اللہ ﷺ ہی کی وجہ سے انسانوں کو ظلمات سے نکال کر ہدایت کی طرف لاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا راستہ آپ ﷺ کے بغیر مل جانا ممکن ہی نہیں۔

رسول اللہؐ کا منصب اور آپ کی دعوت

رسول اللہ ﷺ نے اللہ کی مخلوق کو اللہ تعالیٰ کے اذن (حکم) سے اس کی طرف دعوت دی۔ آپ ﷺ کی اسی صفت کو قرآن بیان کرتا ہے:

﴿إِنَّآ أَرْسَلْنَٰكَ شَٰهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا ۝ وَدَاعِيًا إِلَى ٱللَّهِ بِإِذْنِهِۦ وَسِرَاجًا مُّنِيرًا ۝﴾ (الاحزاب: ۳۳/ ۴۵ تا ۴۶)

''اے نبی! ہم نے تمہیں بھیجا ہے گواہ بنا کر بشارت دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر' اللہ کی اجازت سے اس کی طرف دعوت دینے والا بنا کر۔ اور روشن چراغ بنا کر۔''

رسول اللہ ﷺ کا مخالف غیر اللہ کی طرف بلاتا ہے اور جو شخص رسول اللہ ﷺ کی اتباع کرتا ہے وہ اللہ کی طرف دعوت دیتا ہے۔ لفظ باذنہ سے احکام الٰہی مراد ہے۔ ارشاد الٰہی ہے:

﴿قُلْ هَٰذِهِۦ سَبِيلِىٓ أَدْعُوٓا۟ إِلَى ٱللَّهِ ۚ عَلَىٰ بَصِيرَةٍ أَنَا۠ وَمَنِ ٱتَّبَعَنِى ۝﴾

(یوسف: ۱۲/ ۱۰۸)

''تم ان سے صاف کہدو کہ میرا راستہ تو یہ ہے کہ میں اللہ کی طرف بلاتا ہوں۔

میں خود بھی پوری روشنی میں اپنا راستہ دیکھ رہا ہوں اور میرے ساتھی بھی۔"

بغیر دلیل کے عمل کرنا بدعملی اور ظلم ہے

جو شخص اطاعت رسول ﷺ کرتا ہے وہ علی وجہ البصیرت دعوت الی اللہ کا فریضہ انجام دیتا ہے' بخلاف اس شخص کے جو بغیر علم کے حکم کرتا ہے یا ایسی بات کہتا ہے جو منزل من اللہ نہیں ہے' جیسے کہ ارشاد الٰہی ہے:

﴿وَ يَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطٰنًا وَّمَا لَيْسَ لَهُمْ بِهٖ عِلْمٌ ؕ وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ نَّصِيْرٍ۝﴾ (الحج: ۲۲/ ۷۱)

"یہ لوگ اللہ کو چھوڑ کر ان کی عبادت کر رہے ہیں جن کے لیے نہ تو اس نے کوئی سند نازل کی ہے اور نہ یہ خود ان کے بارے میں کوئی علم رکھتے ہیں' ان ظالموں کے لیے کوئی مددگار نہیں ہے۔"

حجرہ مبارک سے متعلق کسی عمل کی کوئی دلیل نہیں

اللہ تعالیٰ نے جس چیز کا حکم دیا یا جن حقوق رسول کی طرف بلایا ان کا حجرہ مبارک سے کوئی تعلق نہیں اور نہ ہی کوئی حکم حجرہ نبوی سے خاص ہے بلکہ وہ ایسے اعمال ہیں جو دنیا کے کسی بھی حصے میں ادا کیے جا سکتے ہیں۔ جیسے

- رسول اللہ ﷺ پر ایمان لانا۔
- رسول اللہ ﷺ سے محبت رکھنا۔
- رسول اللہ ﷺ سے دوستی کرنا۔
- رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات کو لوگوں تک پہنچانا۔
- رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات کے مطابق جہاد کرنا
- رسول اللہ ﷺ کے دوستوں سے دوستی رکھنا۔
- رسول اللہ ﷺ کے دشمنوں سے عداوت رکھنا۔
- رسول اللہ ﷺ پر درود وسلام کہنا۔

یہ تو وہ چیزیں ہیں' جو آپ ﷺ پر ایمان' آپ ﷺ کی رسالت کا اقرار اور آپ پر درود اور سلام جیسے مشروع اعمال میں سے ہیں' لیکن:

ہر وہ کام جسے اللہ تعالیٰ پسند کرے یا جس سے قرب الٰہی حاصل ہو' اس پر عمل کرنے کے لیے حجرہ نبوی کا قرب ضروری نہیں اور نہ ہی وہ حجرہ کے قریب فضیلت رکھتا ہے۔ خواہ وہ درود و سلام کی صورت میں ہو یا کوئی دوسرا عمل۔ بلکہ رسول اللہ ﷺ نے تو اس بات سے منع فرمایا ہے کہ آپ کے گھر کو میلہ گاہ بنا لیا جائے۔ آپ ﷺ نے اس طرح کی کسی چیز کے اختصاص کے لیے آپ ﷺ کے گھر کے قصد سے منع فرمایا ہے۔

اب جو شخص یہ عقیدہ رکھے کہ درود و سلام یا کوئی دوسرا عمل حجرہ کے قریب افضل ہے تو ایسا شخص رسول اللہ ﷺ کا مخالف ہے۔

ہر وہ کام جسے اللہ تعالیٰ نے مقرر نہیں فرمایا یا اس پر کوئی دلیل و برہان نازل نہیں کی۔ بلکہ اس سے منع فرمایا ہے جیسے:

- غیر اللہ کو پکارنا
- ملائکہ انبیاء یا کسی بھی غیر اللہ کی عبادت کرنا۔
- صالحین کی قبور کی طرف رخت سفر باندھنا' وغیرہ

تو ان امور کی طرف وہی شخص بلائے گا جو علم سے کورا ہوگا اور نہ ہی اس کے پاس کتاب و سنت کی کوئی دلیل و برہان ہوگی۔

پس یہ ایسے لوگوں کے ساتھ مشابہت اختیار کرتا ہے جو غیر اللہ کی عبادت کرتے ہیں' جس کے جواز پر کوئی دلیل نازل نہیں کی گئی اور نہ ہی ان کے پاس علم ہے۔

اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ کے حقوق کی پہچان

مندرجہ ذیل آیات میں اللہ نے اپنے اور رسول اللہ کے حقوق میں فرق کی وضاحت کی ہے۔

﴿ وَمَنْ يُطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَخْشَ اللّٰهَ وَيَتَّقْهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ ۝ ﴾

(النور : ۲۴/ ۵۲)

"اور کامیاب وہی ہیں جو اللہ اور رسول کی فرمانبرداری کریں اور اللہ سے ڈریں۔"

- پس اطاعت اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی۔
- ڈر اور خوف صرف اللہ سے۔
- توکل صرف اللہ پر۔
- مخلوق سے ڈر نہ ہو۔

مخلوق میں سے کسی نبی' ولی اور بادشاہ پر توکل اور بھروسہ نہ ہو...... ارشاد الٰہی ہے:

﴿وَقَالَ اللّٰهُ لَا تَتَّخِذُوٓا اِلٰـهَيْنِ اثْنَيْنِ ۚ اِنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ فَاِيَّايَ فَارْهَبُوْنِ ۝ وَلَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلَهُ الدِّيْنُ وَاصِبًا ۭ اَفَغَيْرَ اللّٰهِ تَتَّقُوْنَ ۝﴾ (النحل: ۱۶/ ۵۱ تا ۵۲)

"اور اللہ کا فرمان ہے کہ دو اللہ (معبود) نہ بنا لو۔ اللہ تو بس ایک ہی ہے' لہٰذا تم مجھ ہی سے ڈرو۔ اسی کا ہے وہ سب کچھ جو آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اور خالص اسی کا دین چل رہا ہے۔ پھر کیا اللہ کو چھوڑ کر تم کسی اور سے ڈرو گے؟"

﴿اِنَّمَا يَعْمُرُ مَسٰجِدَ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ وَلَمْ يَخْشَ اِلَّا اللّٰهَ فَعَسٰٓى اُولٰۤىِٕكَ اَنْ يَّكُوْنُوْا مِنَ الْمُهْتَدِيْنَ ۝﴾ (التوبہ: ۹/ ۱۸)

"اللہ کی مسجد کے آباد کار تو وہی لوگ ہو سکتے ہیں جو اللہ اور روز آخر کو مانیں اور نماز قائم کریں زکوۃ دیں اور اللہ کے سوا کسی سے نہ ڈریں۔ انہی سے یہ توقع ہے کہ سیدھی راہ پر چلیں گے۔"

﴿فَلَا تَخْشَوُا النَّاسَ وَاخْشَوْنِ وَلَا تَشْتَرُوْا بِاٰيٰتِيْ ثَمَنًا قَلِيْلًا ۝﴾

(المائدہ: ۵/ ۴۴)

"پس تم لوگوں سے نہ ڈرو بلکہ مجھ سے ڈرو' اور میری آیات کو ذرا ذرا سے

معاوضے لے کر بیچنا چھوڑ دو۔"

درج ذیل آیت سے حقوق اللہ اور حقوق رسول اللہ ﷺ میں مزید فرق واضح ہوتا ہے:

﴿وَلَوْ اَنَّهُمْ رَضُوْا مَآ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ ۙ وَقَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ سَيُؤْتِيْنَا اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ وَرَسُوْلُهٗۤ ۙ اِنَّاۤ اِلَى اللّٰهِ رٰغِبُوْنَ ۝﴾

(التوبہ: ۹/ ۵۹)

"کیا ہی اچھا ہوتا کہ اللہ اور رسول نے جو کچھ بھی انہیں دیا تھا اس پر وہ راضی رہتے اور کہتے کہ اللہ ہمارے لیے کافی ہے۔ وہ اپنے فضل سے ہمیں اور بہت کچھ دے گا اور اس کا رسول بھی ہم پر عنایت فرمائے گا۔ ہم اللہ ہی کی طرف نظریں جمائے ہوئے ہیں۔"

اللہ نے اس آیت میں اپنے اور رسول اللہ ﷺ دونوں کے لیے لفظ ایتا استعمال فرمایا ہے۔ کیونکہ ہمارے اور اللہ کے درمیان آپ ﷺ ہی واسطہ ہیں۔ احکام الٰہی کی تبلیغ حلال وحرام میں فرق، جزا وسزا کا بیان رسول اللہ ﷺ ہی کا کام ہے۔

- حلال وہ جسے اللہ اور اس کا رسول حلال فرمائیں۔
- حرام وہ جسے اللہ اور اس کا رسول حرام قرار دیں۔
- دین وہ جسے اللہ اور اس کا رسول مقرر کریں۔

رب کریم کا فرمان ہے:

﴿وَمَاۤ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ۚ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا ۚ ۝﴾

(الحشر: ۵۹/ ۷)

"جو کچھ رسول تمہیں دے وہ لے لو اور جس چیز سے وہ تم کو روک دے اس سے رک جاؤ۔"

اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَلَوْ اَنَّهُمْ رَضُوْا مَآ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ ۙ وَقَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ ۝﴾

(التوبہ: ۹/ ۵۹)

''کیا ہی اچھا ہوتا کہ اللہ اور رسول نے جو کچھ بھی انہیں دیا تھا اس پر وہ راضی رہتے اور کہتے کہ اللہ ہمارے لیے کافی ہے۔''

اللہ ہی کافی ہے

اس آیت کریمہ ''کافی ہے'' کے لیے ''ورسولہ'' نہیں کہا کیونکہ اللہ تعالیٰ ہی تمام مومنین کے لیے کافی وشافی ہے۔ جیسے فرمایا:

﴿يَاأَيُّهَا النَّبِيُّ حَسْبُكَ اللَّهُ وَمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ۝﴾

(الانفال : ۸/ ۶۴)

''اے نبی! تمہارے لیے اور تمہارے پیرو اہل ایمان کے لیے تو بس اللہ کافی ہے۔''

مطلب یہ ہے کہ اے نبی ﷺ آپ اور سب مومنین کے لیے صرف اللہ تعالیٰ ہی کافی ہے۔ ایک دوسرے مقام پر ارشاد ہے:

﴿إِنَّ الَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ عِبَادٌ أَمْثَالُكُمْ فَادْعُوهُمْ فَلْيَسْتَجِيبُوا لَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ۝ أَلَهُمْ أَرْجُلٌ يَمْشُونَ بِهَا ۖ أَمْ لَهُمْ أَيْدٍ يَبْطِشُونَ بِهَا ۖ أَمْ لَهُمْ أَعْيُنٌ يُبْصِرُونَ بِهَا ۖ أَمْ لَهُمْ آذَانٌ يَسْمَعُونَ بِهَا ۗ قُلِ ادْعُوا شُرَكَاءَكُمْ ثُمَّ كِيدُونِ فَلَا تُنْظِرُونِ۝ إِنَّ وَلِيِّيَ اللَّهُ الَّذِي نَزَّلَ الْكِتَابَ ۖ وَهُوَ يَتَوَلَّى الصَّالِحِينَ۝﴾

(الاعراف : ۷/ ۱۹۴ تا ۱۹۶)

''اے نبی!...... ان سے کہو کہ بلا لو اپنے ٹھہرائے ہوئے شریکوں (معبودوں) کو پھر تم سب مل کر میرے خلاف تدبیریں کرلو اور مجھے ہرگز مہلت نہ دو۔ میرا حامی و ناصر وہ اللہ ہے جس نے یہ کتاب نازل کی ہے اور نیک آدمیوں کی حمایت کرتا ہے۔''

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ ''صالحین'' کی تفسیر کرتے ہوئے کہتے ہیں:

((هُمُ الَّذِيْنَ لَا يَعْدِلُوْنَ بِاللّٰهِ فَيَتَوَلَّاهُمْ وَيَنْصُرُهُمْ وَلَا تَضُرُّهُمْ

عَدَاوَةَ مَنْ عَادَاهُمْ))

”یہ وہ لوگ ہیں‘ جو اللہ کے برابر کسی کو قرار نہیں دیتے‘ پس وہ ان کو اپنا دوست بناتا اور ان کی مدد فرماتا ہے اور انہیں کسی کی عداوت نقصان نہیں پہنچا سکتی۔“

ارشاد الٰہی ملاحظہ فرمائیے:

﴿إِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِينَ آمَنُوا فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَيَوْمَ يَقُومُ الْأَشْهَادُ ۝﴾ (المومن: ۴۰/ ۵۱)

”یقین جانو کہ ہم اپنے رسولوں اور ایمان لانے والوں کی مدد اس دنیا کی زندگی میں بھی لازماً کرتے ہیں اور اس روز بھی کریں گے جب گواہ کھڑے ہوں گے۔“

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وہ یوں کہتے ہیں:

﴿سَيُؤْتِينَا اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ وَرَسُولُهُ إِنَّا إِلَى اللَّهِ رَاغِبُونَ ۝﴾

(التوبہ: ۹/ ۵۹)

”عنقریب ہمیں اللہ اپنے فضل سے عطاء کرے گا اور اس کا رسول بھی[1] ہم اللہ ہی کی طرف رغبت کرنے والے ہیں۔“

---

[1] بعض لوگ اس آیت کریمہ سے رسول اللہ ﷺ کا مختار کل ہونا نکالتے ہیں حالانکہ ایسا نہیں ہے۔ مختار کل اللہ کی ذات ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ رسول اللہ ﷺ کو غنیمت کے مال وغیرہ سے اسباب عطا کرتا ہے اور آپ وہ غنائم وغیرہ اپنے اصحاب میں تقسیم کر دیتے تھے۔ سورہ توبہ سے ہی آپ کے مختار کل ہونے کی نفی ثابت ہوتی ہے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

اور ان لوگوں کے لیے بھی گناہ کی کوئی بات نہیں جو آپ کے پاس آئیں تاکہ آپ ان کے لیے سواری کا انتظام کریں تو آپ نے کہہ دیا "لا اجد ما احملکم علیه "میرے پاس تمہارے لیے کوئی سواری نہیں۔ (توبہ: ۹۲)

احمد رضا خان نے ترجمہ یہ کیا ہے:

”اور نہ ان پر جو تمہارے حضور حاضر ہوں کہ تم انہیں سواری عطا فرماؤ تم سے یہ جواب پائیں میرے پاس کوئی ←

چنانچہ اللہ نے انہیں حکم دیا کہ وہ اللہ ہی سے رغبت رکھیں۔ ارشاد الٰہی ہے:

﴿فَإِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ ۝ وَإِلَىٰ رَبِّكَ فَارْغَبْ ۝﴾ (الم نشرح: ۹۴/۷)

''جب تم فارغ ہو تو عبادت کی مشقت میں لگ جاؤ اور اپنے رب ہی کی طرف راغب ہو۔''

← چیز نہیں جس پر تمہیں سوار کروں''

پھر مراد آبادی صاحب نے تفسیر یوں کی ہے:

''شان نزول' اصحاب رسول ﷺ میں سے چند حضرات جہاد میں جانے کے لیے حاضر ہوئے انہوں نے حضور سے سواری کی درخواست کی حضور ﷺ نے فرمایا کہ میرے پاس کچھ نہیں جس پر میں تمہیں سوار کروں تو وہ روتے ہوئے واپس ہوئے۔ ان کے حق میں یہ آیت نازل ہوئی۔ (ص ۳۰۰ مطبوعہ چاند کمپنی لاہور)۔

اسی طرح صحیح البخاری۔ کتاب الزکاۃ: باب الستعفاف عن المسئلہ (رقم ۱۴۶۹) میں ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے حدیث ہے کہ انصاری لوگوں نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا آپ نے ان کو دے دیا۔ پھر مانگا آپ نے پھر انہیں دے دیا پھر انہوں نے سوال کیا آپ نے پھر دے دیا۔ یہاں تک کہ جو کچھ آپ کے پاس تھا ختم ہو گیا۔

اس صحیح حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ آپ مختار کل نہیں کیوں کہ اللہ کے دیئے ہوئے مال کو تقسیم کیا اور وہ ختم ہو گیا جو اللہ کے ہاں ہے وہ ختم نہیں ہوتا۔ ارشاد ہے:

''ما عندکم ینفد و ما عنداللہ باق'' (نحل: ۹۶)

جو کچھ تمہارے پاس ہے وہ ختم ہو جاتا ہے اور جو اللہ کے پاس ہے وہ باقی رہنے والا ہے۔

معلوم ہوا کہ مختار کل کے خزانوں میں کمی نہیں ہوتی۔ اسی طرح بعض لوگ

''انما انا قاسم و اللہ یعطی'' (بخاری کتاب العلم)

میں تو صرف تقسیم کرتا ہوں اور اللہ عطا کرتا ہے۔

سے بھی آپ کا مختار کل ہونا بیان کرتے ہیں۔

صحیح بخاری سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کا تعلق علم اور غنائم وخمس وغیرہ کی تقسیم سے ہے۔

اللہ نے جو آپ کو شریعت کا علم دیا وہ آپ اپنی امت کو آگے سکھاتے ہیں۔ جیسا کہ قرآن میں ہے ((ویعلمکم مالم تکونوا تعلمون)) یا جہاد میں غنیمتیں حاصل ہوتیں۔ مال فئے اور خمس آتے تو آپ غرباء و مساکین میں تقسیم کر دیتے تھے۔ واللہ اعلم (مبشر احمد ربانی)

نفع ونقصان کا مالک صرف ایک اللہ

یہ سب اس لیے کہ زمین و آسمان میں کوئی مخلوق کسی مخلوق کے نفع ونقصان کی مالک نہیں، ارشاد الٰہی ہے:

﴿قُلِ ادْعُوا الَّذِينَ زَعَمْتُم مِّن دُونِهِ فَلَا يَمْلِكُونَ كَشْفَ الضُّرِّ عَنكُمْ وَلَا تَحْوِيلًا ۝ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ يَدْعُونَ يَبْتَغُونَ إِلَىٰ رَبِّهِمُ الْوَسِيلَةَ أَيُّهُمْ أَقْرَبُ وَيَرْجُونَ رَحْمَتَهُ وَيَخَافُونَ عَذَابَهُ ۚ إِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ كَانَ مَحْذُورًا ۝﴾ (الاسراء ۱۷/ ۵۶ تا ۵۷)

"ان سے کہو پکار دیکھو ان معبودوں کو جن کو تم اللہ کے سوا (اپنا کارساز) سمجھتے ہو۔ وہ کسی تکلیف کو تم سے ہٹا سکتے ہیں نہ بدل سکتے ہیں، جن کو یہ لوگ پکارتے ہیں وہ تو خود اپنے رب کے حضور رسائی حاصل کرنے کا وسیلہ تلاش کر رہے ہیں کہ کون اس سے قریب تر ہو جائے اور وہ اس کی رحمت کے امیدوار اور اس کے عذاب سے خائف ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ تیرے رب کا عذاب ہے ہی ڈرنے کے لائق۔"

سلف امت کی ایک جماعت جن میں سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما بھی شامل ہیں، وہ کہتے ہیں کہ اس آیت سے وہ لوگ مراد ہیں جو ملائکہ اور انبیاء کی عبادت کیا کرتے تھے۔ جیسے سیدنا مسیح اور عزیر کے پجاری۔

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"کچھ لوگ جنوں کی پوجا کیا کرتے تھے۔ جن تو مسلمان ہو گئے لیکن یہ لوگ اپنے شرک پر ہی مصر (اڑے) رہے۔"[1]

---

[1] صحیح بخاری۔ کتاب التفسیر : سورۃ بنی اسرائیل۔ باب (قل ادعوا الذین زعمتم من دونہ) (حدیث : ۴۷۱۴) صحیح مسلم۔ کتاب التفسیر : باب فی قولہ تعالیٰ (اولئک الذین یدعون یبتغون......) (حدیث : ۳۰۳۰)

مندرجہ بالا آیت ہر اس شخص پر صادق آتی ہے جو ملائکہ' انسانوں یا جنوں میں سے کسی کو پکارے۔ خواہ وہ جن یا انسان اللہ کے ہاں صالح اور مقرب ہی کیوں نہ ہو۔ ارشاد الٰہی ہے:

﴿ قُلِ ادْعُوا الَّذِينَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُونِهِ فَلَا يَمْلِكُونَ كَشْفَ الضُّرِّ عَنْكُمْ وَلَا تَحْوِيلًا ۝ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ يَدْعُونَ يَبْتَغُونَ إِلَىٰ رَبِّهِمُ الْوَسِيلَةَ أَيُّهُمْ أَقْرَبُ وَيَرْجُونَ رَحْمَتَهُ وَيَخَافُونَ عَذَابَهُ ۚ إِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ كَانَ مَحْذُورًا ۝ ﴾ (الاسراء : ۵۶ تا ۵۷)

"ان سے کہو پکار دیکھو ان معبودوں کو جن کو تم اللہ کے سوا (اپنا کارساز) سمجھتے ہو وہ کسی تکلیف کو تم سے ہٹا سکتے ہیں نہ بدل سکتے ہیں۔ جن کو یہ لوگ پکارتے ہیں وہ تو خود اپنے رب کے حضور رسائی حاصل کرنے کا وسیلہ تلاش کر رہے ہیں کہ کون اس سے قریب تر ہو جائے اور اس کی رحمت کے امیدوار اور اس کے عذاب سے خائف ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ تیرے رب کا عذاب ہے ہی ڈرنے کے لائق ہے۔"

ابن عطیہ رحمہ اللہ اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ "اللہ تعالیٰ نے یہ خبر دی ہے کہ ان کے معبود بذات خود قرب الٰہی کے متلاشی رہتے تھے۔ حقیقت حال یہی ہے۔

ربھم کی ضمیر قرب الٰہی کے متلاشیوں یا سب کی طرف راجع ہے۔

وسیلہ اس سبب کو کہا جاتا ہے جو منزل مقصود تک پہنچانے میں مدد دے۔

توسل مقصود و مطلوب کی طلب کا نام ہے اور رسول اللہ ﷺ کا ارشاد اسی معنی پر دلالت کناں ہے جس میں آپ ﷺ فرماتے ہیں۔ مَنْ سَأَلَ لِيَ الْوَسِيلَةَ[1]

بعض مفسرین نے درج ذیل بحث بھی کی ہے کہ

ایھم مبتدا۔ اقرب خبر ہے۔ ان سے مراد معبودان باطلہ ہیں۔ یدعون کی ضمیر

---

[1] صحیح مسلم۔ کتاب الصلاۃ ب: باب استحباب القول مثل قول المؤذن (حدیث : ۳۸۴)

کفار اور یبتغون کی ضمیر معبودان باطلہ کی طرف راجع ہے۔ مطلب یہ ہوگا کہ ان کی نظر اور ان کا مرکز یہ ہے کہ ان میں سے کون اللہ کے قریب زیادہ ہے۔

غزوہ خیبر کے بارے سیدنا عمر فاروقؓ کہتے ہیں:

((فَبَاتَ النَّاسُ يَدُوكُونَ أَيُّهُمْ يُعْطَاهَا))[1]

''لوگ رات بھر اس پر غور کرتے رہے کہ وہ کون خوش نصیب ہوگا جسے صبح جھنڈا عطاء کیا جائے گا۔''

گویا مذکورہ آیت کا مطلب یہ ہے کہ طلب قرب میں وہ ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کرتے ہیں۔

ابن عطیہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ زجاج نے دونوں ہی مقام پر ٹھوکر کھائی ہے۔ کیونکہ اس نے آیت ﴿ایھم اقرب﴾ میں دو قول نقل کیے ہیں جو غلط ہیں۔ ابن جوزی نے بھی زجاج ہی کی بات نقل کی ہے اور مہدوی اور بغوی وغیرہ نے بھی ان کی اتباع کی ہے۔

ابن عطیہ رحمہ اللہ ان سب سے زیادہ عربی لغت اور معانی کے ماہر تھے' اس بارے میں ابن عطیہ رحمہ اللہ نے سیبویہ اور بصریوں کا مسلک بھی نقل کیا ہے جس سے زجاج کی ٹھوکر واضح ہو جاتا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ زجاج عربی کا ماہر اور اسے بیان و معانی میں یدطولیٰ حاصل تھا اور اس میں بھی کوئی شک شبہ نہیں کہ اکثر امور میں زجاج' مہدوی اور بغوی وغیرہ ابن عطیہ پر فوقیت رکھتے ہیں' لیکن عربی نقطہ نگاہ سے الفاظ کی دلالت میں ابن عطیہ ان پر فائق اور زیادہ باخبر تھا۔

عیسائیوں کے شرکیہ عقائد

ان آیات میں اللہ نے وضاحت سے بیان کیا کہ سیدنا مسیح علیہ السلام اگرچہ رسول تھے لیکن اس کے باوجود اللہ کے بندے تھے۔ جس نے مسیح علیہ السلام کی عبادت کی' اس نے ایسے

[1] صحيح بخاري۔ كتاب المغازي : باب غزوة خيبر (حديث : ۴۲۱۰) صحيح مسلم۔ كتاب فضائل الصحابة : باب من فضائل علي بن ابي طالب رضی اللہ عنہ (حديث : ۲۴۰۶)

شخص کی عبادت کی جو نفع دے سکتا ہے نہ نقصان۔ ارشاد الٰہی ہے:

﴿ لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ ۭ وَقَالَ الْمَسِيْحُ يٰبَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ اعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّيْ وَرَبَّكُمْ ۭ اِنَّهٗ مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَاْوٰىهُ النَّارُ ۭ وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ ۝ لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ ثَالِثُ ثَلٰثَةٍ ۘ وَمَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّآ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۭ وَاِنْ لَّمْ يَنْتَھُوْا عَمَّا يَقُوْلُوْنَ لَيَمَسَّنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝ اَفَلَا يَتُوْبُوْنَ اِلَى اللّٰهِ وَيَسْتَغْفِرُوْنَهٗ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ مَا الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ۭ وَاُمُّهٗ صِدِّيْقَةٌ ۭ كَانَا يَاْكُلٰنِ الطَّعَامَ ۭ اُنْظُرْ كَيْفَ نُبَيِّنُ لَهُمُ الْاٰيٰتِ ثُمَّ انْظُرْ اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ۝ قُلْ اَتَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا ۭ وَاللّٰهُ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۝ ﴾ (المائدۃ: ۵/ ۷۲ تا ۷۶)

''یقیناً کفر کیا ان لوگوں نے جنہوں نے کہا کہ اللہ مسیح ابن مریم ہی ہے! حالانکہ مسیح نے کہا تھا کہ اے بنی اسرائیل! اللہ کی بندگی کرو جو میرا رب بھی ہے اور تمہارا رب بھی۔ حقیقت یہ ہے کہ جس نے اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرایا اس پر اللہ نے جنت حرام کر دی اور اس کا ٹھکانہ جہنم ہے اور ایسے ظالموں کا کوئی مددگار نہیں۔ یقیناً کفر کیا ان لوگوں نے جنہوں نے کہا کہ اللہ تین میں سے ایک ہے' حالانکہ ایک الٰہ کے سوا کوئی الٰہ نہیں ہے۔ اگر یہ لوگ اپنی ان باتوں سے باز نہ آئے تو ان میں سے جس جس نے کفر کیا ہے اس کو دردناک سزا دی جائے گی۔ پھر کیا یہ اللہ سے توبہ کیوں نہیں کرتے اور اس سے معافی کیوں نہیں مانگتے' اللہ بہت درگزر فرمانے والا اور رحم کرنے والا ہے۔ مسیح ابن مریم علیہ السلام اس کے سوا کچھ نہیں کہ بس ایک رسول تھا۔ اس سے پہلے اور بھی بہت سے رسول گزر چکے تھے' اس کی ماں ایک راست باز عورت تھی۔ اور وہ دونوں کھانا کھاتے

تھے۔ دیکھو ہم کس طرح ان کے سامنے حقیقت کی نشانیاں واضح کرتے ہیں پھر دیکھو یہ کدھر الٹے پھرے جاتے ہیں؟ ان سے کہو کیا تم اللہ کو چھوڑ کر اس کی پرستش کرتے ہو جو نہ تمہارے لیے نقصان کا اختیار رکھتا ہے نہ نفع کا؟ حالانکہ سب کی سننے والا' اور سب کچھ جاننے والا تو اللہ ہی ہے۔

نفع ونقصان کے معاملہ میں پیغمبر بھی بے بس ہیں

رب کریم نے مخلوق میں سے افضل ترین شخص کو یہ کہا کہ وہ خود اعلان کرے کہ میں تو اپنی جان کو نفع دے سکتا ہوں نہ نقصان۔ ارشاد الٰہی ہے:

﴿قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِيْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ۝﴾

(الاعراف: ۷/ ۱۸۸)

''اے نبی!...... ان سے کہو کہ میں اپنی ذات کے لیے کسی نفع اور نقصان کا اختیار نہیں رکھتا۔''

﴿قُلْ اِنِّيْ لَآ اَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَّلَا رَشَدًا ۝ قُلْ اِنِّيْ لَنْ يُّجِيْرَنِيْ مِنَ اللّٰهِ اَحَدٌ ۙ وَّلَنْ اَجِدَ مِنْ دُوْنِهٖ مُلْتَحَدًا ۝ اِلَّا بَلٰغًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِسٰلٰتِهٖ ۝﴾ (الجن: ۷۲/ ۲۳)

''کہو' میں تم لوگوں کے لیے نہ کسی نقصان کا اختیار رکھتا ہوں نہ کسی بھلائی کا۔ کہو' مجھے اللہ کی گرفت سے کوئی بچا نہیں سکتا اور نہ میں اس کے دامن کے سوا کوئی جائے پناہ پا سکتا ہوں۔ میرا کام اس کے سوا کچھ نہیں ہے کہ اللہ کی بات اور اس کے پیغامات پہنچا دوں۔''

یعنی اگر میں رب کریم کی نافرمانی کروں تو مجھے بھی پناہ دینے والا اور اللہ کے عذاب سے بچانے والا کوئی نہ ہوگا۔ ارشاد ربانی ہے:

﴿قُلْ اِنِّيْٓ اَخَافُ اِنْ عَصَيْتُ رَبِّيْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ۝﴾

(الانعام: ۶/ ۱۵)

''کہو' اگر میں اپنے رب کی نافرمانی کروں تو ڈرتا ہوں کہ ایک بڑے

(خوفناک) دن مجھے سزا بھگتنی پڑے گی۔“

((وَلَنْ اَجِدَ مِنْ دُوْنِه مُلْتَحَدًا))

یعنی میری پناہ گاہ کوئی نہیں۔

((اِلَّا بَلٰغًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِسٰلٰتِه))

یعنی اللہ کی اطاعت کے سوا مجھے کوئی پناہ نہیں دے سکتا اور یہ کہ میں اس کے احکام لوگوں تک پہنچا دوں۔ یعنی یہی وہ عمل خالص ہے جس کی بدولت امن اور پناہ مل سکتی ہے۔

((لَا اَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَّلَا رَشَدًا))

کا ایک مفہوم یہ بھی منقول ہے کہ میں تبلیغ رسالت کے علاوہ کسی چیز کا مالک و متصرف نہیں۔ قرآن کریم میں اس کی امثلہ بے شمار ہیں۔

سعادت صرف اطاعت الٰہی میں ہے

پس یہ بات اظہر من الشمس ہوئی کہ اللہ کے عذاب سے بچاؤ اور حصول سعادت صرف اطاعت الٰہی میں مضمر ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

﴿مَا يَفْعَلُ اللّٰهُ بِعَذَابِكُمْ اِنْ شَكَرْتُمْ وَاٰمَنْتُمْ۝﴾ (النساء: ۴/ ۱۴۷)

”آخر اللہ کو کیا پڑی ہے کہ تمہیں خواہ مخواہ سزا دے اگر تم شکر گزار بندے بنے رہو اور ایمان کی روش پر چلو۔“

﴿قُلْ مَا يَعْبَؤُا بِكُمْ رَبِّيْ لَوْلَا دُعَاؤُكُمْ۝﴾ (الفرقان: ۲۵/ ۷۷)

”اے نبی! لوگوں سے کہو میرے رب کو تمہاری کیا پرواہ ہوگی ہے اگر تم اس کو نہ پکارو۔“

وسیلہ کا مطلب اللہ کی رضاء والے اعمال کرنا ہے

یعنی اگر تم اسے اس طرح نہ پکارو جس طرح اس نے حکم دیا ہے کہ اس کی اطاعت

کرو اور اس کی عبادت کرو اور اس کے رسولوں کی اتباع کرو تو پھر وہ تمہاری پرواہ تک نہ کرے گا۔ گویا عمل ہی وہ وسیلہ ہے جس کا حکم رب کریم نے دیتے ہوئے فرمایا:

﴿يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَابْتَغُوا إِلَيْهِ الْوَسِيلَةَ ۝﴾

(المائدہ: ۵/ ۳۵)

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو' اللہ سے ڈرو اور اس کی جناب میں باریابی کا ذریعہ تلاش کرو۔''

ابن عباس' مجاہد' عطاء اور افراء رحمہم اللہ جیسے مفسرین نے لکھا ہے کہ وسیلہ سے مراد قرب ہے۔ قتادہ رحمہ اللہ کا کہنا ہے:

''جن اعمال سے اللہ راضی ہوتا ہے ان پر عمل کر کے اس کا قرب حاصل کرو۔''

ابوعبید رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ:

توسلت الیہ کے معنی تقرب کے ہیں۔ یعنی میں نے اس کا قرب حاصل کرنے کی کوشش کی۔

عبدالرحمٰن بن زید کا قول یہ ہے کہ:

تحبب اور تقرب الی اللہ کی صورت صرف ایک ہی ہے اور وہ یہ کہ اس کے رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کی جائے۔

رسول اللہ سب جن وانس کے لیے وسیلہ ہیں

پس رسول اللہ ﷺ پر ایمان اور اس کی اطاعت کرنا بندے کے درمیان وسیلہ ہے۔ ایمان اور اطاعت کے بغیر کوئی وسیلہ نہیں ہے جسے اختیار کیا جا سکتا ہو۔

اس وقت پوری مخلوق کا اللہ کے ہاں پہنچنے کا وسیلہ صرف یہ ہے کہ جناب محمد رسول اللہ ﷺ پر ایمان لایا جائے اور ان کی اطاعت و فرمانبرداری کی جائے۔

انسان جہاں بھی ہو اسے ایمان بالرسول اور ان کی اطاعت کا حکم ہے البتہ جو عبادات کسی خاص مقام سے مختص ہیں وہ وہیں ادا کی جائیں اور جس وقت ادا کرنے کا حکم

ہے جیسے حج' روزہ اور جمعہ۔

رہا حجرہ مبارک تو شریعت میں اس کے اندرونی حصے کی کوئی حیثیت ثابت نہیں' چہ جائیکہ بیرونی حصے کو اس میں عبادت میں سے کسی چیز کو کوئی خصوصیت حاصل ہے اور نہ اس حجرہ میں ایسا کوئی کام کیا گیا۔ ائمہ اسلام کا اتفاق ہے کہ حجرہ مبارک سے دور رہنا اور قرب الٰہی کو حاصل کرنا افضل ترین اعمال سے ہے۔

رہی مسجد نبوی! تو قبر مکرم سے پہلے آپ ﷺ کی حیات طیبہ ہی سے اس کی فضیلت مسلم ہے۔ لہٰذا قبر مکرم کی وجہ سے مسجد کو کوئی فضیلت نہیں ہے۔[1]

اطاعت رسول کے بغیر مکہ و مدینہ سکونت بھی مفید نہیں

قبر مکرم یا کسی دوسری قبر پر اعتکاف کرنا یا اس کے قریب بیٹھ جانے کو کسی عالم' کسی صحابی اور خود رسول مکرم ﷺ نے مستحب قرار نہیں دیا اور نہ ہی کسی قبر کے نزدیک مکان بنانے کا قصد کرنا چاہئے۔ مدینہ طیبہ میں اس شخص کو فضیلت حاصل ہے جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول مکرم ﷺ کی اطاعت کرتا ہے جیسے وہ لوگ جنہیں ہجرت کا حکم تھا۔ اس وقت بلاشبہ مدینہ منورہ میں رہائش مکہ مکرمہ سے بھی افضل تھی بلکہ مدینہ منورہ میں رہنا واجب تھا لیکن فتح مکہ کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا تھا:

---

[1] مولوی احمد رضا خان صاحب سے سوال کیا گیا کہ "کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ بوسہ دینا قبر اولیائے کرام اور طواف کرنا گرد قبر کے اور سجدہ کرنا تعظیماً از روئے شرع شریف موافق مذہب حنفی جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: بلاشبہ غیر کعبہ معظمہ کا طواف تعظیمی ناجائز ہے اور غیر خدا کو سجدہ ہماری شریعت میں حرام ہے اور بوسہ قبر میں علماء کو اختلاف ہے۔ اور احوط منع ہے۔ خصوصاً مزارات طیبہ اولیائے کرام کہ ہمارے علماء نے تصریح فرمائی کہ کم از کم چار ہاتھ فاصلہ سے کھڑا ہو۔ یہی ادب ہے۔ پھر تقبیل کیونکر متصور ہے...... (احکام شریعت ص ۲۵۸ حصہ سوم۔ مسئلہ نمبر ۴)

مندرجہ بالا فتوئی سے معلوم ہوا کہ قبر نبوی و مزارات اولیاء سے کم از کم چار ہاتھ دور کھڑا ہو۔ جب چار ہاتھ دور کھڑا ہو گا تو پھر قبر کو چومنا' اس سے لپٹنا' اس کی جالیوں کو ہاتھ لگانا تو قطعاً ممکن نہیں۔

((لَا هِجْرَةَ بَعْدَ الْفَتْحِ وَلٰكِنْ جِهَادٌ وَنِيَّةٌ))[1]

"فتح مکہ کے بعد ہجرت نہیں۔ البتہ جہاد اور نیت ہے۔"

فتح مکہ کے بعد جو شخص مکہ مکرمہ یا کسی اور جگہ سے مدینہ منورہ اس نیت سے جاتا کہ وہاں رہائش اختیار کرے گا تو آپ ﷺ اسے واپس جانے کا حکم دے دیتے۔

سیدنا عمر فاروقؓ حج کے اختتام پر لوگوں کو مکہ چھوڑنے کا حکم دیتے تاکہ اہل مکہ کو تکلیف نہ ہو اور وہ تنگی محسوس نہ کریں۔

رسول اللہ ﷺ صحابہ کرام کو بوقت ہجرت دوسرے علاقوں میں ولایت وغیرہ کی ذمہ داری سونپ کر بھیج دیا کرتے تھے۔

جب مدینہ منورہ دارالہجرت تھا اس وقت بھی اطاعت رسول کرتے ہوئے مدینہ سے دور جانا افضل ترین ٹھہرا تو ہجرت کے بعد کا کیا حکم ہوگا؟ یہ اس شخص کی بات ہے جسے اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت نفع بخش ہو اور جو شخص ایسا نہیں ہے تو اسے قبر مکرم کا قرب فائدہ مند نہ ہوگا۔ جیسے صحیح بخاری کی روایت کے مطابق رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((يَا فَاطِمَةَ بِنْتَ مُحَمَّدٍ ﷺ لَا أُغْنِيْ عَنْكِ مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا يَاصَفِيَّةُ! عَمَّةُ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ لَا أُغْنِيْ عَنْكِ مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا يَا عَبَّاسُ! عَمُّ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ لَا أُغْنِيْ عَنْكَ مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا))[2]

"اے میری لخت جگر فاطمہؓ!...... میں اللہ کے ہاں تمہاری کسی قسم کی کفایت نہ کرسکوں گا۔ اے میری پھوپھی صفیہؓ!...... میں اللہ کے ہاں تمہاری کسی قسم کی کفایت نہ کرسکوں گا۔ اے میرے چچا عباسؓ!...... میں اللہ کے ہاں تمہاری کسی قسم کی کفایت نہ کرسکوں گا۔"

---

[1] صحیح بخاری۔ کتاب الجهاد : باب فضل الجهاد والسير (حديث : ۲۷۸۳) صحیح مسلم۔ کتاب الامارة : باب المبايعة بعد الفتح على الاسلام (حديث : ۸۳/ ۱۳۵۳، ۱۸۶۴)

[2] صحیح بخاری۔ کتاب التفسير : سورة الشعراء (حديث : ۴۷۷۱) صحیح مسلم۔ کتاب الايمان : باب قوله تعالىٰ (وانذر عشيرتك الاقربين) (حديث : ۲۰۴۔ ۲۰۶)

ایک موقع پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((اِنَّ آلَ اَبِیْ فُلَانٍ لَیْسُوْا لِیْ بِاَوْلِیَآءَ اِنَّمَا وَلِیِّیَ اللّٰهُ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِیْنَ))[1]

''آل بنی فلاں میرے اولیاء نہیں' اللہ تعالیٰ اور صالح مومنین کے سوا میرا کوئی ولی' اور دوست نہیں ہے۔''

ایک دوسرے موقع پر ارشاد نبوی ﷺ ہے:

((اِنَّ اَوْلِیَائِیَ الْمُتَّقُوْنَ حَیْثُ کَانُوْا وَمَنْ کَانُوْا))[2]

''متقین جہاں بھی ہوں وہ میرے ولی اور دوست ہیں۔''

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿اِنَّ اللّٰهَ یُدٰفِعُ عَنِ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا﴾ (الحج: ۲۲/ ۳۸)

''یقیناً اللہ مدافعت کرتا ہے ان لوگوں کی طرف سے جو ایمان لائے ہیں۔''

رشد و ہدایت' اللہ اور رسول کی اطاعت میں

مومنین جہاں بھی ہوں اللہ کریم ان کے ایمان کی وجہ سے ان کی مدافعت کرتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ اپنے خطبات میں فرمایا کرتے تھے کہ:

((مَنْ یُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ فَقَدْ رَشَدَ وَمَنْ یَّعْصِهِمَا فَاِنَّهُ لَا یَضُرُّ اِلَّا نَفْسَهُ وَلَنْ یَّضُرَّ اللّٰهَ شَیْئًا))[3]

''جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتا ہے وہ رشد و ہدایت پر ہے اور

---

[1] صحیح بخاری۔ کتاب الادب۔ باب تبل الرحم ببلالها (حدیث: ۵۹۹۰) صحیح مسلم۔ کتاب الایمان: باب موالاۃ المؤمنین و مقاطعة غیرهم (حدیث: ۲۱۵)

[2] مسند احمد (۵/ ۲۳۵) نحو المعنی

[3] سنن ابی داؤد۔ کتاب الصلاۃ: باب الرجل یخطب علی قوس (حدیث: ۱۰۹۷) و اسنادہ ضعیف۔ اس کی سند میں ابوعیاض راوی مجہول ہے۔

جو ان کی مخالفت کرتا ہے وہ اپنی ہی ذات کو نقصان پہنچاتا ہے اور وہ اللہ کو کسی قسم کی تکلیف نہیں پہنچا سکتا۔"

فرمان الٰہی ہے:

﴿وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَ الرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَ الصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ ۚ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا ۝﴾

(النساء : ۴/۶۹)

"جو لوگ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کریں گے، وہ ان لوگوں کے ساتھ ہوں گے، جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام فرمایا ہے یعنی انبیاء اور صدیقین اور شہداء اور صالحین۔ کیسے اچھے ہیں یہ رفیق جو کسی کو میسر آئیں"

قبر پرستوں کے مضحکہ خیز خیالات

- بعض لوگوں کا یہ گمان رکھنا دین اسلام کے خلاف ہے کہ فلاں شہر میں انبیاء و صالحین کی قبریں ہیں اس لیے وہاں مشکلات و مصائب کا نزول نہیں ہے۔
- اسی طرح یہ خیال کرنا بھی غلط ہے کہ بغداد میں مصائب اس لیے ٹل جاتے ہیں کہ وہاں امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ بشر الحافی اور منصور بن عمار کی قبریں ہیں۔
- اور شام میں اس لیے وباء داخل نہیں ہوتی کہ وہاں انبیاء اور خصوصاً سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی قبریں ہیں۔
- اور مصر اس لیے محفوظ ہے کہ وہاں نفیسہ وغیرہ کی قبور ہیں۔
- اور حجاز میں اس لیے وبا کا آنا مشکل ہے کہ وہاں رسول مکرم ﷺ کا روضہ اور اہل بقیع کا مسکن ہے۔

یہ سب بدگمانیاں ہیں جو دین اسلام اور کتاب و سنت اور اجماع امت کے خلاف ہیں۔

بیت المقدس ہی کو دیکھ لیجیے کہ وہاں کتنے ہی انبیاء و صالحین کی قبریں تھیں۔ جب

انہوں نے (وہاں کے رہنے والوں) نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولوں کی مخالفت کی تو ان پر ایسے حاکم مسلط کر دیے گئے جنہوں نے انہیں اس نافرمانی کا مزہ چکھا دیا۔

انبیاءؑ و اولیاء کا کام اور ذمہ داری

انبیاء و اولیاء کا کام اللہ کی عبادت اور دعوت دین ہے نہ کہ اللہ کے کاموں میں دخل اندازی چہ جائیکہ بعد از وفات ہو۔ انبیاء علیہم السلام وفات پا چکے ہیں اور ان کا مشن یہ تھا کہ وہ دین اسلام اور احکام ربانی لوگوں تک پہنچا دیں' انہوں نے اپنے اس فریضے میں کوتاہی نہیں کی۔ رسول اللہ ﷺ کا بھی یہی ہدف تھا۔ آپ ﷺ کے بارے میں ارشاد ہے:

﴿اِنْ عَلَيْكَ اِلَّا الْبَلٰغُ ۝﴾ (الشوریٰ : ۴۲/ ۴۸)

''تم پر صرف بات پہنچا دینے کی ذمہ داری ہے۔''

﴿ وَمَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ۝﴾ (النور : ۲۴/ ۵۴)

''رسول کی ذمہ داری اس سے زیادہ کچھ نہیں ہے کہ صاف صاف حکم پہنچا دے۔''

اللہ تعالیٰ نے ہر اس شخص کی مدد و نصرت کی ضمانت دی ہے جو رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کرے گا اور جو شخص آپ ﷺ کی نافرمانی اور شریعت کی مخالفت کرے گا وہ عذاب کا مستحق ہوگا۔ اور پھر اسے اللہ کے عذاب سے کوئی نہ بچا سکے گا۔ رسول اللہ ﷺ نے واشگاف الفاظ میں فرمایا تھا:

((يَا عَبَّاسُ يَا عَمَّ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ لَا أُغْنِيْ عَنْكَ مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا يَا صَفِيَّةُ اعَمَّةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ لَا أُغْنِيْ عَنْكَ مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا يَا فَاطِمَةَ بِنْتَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ لَا أُغْنِيْ عَنْكِ مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا))[1]

''اے میرے چچا عباسؓ!...... میں اللہ کے ہاں تمہاری کسی قسم کی کفایت نہ کر

---

[1] صحیح بخاری۔ کتاب التفسیر : سورۃ الشعراء (حدیث : ۴۷۷۱) صحیح مسلم۔ کتاب الایمان : باب قوله تعالیٰ (وانذر عشیرتك الاقربین) (حدیث : ۲۰۴۔۲۰۶)

سکوں گا۔ اے میری پھوپھی صفیہ! ...... میں اللہ کے ہاں تمہاری کسی قسم کی کفایت نہ کرسکوں گا۔ اے میری لختِ جگر فاطمہ! ...... میں اللہ کے ہاں تمہاری کسی قسم کی کفایت نہ کرسکوں گا۔"

رسول اللہ ﷺ جب کسی صحابی کو کوئی عہدہ اور منصب عطاء کرتے تو اسے یوں نصیحت فرماتے کہ دیکھو!

((لَا اُلْفِيَنَّ اَحَدَكُمْ يَاْتِیْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَلٰی رَقَبَتِهٖ بَعِيْرٌ لَهٗ رُغَاءٌ يَقُوْلُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ! اَغِثْنِیْ فَاَقُوْلُ: لَا اَمْلِكُ لَكَ مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا قَدْ بَلَّغْتُكَ))[1]

"میں تم میں سے کسی کو قیامت کے دن اس حالت میں نہ دیکھوں کہ اس کی گردن پر (مالِ زکوٰۃ یا چوری کا) اونٹ چیخ و پکار کر رہا ہو اور انسان یہ دہائی دے کہ یا رسول اللہ! میری مدد فرمایئے۔ اور میں یہ جواب دوں کہ میں نے تم کو دنیا میں (لین دین کا تمام معاملہ شرعی بنیادوں پر) سمجھا دیا تھا۔ اب اللہ کے حضور میں تیری مدد نہیں کرسکتا۔"

سیدنا ابوبکر صدیقؓ اور عمر فاروقؓ کی خلافت میں اور سیدنا عثمانؓ کی خلافت کے ابتدائی دور میں اہل مدینہ کا یہ حال تھا کہ دنیا و آخرت کے امور میں یہ لوگ افضل ترین اور دنیا کے رہبر تھے۔ اس کی وجہ صرف یہ تھی کہ انہوں نے اطاعت رسول کو اپنا نصب العین بنا لیا تھا۔ لیکن سیدنا عثمانؓ کی شہادت کے بعد ایسی تبدیلیاں ہوئیں کہ خلافت ان کے ہاتھوں سے نکل گئی اور یہ لوگ رعایا بن کر رہ گئے۔ اس کے بعد بھی حالات بد سے بدتر ہوتے چلے گئے۔ نتیجہ بایں جارسید کہ قتل و غارت اور مصائب و آلام نے مدینہ کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ اور ایسے ایسے سنگین واقعات پیش آئے کہ اہل مدینہ ان کا تصور بھی نہ

---

[1] صحيح بخاری۔ كتاب الجهاد : باب الغلول (حديث : ۳۰۷۳) صحيح مسلم۔ كتاب الامارة : باب غلظ تحريم الغلول (حديث : ۱۸۳۱)

کر سکتے تھے۔

اہل مدینہ کے ساتھ جس شخص نے جو سلوک روا رکھا' اگرچہ وہ ظالم اور سرکش تھا لیکن ان لوگوں (کفار قریش) سے زیادہ شقی القلب نہ تھا جنہوں نے رسول مکرم ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابہ کو تکلیفیں دی تھیں۔ رب ذوالجلال ارشاد فرماتا ہے:

﴿ أَوَلَمَّا أَصَابَتْكُم مُّصِيبَةٌ قَدْ أَصَبْتُم مِّثْلَيْهَا قُلْتُمْ أَنَّىٰ هَٰذَا ۖ قُلْ هُوَ مِنْ عِندِ أَنفُسِكُمْ ۗ ﴾ (آل عمران : ۳/ ۱۶۵)

''اور یہ تمہارا کیا حال ہے کہ جب تم پر مصیبت آ پڑی تو تم کہنے لگے یہ کہاں سے آئی؟ اے نبی (ﷺ) ان سے کہو۔ یہ مصیبت تمہاری اپنی لائی ہوئی ہے۔''

اہل مدینہ پر مذکورہ مصائب اس حالت میں پیش آئے جب کہ رسول اللہ ﷺ اور السابقون الاولون مدینہ میں مدفون تھے۔

عزت ونصرت اخلاص واطاعت میں مضمر ہے

ابتدائے اسلام میں شام کا بھی یہی حال تھا۔ یہ لوگ دین و دنیا کی سعادت اور سیادت سے مالا مال تھے۔ لیکن ان کی بدعملیوں کی وجہ سے فتنے اور فساد نے شام کو اپنا مسکن بنالیا۔ حتی کہ ملک و سلطنت بھی ان کے ہاتھ سے چھن گئی۔ ملحد' منافق اور نصاریٰ نے ان پر اپنا تسلط قائم کرلیا اور بیت المقدس اور قبر خلیل کو اپنے کنٹرول میں لے لیا۔ بلکہ قبر خلیل کے گرد جو دیوار تھی اسے گرا کر کنیسا میں تبدیل کر دیا۔

کافی عرصہ بعد جب اہل شام نے اخلاص سے اسلام کو اپنا نصب العین بنایا تو اللہ تعالیٰ نے ان کی کھوئی ہوئی عزت واپس کر دی اور یہ لوگ اپنے دشمن پر غالب آ گئے۔

یہ نتیجہ تھا اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت و فرمانبرداری اور احکام الٰہی کو اپنے اندر سمو لینے کا۔

اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت ایک ایسا مرکز ومحور ہے جس پر

سعادت دنیا و آخرت کا دارو مدار ہے۔ ارشاد الٰہی ہے:

﴿ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَ الرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَ الصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ ۚ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا ۝ ﴾

(النساء: ۴/ ۶۹)

"جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کریں گے وہ ان لوگوں کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ نے انعام فرمایا ہے یعنی انبیاء اور صدیقین اور شہداء اور صالحین۔ کیسے اچھے ہیں یہ رفیق جو کسی کو میسر آئیں!"

رسول اکرم ﷺ اپنے خطبات میں فرمایا کرتے تھے:

((مَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَه فَقَدْ رَشَدَ وَمَنْ يَّعْصِهِمَا فَإِنَّه لَا يَضُرُّ إِلَّا نَفْسَه وَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَيْئًا))[1]

"جو شخص اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرتا ہے وہ رشد و ہدایت پر ہے اور جو ان کی مخالفت کرتا ہے وہ اپنی ہی ذات کو نقصان پہنچاتا ہے اور وہ اللہ کو کسی قسم کی تکلیف نہیں پہنچا سکتا۔"

مکہ مکرمہ اہل مکہ کی تکالیف رفع نہیں کرسکتا اور نہ ہی ان کو رزق پہنچا سکتا ہے۔ ہاں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت' فراخیٔ رزق کا سبب بن سکتی ہے' جیسا کہ سیدنا خلیل الرحمٰن نے بارگاہ الٰہی میں عرض کی تھی:

﴿ رَبَّنَآ اِنِّيْٓ اَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِيْ بِوَادٍ غَيْرِ ذِيْ زَرْعٍ عِنْدَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ ۙ رَبَّنَا لِيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ فَاجْعَلْ اَفْـِٕدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِيْٓ اِلَيْهِمْ وَارْزُقْهُمْ مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّهُمْ يَشْكُرُوْنَ ۝ ﴾ (ابراهيم: ۱۴/ ۳۷)

"اے پروردگار!...... میں نے ایک بے آب و گیاہ وادی میں اپنی اولاد کے ایک حصے کو تیرے محترم گھر کے پاس لا بسایا ہے۔ پروردگار! یہ میں نے اس

[1] سنن ابی داؤد۔ کتاب الصلاۃ : باب الرجل یخطب علی قوس 'حدیث : ۱۰۹۷' و اسنادہ ضعیف۔

لیے کیا ہے کہ یہ لوگ یہاں نماز قائم کریں۔ لہذا تو لوگوں کے دلوں کو ان کا مشتاق بنا اور انہیں کھانے کو پھل دے' شاید کہ یہ شکر گزار بنیں۔''

اہل جاہلیت بھی حرم مکی کی عظمت اور توقیر کرتے ہیں۔ بیت اللہ کا طواف کرتے' حج کرتے' عام مشرکین سے مشرکین مکہ بہر حال بہتر تھے۔ اللہ کی سنت یہ ہے کہ وہ کسی پر ظلم نہیں کرتا۔ اسی وجہ سے اللہ ان کی وہ عظمت کرتا جو عام مشرکین کی نہ کرتا تھا اور ایسے ایسے انعامات کی بارش کرتا جو دوسرے شہر والوں پر نہ ہوتی' کیونکہ اہل مکہ دین ابراہیمی کو دوسروں کی بہ نسبت زیادہ مضبوطی سے تھامے ہوئے تھے۔ وہ اسلام میں اگر دوسروں پر فضیلت لے گئے تو حسب فضیلت انہیں جزا ملے گی اور اگر ان کے اعمال دوسروں کی نسبت برے ہوئے تو ان کے برے اعمال کے مطابق ہی سزا ہوگی۔

پس مساجد ہوں یا کوئی اور اہم جگہ۔ اس کے رہنے والوں کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی وجہ سے فائدہ پہنچتا ہے۔ صرف مقدس مقام کی وجہ سے ثواب ملتا ہے نہ عذاب۔ ثواب وعذاب کا دارومدار اعمال صالح اور سیات سے اجتناب پر موقوف ہے۔

پاکبازی اور تقدس کا تعلق انسانی کردار سے ہے کسی زمین سے نہیں

ذرا غور فرمایئے کہ رسول اللہ ﷺ نے جب مہاجرین و انصار کے درمیان بھائی چارہ قائم کیا تو سلمان فارسیؓ اور ابودرداء کے مابین اخوت ہوئی۔ ابودرداءؓ دمشق' اور سلمان فارسیؓ عراق میں تھے۔ ابودرداءؓ نے سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کو لکھ بھیجا کہ آپ ارض مقدس میں میرے ہاں تشریف لے آئیں۔ اس کے جواب میں سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے جو پیغام بھیجا وہ سنہری حروف سے لکھنے کے قابل ہے۔ فرماتے ہیں:

((اِنَّ الْاَرْضَ لَا تُقَدِّسُ اَحَدًا وَاِنَّمَا يُقَدِّسُ الرَّجُلَ عَمَلُهُ))[1]

''ارض پاک کسی کو پاک باز نہیں بناتی بلکہ انسان کا کردار اسے مقدس بناتا ہے۔''

---

[1] مؤطا امام مالك (۲/ ۷۶۹) كتاب الوصية۔ حلية الاولياء لابی نعیم (۱/ ۲۰۵)

جہاد کے لیے سرحدوں پر قیام' سکونتِ مکہ و مدینہ سے افضل ہے

علماء کا اتفاق ہے کہ حرمین شریفین میں قیام کرنے سے سرحدوں پر (اسلام کے لئے) جہاد کرنا افضل ہے۔ صحابہ کرامؓ کا ہجرت و جہاد کے لیے مدینہ منورہ میں قیام کرنا افضل تھا۔ اللہ تعالیٰ نے سب مخلوق کو پیدا کیا۔ وہی ان کو ہدایت اور رزق عطاء فرماتا ہے وہی مدد کرتا ہے۔ اللہ کے سوا کوئی شخص ذرہ بھر چیز کا مالک نہیں:

اللہ کے اذن و اجازت کے بغیر شفاعت کا تصور بھی نہیں

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿قُلِ ادْعُوا الَّذِينَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُونِ اللَّهِ ۚ لَا يَمْلِكُونَ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْأَرْضِ وَمَا لَهُمْ فِيهِمَا مِنْ شِرْكٍ وَّمَا لَهُ مِنْهُمْ مِّنْ ظَهِيرٍ ۝ وَلَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ عِنْدَهُ إِلَّا لِمَنْ أَذِنَ لَهُ ۝﴾ (السبا ، ۳۴/ ۲۲ تا ۲۳)

"اے نبی!...... (ان مشرکین سے) کہو پکار دیکھو اپنے ان معبودوں کو جنہیں تم اللہ کے سوا اپنا معبود سمجھے بیٹھے ہو۔ وہ نہ آسمانوں میں کسی ذرہ برابر چیز کے مالک ہیں نہ زمین میں۔ وہ آسمان و زمین کی ملکیت میں شریک بھی نہیں ہیں۔ ان میں سے کوئی اللہ کا مددگار بھی نہیں ہے اور اللہ کے حضور کوئی شفاعت بھی کسی کے لیے نافع نہیں ہوسکتی بجز اس شخص کے جس کے لیے اللہ نے سفارش کی اجازت دی ہو۔"

شفاعت اللہ تعالیٰ کی رضا' اجازت اور حکم کے ساتھ مفید ہے

اس آیت کی تفسیر میں مفسرین لکھتے ہیں:

شفاعت کرنے والے اور جن کی شفاعت ہوگی دونوں کو اجازت ملے گی۔ کیوں کہ سید الشفعاء ﷺ قیامت کے دن شفاعت کا ارادہ فرمائیں گے تو فرماتے ہیں:

((فَإِذَا رَأَيْتُ رَبِّي خَرَرْتُ لَهُ سَاجِدًا وَأَحْمَدُهُ بِمَحَامِدَ يَفْتَحُهَا

عَلَیَّ لَا أُحْسِنُهَا الْآنَ۔ فَیَقَالُ لِیْ: اِرْفَعْ رَأْسَكَ وَ قُلْ یُسْمَعْ وَسَلْ تُعْطَه وَاشْفَعْ تُشَفَّعْ۔ قَالَ: فَیَحُدُّ لِیْ حَدًّا فَأُدْخِلُهُمُ الْجَنَّةَ))[1]

''میں اللہ کو دیکھتے ہی سجدے میں گر جاؤں گا۔ اس وقت میرے قلب پر اللہ تعالیٰ ایسی تعریفیں وارد کرے گا' جو اب نہیں ہیں۔ مجھے حکم ہوگا کہ اپنا سر اٹھاؤ' اور سوال کرو اور کہو تو سنا جائے گا۔ سوال کرو تو دیا جائے گا۔ اور سفارش کرو تو قبول ہو گی۔ پھر میرے لیے ایک حد مقرر کر دی جائے گی۔ جس کے اندر سفارش کر کے لوگوں کو جنت میں پہنچاؤں گا۔''

دوسری اور تیسری بار بھی اسی طرح شفاعت کریں گے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَلَا یَمْلِكُ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهِ الشَّفَاعَةَ اِلَّا مَنْ شَهِدَ بِالْحَقِّ وَهُمْ یَعْلَمُوْنَ ۝﴾ (الزخرف: ۴۳/ ۸۶)

''اس کو چھوڑ کر یہ لوگ جنہیں پکارتے ہیں وہ کسی شفاعت کا اختیار نہیں رکھتے الا یہ کہ کوئی علم کی بنا پر حق کی شہادت دے۔''

اس آیت کریمہ میں بتایا گیا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی بھی شفاعت کا مالک نہیں ہے۔ اِلَّا مَنْ شَهِدَ بِالْحَقِّ یہ استثناء منقطع ہے۔ یعنی جو حق کے شاہد ہیں شفاعت ان ہی کا حق ہے'شفاعت کرنے والا' اور جس کی شفاعت کی گئی ہے دونوں اس حکم میں داخل ہیں۔

مخلص مسلمانوں کے حق میں شفاعت ہو گی

صحیح بخاری میں روایت ہے سیدنا ابو ہریرہؓ نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا:

((مَنْ اَسْعَدُ النَّاسِ بِشَفَاعَتِكَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ: یَا اَبَا هُرَیْرَةَ لَقَدْ ظَنَنْتُ اَنْ لَا یَسْاَلَنِیْ عَنْ هٰذَا الْحَدِیْثِ اَحَدٌ اَوْلٰی مِنْكَ لِمَا رَاَیْتُ مِنْ حِرْصِكَ عَلَی الْحَدِیْثِ۔ اَسْعَدُ النَّاسِ

[1] صحیح بخاری۔ کتاب الرقاق: باب صفة الجنة والنار (حدیث: ۶۵۶۵) صحیح مسلم۔ کتاب الایمان: باب ادنی اهل الجنة منزلة فیها (حدیث: ۱۹۳)

بِشَفَاعَتِيْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ مَنْ قَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ خَالِصًا مِّنْ قِبَلِ نَفْسِه))[1]

"اے اللہ کے رسول ﷺ!...... آپ کی شفاعت کا سب سے زیادہ کون مستحق ہوگا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اے ابو ہریرہؓ! مجھے یقین تا کہ تمہارے سوا اس قسم کا سوال کوئی نہیں کرے گا کیونکہ میں دیکھتا تھا کہ تو ہماری بات سننے کے لئے حریص ہے۔ قیامت کے دن ہماری سفارش کا سب سے زیادہ حق دار شخص وہ ہوگا جس نے اپنی نیت خالص سے کلمہ لا الہ الا اللہ کی شہادت دی ہوگی۔"

اس حدیث میں شفاعت کا سب سے زیادہ سعادت مند اور مستحق وہ شخص قرار دیا گیا ہے جس کا اخلاص کامل ہو۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((اِذَا سَمِعْتُمُ الْمُؤَذِّنَ فَقُوْلُوْا مِثْلَ مَا يَقُوْلُ ثُمَّ صَلُّوْا عَلَيَّ فَاِنَّهٗ مَنْ صَلّٰى عَلَيَّ مَرَّةً صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ بِهَا عَشْرًا۔ ثُمَّ سَلُوْا اللّٰهَ لِيَ الْوَسِيْلَةَ فَاِنَّهَا دَرَجَةٌ فِي الْجَنَّةِ لَا تَنْبَغِيْ اِلَّا لِعَبْدٍ۔ فَمَنْ سَاَلَ اللّٰهَ لِيَ الْوَسِيْلَةَ حَلَّتْ عَلَيْهِ شَفَاعَتِيْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ))[2]

"جب تم اذان کہنے والے کو سنو تو اسی طرح جواب دو جس طرح وہ کہتا ہے پھر مجھ پر درود پڑھو۔ پس جو مجھ پر ایک دفعہ درود پڑھے گا اللہ اس پر دس دفعہ رحمت فرمائے گا۔ پھر میرے لیے وسیلہ کی دعاء کرو۔ وسیلہ جنت کے ایک درجے کا نام ہے جو صرف ایک انسان کے لیے خاص ہے اور مجھے امید ہے کہ وہ میں ہی ہوں گا۔ پس جو شخص میرے لیے وسیلہ کی دعاء کرتا ہے قیامت کے دن اس کی سفارش مجھ پر حلال ہو جائے گی۔"

جزا عمل کے مطابق ہوگی جیسے: مَنْ صَلّٰى عَلَيْهِ مَرَّةً صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ بِهَا

---

[1] صحیح بخاری۔ کتاب العلم: باب الحرص علی الحدیث (حدیث: ۹۹)

[2] صحیح مسلم، کتاب الصلاۃ، باب استحباب القول مثل قول المؤذن (حدیث: ۳۸۴)

عَشْرا۔

دوسری صورت یہ ہے کہ:

((وَمَنْ سَاَلَ اللّٰهَ لِيَ الْوَسِيْلَةَ حَلَّتْ عَلَيْهِ شَفَاعَتِيْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ

وسیلہ کے سوال کے جواب میں اَسْعَدُ النَّاسِ بِشَفَاعَتِيْ کہا بلکہ فرمایا کہ

اَسْعَدُ النَّاسِ بِشَفَاعَتِيْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ مَنْ قَالَ خَالِصًا مِّنْ قِبَلِ نَفْسِهٖ))

باعث شفاعت توحید اور اخلاص عمل

ثابت ہوا کہ توحید اور اخلاص سے جس قدر شفاعت رسول ﷺ حاصل ہوگی وہ دوسرے اعمال سے حاصل نہیں ہوسکتی' اگرچہ عمل صالح ہی کیوں نہ ہو جیسے رسول اللہ ﷺ کے لیے وسیلہ کا سوال۔

لہٰذا ایسے اعمال سے کیسے شفاعت حاصل ہوگی جن کا حکم ہی نہیں' بلکہ ان سے روک دیا گیا ہے۔ ایسے شخص کو نہ دنیا میں بھلائی نصیب ہوگی نہ قیامت کے دن نجات۔ جیسے نصاریٰ نے سیدنا مسیح علیہ السلام کے بارے میں غلو کیا۔ یہ غلو بجائے فائدہ کے نقصان کا باعث ہوگا۔ صحیحین میں مروی حدیث میں موجود ہے جس میں رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

((اِنَّ لِكُلِّ نَبِيٍّ دَعْوَةً مُّسْتَجَابَةً وَاِنِّيْ اخْتَبَاْتُ دَعْوَتِيْ شَفَاعَةً لِّاُمَّتِيْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَهِيَ نَائِلَةٌ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مَنْ مَّاتَ لَا يُشْرِكُ بِاللّٰهِ شَيْئًا))[1]

''تمام انبیاء علیہم السلام کی ایک ایک دعاء ضرور مستجاب تھی جو دنیا ہی میں قبول کر لی گئی۔ لیکن میں نے اپنی دعاء کو محفوظ رکھا ہوا ہے تاکہ قیامت کے دن اپنی امت کی

---

[1] صحیح بخاری۔ کتاب الدعوات : باب لکل نبی دعوۃ مستجابۃ (حدیث : ۶۳۰۴' ۶۳۰۵) صحیح مسلم۔ کتاب الایمان : باب اختباء النبی ﷺ دعوۃ الشفاعۃ لامتہ (حدیث : ۱۹۸' ۱۹۹) واللفظ لہ۔

سفارش کروں۔ پس یہ دعاء ان شاء اللہ ہر اس شخص کو پہنچے گی جو شرک کے بغیر فوت ہوا۔"

آپ صرف اہل توحید کی شفاعت فرمائیں گے

شفاعت کے متعلق جتنی بھی احادیث مروی ہیں ان سب میں یہ بات واضح اور نمایاں طور پر موجود ہے کہ آپ ﷺ صرف اہل توحید کی شفاعت کریں گے۔

جو شخص توحید میں جس قدر پختہ اور اپنے اعمال میں جس قدر مخلص ہوگا اسی معیار کے مطابق شفاعت کا مستحق ٹھہرے گا۔ رب کریم نے وعدہ و وعید' ثواب و عقاب' حمد و ذم کو ایمان' توحید اور اطاعت رسول ﷺ پر معلق کیا ہے۔

جس شخص کا ایمان ہوگا وہی دنیا آخرت میں اللہ کی دوستی کا زیادہ مستحق ہوگا۔ اللہ کی تمام مخلوق خواہ مسلمان ہوں یا کافر سب کو اللہ ہی رزق دیتا ہے' وہی مصائب و مشکلات دور کرتا ہے۔ اللہ ہی ایک ذات واحد ہے جس کی طرف لوگ مصائب و مشکلات میں رجوع کرتے ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَمَا بِكُم مِّن نِّعْمَةٍ فَمِنَ اللَّهِ ثُمَّ إِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ فَإِلَيْهِ تَجْأَرُونَ ۝﴾

(النحل: ۱۶/ ۵۳)

"تم کو جو نعمت بھی حاصل ہے اللہ ہی کی طرف سے ہے' پھر جب کوئی سخت وقت تم پر آتا ہے تو تم لوگ خود اپنی فریادیں لے کر اسی کی طرف دوڑتے ہو۔

﴿قُلْ مَن يَكْلَؤُكُم بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ مِنَ الرَّحْمَٰنِ ۝﴾ (الانبیاء: ۲۱/ ۴۲)

"اے نبی!...... ان سے کہو' کون ہے جو رات کو یا دن کو تمہاری رحمان کی بجائے نگرانی کرتا ہے؟ ہم چاہیں تو تمہاری بجائے فرشتے متعین کر دیں جو زمین میں تمہارے جانشین ہوں۔"

جو شخص یہ خیال کرے کہ فلاں مقام پر مصائب و مشکلات کا نزول اس لیے نہیں ہو تا کہ وہاں انبیاء اور صالحین کی قبور ہیں تو یہ شخص غلط کہتا ہے۔ خطہ ارضی پر افضل ترین جگہ

مکہ مکرمہ ہے اس کی عظمت و تقدیس مسلم ہے۔ بااین ہمہ اہل مکہ پر اللہ تعالیٰ کا سخت ترین عذاب نازل ہو۔ اللہ تعالیٰ اس کی یوں وضاحت کرتا ہے:

﴿يَآ أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا مَا لَكُمْ إِذَا قِيلَ لَكُمُ انفِرُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ اثَّاقَلْتُمْ إِلَى الْأَرْضِ ۚ أَرَضِيتُم بِالْحَيَاةِ الدُّنْيَا مِنَ الْآخِرَةِ ۚ فَمَا مَتَاعُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا فِي الْآخِرَةِ إِلَّا قَلِيلٌ ۝ إِلَّا تَنفِرُوا يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا أَلِيمًا وَيَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ وَلَا تَضُرُّوهُ شَيْئًا ۗ وَاللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۝﴾ (التوبۃ: ۹/ ۳۸ تا ۳۹)

''اللہ ایک بستی کی مثال دیتا ہے، وہ امن و اطمینان کی زندگی بسر کر رہی تھی اور ہر طرف سے اس کو بفراغت رزق پہنچ رہا تھا، کہ اس نے اللہ کی نعمتوں کا کفران شروع کر دیا۔ تب اللہ نے ان کے باشندوں کو ان کی کرتوتوں کا یہ مزا چکھایا کہ بھوک اور خوف کی مصیبتیں ان پر چھا گئیں۔ ان کے پاس ان کی اپنی قوم میں سے ایک رسول آیا۔ مگر انہوں نے اس کو جھٹلایا۔ آخر کار عذاب نے ان کو آلیا جب کہ وہ ظالم ہو چکے تھے۔''

قبر پرستوں اور گمراہ لوگوں کی اصلاح مسلمان حکمرانوں کا فرض ہے

(امام ابن تیمیہؒ کی پرزور نصیحت)

حکمران طبقے پر فرض ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی سنت اور دین حق کی مدد پہ کمربستہ ہوں اور اسے عوام پر نافذ کریں۔ جن امور سے روکا گیا ہے انہیں ختم کریں اور قبر پرستوں کی ان افتراءات اور اکاذیب اور بدعتوں کا قلع قمع کریں جو شریعت میں داخل کر دی گئی ہیں۔ خواہ عمداً داخل کی گئی ہوں یا جہالت اور لاعلمی کی بناء پر۔

دین اسلام کا اصل یہ ہے کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے عظیم و اہم فریضہ کو بروئے کار لایا جائے۔ توحید نیکی کی جڑ اور شرک برائی کی انتہا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کو

دین حق اور ہدایت دے کر مبعوث کیا گیا جنہوں نے توحید اور شرک میں فرق واضح کیا۔ حق اور باطل میں تمیز کی، ہدایت اور گمراہی میں حد فاصل قائم کی، رشد و ہدایت اور گمراہی نیکی اور بدی میں فرق کیا۔

اب جو شخص امر کو نہی، اور نہی کو امر میں تبدیل کرنا چاہتا ہے اور دین اسلام اور شریعت مطہرہ میں ردو بدل کا خواہاں ہے خواہ لاعلمی کی بنا پر، یا کسی دنیاوی لالچ کی وجہ سے اس فعل قبیح کا مرتکب ہو رہا ہو تو حاکم وقت پر فرض ہو جاتا ہے، کہ وہ ایسے لوگوں کا منہ بند کرے اور کتاب وسنت کی حمایت ونصرت میں اپنی قوت خرچ کرے کیونکہ رب کریم کا پختہ وعدہ ہے کہ وہ اپنے رسولوں اور مومنین کی دنیا اور آخرت میں مدد ونصرت فرمائے گا۔ پس جس خوش نصیب کے ہاتھ سے دین اسلام کی نصرت ہو جائے وہ دنیا اور آخرت میں سرخرو اور سعادت مند ہوگا۔

ورنہ اللہ تعالیٰ اس پر قادر ہے کہ وہ اپنے دین کی خدمت کسی اور شخص سے لے لے اور پھر ہر شخص کو اس کے عمل وکردار کے مطابق بدلہ دے، کیونکہ رب کریم کی یہ صفت ہے کہ وَمَا رَبُّكَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيدِ (تیرا رب بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں) اور اللہ کا وعدہ ہے کہ وہ حق کا ساتھ دیتا ہے اور جو شخص حق سے سرکنے اور روگردانی کی کوشش کرتا ہے، اس کے بارے میں رب کریم فرماتا ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا مَا لَكُمْ إِذَا قِيلَ لَكُمُ انفِرُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ اثَّاقَلْتُمْ إِلَى الْأَرْضِ ۚ أَرَضِيتُم بِالْحَيَاةِ الدُّنْيَا مِنَ الْآخِرَةِ ۚ فَمَا مَتَاعُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا فِي الْآخِرَةِ إِلَّا قَلِيلٌ ۝ إِلَّا تَنفِرُوا يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا أَلِيمًا وَيَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ وَلَا تَضُرُّوهُ شَيْئًا ۗ وَاللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۝﴾ (التوبۃ: ۹/ ۳۸ تا ۳۹)

”اے لوگو! جو ایمان لائے ہو تمہیں کیا ہو گیا کہ جب تم سے اللہ کی راہ میں نکلنے کے لیے کہا جاتا ہے تو تم زمین سے چمٹ کر رہ جاتے ہو؟ کیا تم نے آخرت کے مقابلہ میں دنیا کی زندگی کو پسند کر لیا؟ ایسا ہے تو تمہیں معلوم ہو کہ دنیوی

زندگی کا یہ سب ساز و سامان آخرت میں بہت تھوڑا نکلے گا۔" تم نہ اٹھو گے تو اللہ تمہیں دردناک سزا دے گا۔ اور تمہاری جگہ کسی اور گروہ کو اٹھائے گا اور تم اللہ کا کچھ نہ بگاڑ سکو گے۔ اور وہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔

﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ مَن يَرْتَدَّ مِنكُمْ عَن دِينِهِۦ فَسَوْفَ يَأْتِى ٱللَّهُ بِقَوْمٍ يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّونَهُۥٓ أَذِلَّةٍ عَلَى ٱلْمُؤْمِنِينَ أَعِزَّةٍ عَلَى ٱلْكَٰفِرِينَ يُجَٰهِدُونَ فِى سَبِيلِ ٱللَّهِ وَلَا يَخَافُونَ لَوْمَةَ لَآئِمٍ ۚ ذَٰلِكَ فَضْلُ ٱللَّهِ يُؤْتِيهِ مَن يَشَآءُ ۚ وَٱللَّهُ وَٰسِعٌ عَلِيمٌ ۝﴾ (المائدہ: ۵/ ۵۴)

"اے لوگو! جو ایمان لائے ہو اگر تم میں سے کوئی اپنے دین سے پھرتا ہے تو (پھر جائے) اللہ اور بہت سے لوگ پیدا کر دے گا جو اللہ کو محبوب ہوں گے اور اللہ ان کو محبوب ہوگا۔ جو مؤمنوں پر نرم اور کفار پر سخت ہوں گے جو اللہ کی راہ میں جہاد کریں گے اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہ ڈریں گے۔ یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہتا ہے عطاء کرتا ہے اللہ وسیع ذرائع کا مالک ہے اور سب کچھ جانتا ہے۔"

رب ذوالجلال نے لوگوں کو یہ نقشہ ان کی اپنی جانوں اور دوسرے لوگوں میں آئینہ کی طرح دکھلایا دیا کہ وہ اپنے احکام وفرامین کی کیسے تصدیق کرتا ہے۔ اس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے رب کریم فرماتا ہے:

سَنُرِيهِمْ ءَايَٰتِنَا فِى ٱلْءَافَاقِ وَفِىٓ أَنفُسِهِمْ حَتَّىٰ يَتَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُ ٱلْحَقُّ ۗ أَوَلَمْ يَكْفِ بِرَبِّكَ أَنَّهُۥ عَلَىٰ كُلِّ شَىْءٍ شَهِيدٌ﴾ (حم السجدۃ:)

"عنقریب ہم ان کو اپنی نشانیاں آفاق میں بھی دکھائیں گے اور ان کے اپنے نفس میں بھی یہاں تک کہ ان پر یہ بات کھل جائے گی کہ یہ قرآن واقعی برحق ہے۔ کیا یہ بات کافی نہیں ہے کہ تیرا رب ہر چیز کا شاہد ہے؟"

وَٱللَّهُ أَعْلَمُ

وَٱلْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ ٱلْعَٰلَمِينَ

دارُالابلاغ
کتاب وسنت کی اشاعت کا مثالی ادارہ
DARULIBLAGH
اپنے خاندان کو
بیہودہ ڈائجسٹوں وناولوں سے بچائیں اور
قرآن وحدیث سے مہکتی، دیدہ زیب اور دل نشیں کتابوں کا مطالعہ کروائیں